

نباہ، اس کتاب کے ترجمہ یا کلاً وجزاً شائع کرنے کے جملہ حقوق بہ حق مصنف محفوظ ہیں۔

الار ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا هم یحزنون

تذکرہ

شیخ رحمکار

اب الاقطاب شیخ المشائخ حضرت کا صاحب کی

مختصر سوانح عمری  
مرتبہ

سید سیاح الدین کا خلیل

شائع کردہ

ادارہ اشاعت العلوم جامع مسجد لائل پور

۲۹۵۹۹۲۱۷۸  
۱۲ م  
۲۸۶۸

UNRECORDED

## انتساب!

کُتب مناقب و سوانح کے مختلف باغوں سے میں نے بڑی تلاش و جستجو کے بعد حضرت شیخ رحمکار کے سوانح حیات اور مناقب و فضائل کے یہ پھول چُن چُن کر یہ گلہستہ تیار کیا ہے۔ میں اپنی حقیر و ناچیز کوششوں کا یہ نتیجہ حضرت شیخ رحمکار کی اولاد و احفاد میں سے خاص کر ان حضرات کے نام معنون و منسوب کرتا ہوں جو حضرت شیخ کے نقش قدم پر چلتے اور شریعتِ مطہرہ کے مطابق اپنی زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔

میں نے کچھ کلیاں چنی ہیں ان کے دامن کے لئے  
ہر گرفت بول افتد زہے عز و شرف

(سید) سید علیح الدین صاحب  
حال مقیم جامع مسجد۔ لائل پور

۱۰ محرم ۱۳۷۱ھ یوم عاشورہ  
۱۳ اکتوبر ۱۹۵۱ء

# فہرست مضامین

صفحہ	مضامین	نمبر	صفحہ	مضامین	نمبر
۴۷	بعد از وفات فیوضات	۱۷	۵	تعارف	۱
۵۳	کرامات و خوارق	۱۸	۹	سلسلہ نسب	۲
۷۱	اخلاق و عادات	۱۹	۱۰	سید آدمؑ	۳
۷۱	عبدیت	۲۰	۱۰	سید غالبؑ	۴
۷۴	زُبد و ترکِ دنیا	۲۱	۱۱	مست باباؑ	۵
۷۷	طعام	۲۲	۱۱	سید بہادر باباؑ	۶
۷۸	خواب	۲۳		حضرت کا کا صاحبؑ کا	۷
۷۹	جو دو سخا	۲۴	۱۳	اسم گرامی	۸
۸۱	تعلیم و تدریس	۲۵	۱۴	ولادت باسعادت	۹
۸۹	زبان	۲۶	۱۸	بچپن کے حالات	۱۰
۹۰	اہل علم کی تسلی	۲۷	۲۰	زمانہ تعلیم	۱۱
۹۳	فائدہ علمیہ	۲۸	۲۳	مولد و جائے اقامت	۱۲
۹۴	عبدیت کی تشریح	۲۹	۲۴	ابتدائی زمانہ	۱۳
۹۶	عبدیت یعنی قرب	۳۰	۲۶	سلسلہ طریقت	۱۴
	بندہ خدا کے	۳۱	۲۸	صحبت و توجہ کی تاثیر	۱۵
۱۰۱	فضائل و مناقب	۳۲	۲۹	مجلس و کلام	۱۶
۱۰۶	اولیاءِ عصر کے ملاقاتیں	۳۳	۳۲	تاثیر و توجہ کے واقعات	

نمبر	مضامین	صفحہ	نمبر	مضامین	صفحہ
۳۳	اخون پنچو	۱۰۶	۴۹	شیخ علی گل و ملی گل	۱۳۲
۳۴	پیرسباق	۱۰۶	۵۰	شیخ بابر	۱۳۳
۳۵	اخون سالاک	۱۰۷	۵۱	شیخ دریاخان رحمانی	۱۳۴
۳۶	سید آدم بتوری	۱۱۰	۵۲	شیخ فتح گل	"
۳۷	حاجی بہادر کوہاٹی	۱۱۲	۵۳	مرزا گل بابا	"
۳۸	حضرت مجدد الف ثانی	۱۱۲	۵۴	شیخ ادین	"
۳۹	واقفہ وفات	۱۱۴	۵۵	شیخ عبدالرحیم	"
۴۰	تہنیز و تدفین	۱۱۹	۵۶	شیخ محمد حیات	۱۳۵
۴۱	خلفاء دسترشدین	۱۲۳	۵۷	فہرست خلفاء	۱۳۵
۴۲	خواجہ شمس الدین بروی	۱۲۴	۵۸	سلسلہ اولاد	۱۳۷
۴۳	شاہ عبداللطیف	۱۲۵	۵۹	شیخ ضیاء الدین شہید بابا	۱۳۹
۴۴	خواجہ جمال الدین	۱۲۵	۶۰	شیخ محمد گل صاحب	۱۴۱
۴۵	شیخ اخ الدین	۱۲۶	۶۱	شیخ خلیل گل صاحب	۱۴۳
۴۶	خواجہ گل نور	۱۲۷	۶۲	شیخ عبدالحمید صاحب	۱۴۳
۴۷	غازی خان	۱۳۰	۶۳	قوم کا کاخیل پر	
۴۸	میاں جی گل صاحب	۱۳۰		اجمالی تبصرہ	۱۷۱
			۶۴	شجرہ اولاد شیخ رحمان	
			۶۵	روضہ و مسجد متصل دربار	
			۶۶	تذکرہ خانقاہ شیخ رحمان	
			۶۷	عرض مولف	

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

الحمد لله محمدًا ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه  
 ونعوذ بالله من شرور الفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده الله  
 فلا مضل له ومن يضلل الله فلا هادي له ونشهد ان لا اله الا الله  
 ونشهد ان محمدا عبده ورسوله صلى الله تعالى عليه وعلى آله  
 واصحابه وعترة وبارك وسلم - اما بعد -

حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے  
 بعد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مقدس جماعت نے شہداء  
 علی الناس اور خیر امت بن کر تمام دنیا میں اسلام کا پیغام حق پہنچایا۔ اور  
 یہ پاکباز اور پاکیزہ نفس حضرات سرزمین عرب سے نکل کر افریقہ و ایشیا کے  
 دور دراز ملکوں تک پھیل گئے۔ ان کی تعلیم و ارشاد اور تبلیغ و تلقین سے عجمی  
 ملکوں کے لاکھوں لوگ دین اسلام میں نہ صرف یہ کہ داخل ہو کر مسلمان ہوئے  
 بلکہ ان عجمی قوموں میں سے بڑے بڑے ائمہ مجتہدین، مفسرین و محدثین، فقہاء و متکلمین  
 اور اولیاء و صلحاء پیدا ہوئے۔ اور انہوں نے ہر زمانہ اور ہر خطہ ملک میں دین اسلام  
 کی بے نظیر اور کامیاب خدمات سر انجام دیں۔ ان عجمی نو مسلموں کے خاندانوں کے  
 علاوہ خود عربی خاندان بھی جزیرہ نما سے عرب سے نکل کر عراق، ایران، بخارا  
 وغیرہ ملکوں میں آ کر سکونت پذیر ہوتے رہے۔ اور ان کی اولاد یہاں پھلتی گئی  
 لیکن ان تمام خاندانوں میں جگر گوشہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدۃ  
 النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے نور نظر حضرت سیدنا حسن اور حضرت سیدنا  
 حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد سردار کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب اور

آپ کی ذریت طیبہ میں سے ہونے کی وجہ سے ہمیشہ ہر علاقہ میں ممتاز رہی۔ اور اگرچہ مسلمانوں کے جسموں پر بنو امیہ اور بنو عباس کی حکومت و حکمرانی تھی۔ لیکن ان کے دلوں پر ان اہل بیت رسولؐ کی فرماں روائی تھی۔ جو دنیوی زیب و زینت جاہ و خلال اور حشمت و دولت کو چھوڑ کر ان تمام ہنگامہ آرائیوں سے کنارہ کش ہو کر کسی گنج تنہائی میں زائدانہ زندگی بسر کرتے۔ اور لوگوں کو دین حنیف کی تبلیغ و تلقین کرتے تھے۔ اس نسبی شرافت اور خاندانی سیادت کے علاوہ ہر زمانہ میں سادات کرام کے خاندانوں میں ایسے ایسے بزرگ گذرے ہیں۔ جنہوں نے اپنے نانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو روشن کرنے اور اس کی تبلیغ و اشاعت میں نہایت سرگرمی اور پوری توجہ و کوشش سے حصہ لیا۔ میدان جہاد میں بھی نبرد آزما ہوئے اور مسجد و خانقاہ، مکتب و مدرسہ میں مُرشد و مبلغ، معلم و استاد بھی رہے۔ چنانچہ عراق، شام، مصر، ایران، بخارا، افغانستان وغیرہ ممالک اسلامیہ میں ہزاروں ایسے اولیاء اللہ اور صلحاء امت ہو گئے ہیں اور اب ان کے مزارات موجود ہیں۔ جو نسبتاً سیدھے اور انہوں نے سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح جانشینی کا حق ادا کر دیا تھا۔

سلطان محمود غزنوی نور اللہ مرقدہ کے حملہ ہندوستان کے بعد تو کم لیکن سلطان شہاب الدین غوری انار اللہ برہانہ کے قبضہ ہند کے بعد زیادہ اولیاء کرام اور سادات عظام کی یہ حقانی جماعتیں ان اسلامی ممالک سے ہتکدہ ہند کو ضیائے اسلام سے منور کرنے کے لئے تبلیغ و اشاعت دین کی غرض سے ہجرت کرنے لگیں۔ اور تمام ہندوستان کے مرکزی مقامات پر جا جا کر انہوں نے ہندوؤں کو دین حق کی رہنمائی کی۔ اور اکثر وہ اپنے مقصد میں کامیاب و بامراد رہے۔ اور ان اولیاء کرام اور صلحاء امت کی ان خاموش تبلیغی سرگرمیوں اور راہِ حق میں مخلصانہ جہاد کی برکت سے

آج دس کروڑ مسلمان پاکستان و ہندوستان میں بستے اور اسلام کو اپنے لئے سرمایہ  
فخر و ناز سمجھتے ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ و قدس اسرارہم۔  
اور اسی سلسلہ کی ایک کڑی یہ بھی ہے۔ کہ شمال مغربی سرحدی صوبہ اور مشرقی  
افغانستان میں بھی ان مغربی اسلامی ملکوں سے بہت سے اولیاء اللہ رشتہ دار  
کے فیض کو عام کرنے تشریف لے آئے۔ اور یہاں آکر پھر یہیں رہنے سہنے لگے۔  
یہاں تعلقات قائم کر لئے۔ اور ان کے بعد ان کی اولاد بھی یہیں بوسہ و باش کرنے  
لگی۔ اور ایسے اولیائے کرام میں سے بعض کے مزارات و مراقد پر اگرچہ آج کل عام  
رجوعِ خلق نہ بھی ہو۔ لیکن اکثر تو مرجعِ خلافت اور زیارت گاہِ خاص و عام اور چشمہ  
فیوض ہیں۔

صوبہ سرحد کے ان اولیاء نامدار میں سے جن کی شہرت آفتابِ نصف النہار  
کی طرح عیاں ہے۔ اور جو خاندانِ نبوت کے روشن چراغ ہیں۔ ایک بزرگ اور  
ممتاز شخصیت کے مالک

## شیخ المشائخ قطب الاقطاب شیخ رحمہم اللہ حضرت کا کا صاحب

رحمہم اللہ تعالیٰ بھی ہیں۔ آپ کے اجداد میں سے حضرت سید آدم رحمۃ اللہ علیہ  
علاقہ خوست میں بستے تھے۔ بعد از وفات کر بوغہ ضلع کوہاٹ میں ان کی تدفین ہوئی۔  
چنانچہ آپ کا مزار اب بھی وہاں موجود ہے۔ ان کے صاحبزادہ سید غالب صاحب رحمۃ  
اللہ علیہ وہاں سے علاقہ خورہ تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور میں تشریف لاکر سکونت  
پذیر ہوئے۔ اور اسی سید غالب کے پڑپوتے حضرت شیخ رحمہم اللہ حضرت کا کا صاحب  
ہیں۔ جن کی سوانح عمری مختصر طور پر تقارین کرام کے سامنے پیش کر کے ان کے  
سوانح نگاروں کی صف میں داخل ہونے کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ

اپنے اس مقبول بندہ کی خاطر میری اس حقیر خدمت کو وسیلہ فوز و فلاح اور ذریعہ نجات بنائے۔ اور یہ تو حقیقت ہے۔ کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ ہی کی روحانی برکات و توجہات کے طفیل اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ توفیق نصیب فرمائی۔ کہ میں نے یہ مختصر تذکرہ مرتب کیا۔ اور یہ بے بہا تحفہ اور نادر مدیہ قارئین تک پہنچانے کے لئے شائع کر رہا ہوں۔ درنہ سہ

کہاں میں اور کہاں یہ نکمت گل  
 ز دریا نشں اگر یک قطرہ یایم  
 نسیم صبح تیری مہربانی  
 چہ مروارید ریزد از سرایم



# سلسلہ نسب

آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے۔

۱ شیخ المشائخ حضرت شیخ

رحمہ کار کا صاحب

ابن

۲ شیخ سید بہادر صاحب  
معروف بہ ایک دنیا  
و بہادر بابا

۳ ابن

سیدنا اور صاحب  
معروف بہ مست بابا

۴ سید غالب  
صاحب

ابن

۵ سید  
آدم صاحب

ابن

۶ سید  
یاسین صاحب

ابن علاقہ خوست

۱۰ سید احمد صاحب  
درپشین

ابن

۹ سید محمود صاحب  
درپشین

ابن

۸ حضرت  
سید باقر

ابن

۷ سید محبت صاحب  
علاقہ خوست

ابن

۱۱ سید سیف الدین صاحب  
درپشین

ابن

۱۲ سید سعد الدین صاحب  
درپشین

ابن

۱۳ سید علی اکبر  
درپشین

ابن

۱۲ سید تقی صاحب  
در بخارا

۱۸ سید خاتم  
مشہد

ابن

۱۶ سید فاتح صاحب  
در مشہد

ابن

۱۴ سید قاف بابا  
معروف بہ سید جان  
در بخارا

ابن

۱۵ سید جمال صاحب  
در بخارا

ابن

۱۹ سید اسماعیل صاحب

ابن

۲۰ حضرت امام  
جعفر صادق

ابن

۲۱ امام محمد باقر

ابن

۲۲ حضرت امام  
زین العابدین

ابن

۲۲ حضرت سیدنا  
علی کرم اللہ وجہہ

ابن

۲۳ حضرت سیدنا  
حسین رضی اللہ عنہ

مندرجہ بالا شجرہ نسب سے واضح ہوتا ہے۔ کہ آپ حسین سید ہیں۔ اور سلسلہ نسب تیسویں نمبر پر حضرت شہید کربلا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے جا کر ملتا ہے۔ آپ کے اجداد میں سے بعض حضرات عراق و مشہد بعض بخارا، بعض پشین اور بعض غزنی و خوست میں مدفون ہیں۔ نویں صدی ہجری کے اخیر اور دسویں صدی کے ابتدائی ایام کا واقعہ ہے۔ کہ حضرت سید آدم رحمہ اللہ تعالیٰ علاقہ خوست سے نقل مکانی فرما کر علاقہ کورہاٹ میں تشریف لائے۔ اور اب بھی موضع کورہاٹ کے قریب آپ کا مزار پرانوار موجود ہے اور آپ آدم بابا کے نام سے مشہور ہیں۔ مزار بالکل خشک جنگل میں آبادی سے دور واقع ہے۔ سنا جاتا ہے کہ آجکل وہاں آبادی ہو رہی ہے۔ اور زائرین کے قیام وغیرہ کے لئے مکانات بنائے جا رہے ہیں۔

**سید غالب صاحب** آپ کے صاحبزادہ سید غالب صاحب جو عام طور سے غالب بابا کے نام سے مشہور ہیں۔ وہاں سے صنلع پشاور تحصیل نوشہرہ

کے ہنوزی حصہ علاقہ خورہ میں تشریف لائے۔ وہاں قیام فرمایا۔ اپنے آبائی سلسلہ سہروردیہ کے علاقہ آپ نے ہندوستان جا کر سلسلہ چشتیہ میں بیعت کی۔ اور مدارج سلوک طے کئے وہاں سے آکر اس علاقہ میں فیوض و برکات کے دریا بہا دئے۔ اس علاقہ میں آپ نے

صاحب بچہ البرکات لکھا ہے کہ سید آدم صفا خوست ہی میں تھے یہ وقت وفات اپنے خلیفہ خاص شیخ آدم خشک کو وصیت کی کہ میری یہ اولاد جن میں سید غالب بھی تھے تیری تربیت میں رہے گی انکی ظاہری اور باطنی تربیت کرنا اور انتقال کے بعد مجھ کو گھوڑوں پر ڈال کر اس طرف لے پہلنا۔ جہاں گھوڑے تھک جائیں بس وہیں مجھے دفن کر دو۔ چنانچہ بعد از وفات آپ کی وصیت پوری کی گئی۔ اور گھوڑے یہیں کورہاٹ کے قریب باہر جنگل میں پہنچ کر کھڑے ہو گئے۔ اور آپ کی تدفین وہاں پر ہو گئی۔ واللہ اعلم بحقیقتہ الحال۔

رحلت فرمائی۔ اور آپ کا مزار اب بھی اسی علاقہ خورڑہ میں مردہ نامی گاؤں کے قریب چھاؤنی چھاٹ کی بلند پہاڑی کے نیچے ۳-۴ میل کے فاصلہ پر اور قصبہ زیارت کا کا صاحب سے جنوب مغرب کی طرف قریباً ۱۸ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ہزاروں لوگ زیارت کے لئے حاضر ہوا کرتے ہیں۔ لنگر وغیرہ کا باقاعدہ اور نہایت عمدہ انتظام ہے۔ زائرین کے آرام و سہولت کے لئے مجاورین درگاہ پوری کوشش کرتے ہیں۔

**مست بابا** غالب بابا کے صاحبزادہ سیدنا در صاحب نے جو عام طور سے مست بابا کے نام سے مشہور ہیں۔ وہاں سے نقل مکان فرمایا۔ اور قدرے شمال کی طرف آکر پہاڑیوں میں رہنے لگے۔ آپ ایک صاحب جذب و حال اور مستانہ رنگ کے بزرگ تھے۔ اس لئے آپ کا نام بھی مست بابا مشہور ہوا۔ آپ کا مزار قصبہ زیارت کا صاحب سے جانب جنوب مغرب ۷-۸ میل کے فاصلہ پر واقع اور مرجع خلافت ہے۔ قبر مبارک بالکل جنگل میں واقع اور آبادی سے دور ہے۔ لیکن زائرین کے قیام و طعام، غسل و وضو اور دوسرے ضروریات کے لئے نہایت معقول اور خاطر خواہ انتظام ہے۔ آنے جانے والوں کے لئے کوئی تکلیف پیش نہیں آتی۔ اللھم زد فرزد

**بہادر بابا** شیخ المشائخ سید بہادر صاحب جو ابک صاحب کے نام سے زیادہ مشہور ہیں۔ حضرت مست بابا کے فرزند ارجمند اور اپنے

ابو صاحب جمع البرکات کی ایک عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا اصل نام کچھ اور بھی ہے لیکن بچپن ہی سے صاحب کمال ہونے کی وجہ سے آپ سے بڑے اہم کام سداور ہوئے تو والد ماجد نے آپ کو بہادر فرمایا (چوں در زمان کودکی کہ امیر خلافت از نشانی کشادہ شدند ازاں ویرا حضرت پیر بہادر نماں خواند یعنی مرد شجاع) اور حضرت کا صاحب یعنی فرزند ارجمند نے زمانہ طفولیت میں آپ کو "ابک" کے نام سے پکارا۔ یعنی مزید بہار اور تعظیم کی وجہ سے "ابا" کی جگہ ابک (بقیہ ص ۱۲) ہے

زمانہ کے قطب گذرے ہیں۔ ہزاروں لوگوں نے آپ سے استفادہ کیا۔ اور بعد از وفات بھی مزار پر انوار فیوض و برکات کا سرچشمہ اور مرجع خاص عام ہے۔ مرقہ منور قصبہ زیارت کا کا صاحب سے بہ جانب جنوب مغرب ۶ میل کے فاصلہ پر واقع اور منبع فیضان و برکات ہے۔ مزار مبارک پر ہر وقت زائرین کا ہجوم رہتا ہے۔ اور ان پہاڑوں اور گھنے جنگل میں دشوار گزار راستوں کو دالہانہ عقیدت اور عاشقانہ طرز و انداز سے طے کرنے والے انبوہ خلق کو دیکھ کر بے اختیار منہ سے نکل پڑتا ہے۔

غبارِ راہ ہیں وہ کیمیا پر ناز تھا جن کو جنینِ خاک پر رکھتے تھے جو اکسیر گر نکلے یہاں پر بھی زائرین اور صادرین و واردین کے لئے قیام و طعام کا نہایت بہترین اور قابلِ تعریف انتظام ہے۔ اور مجاورین درگاہ نہایت اخلاص کے ساتھ مہمانوں کی خاطر مدارات کرتے اور ہر طرح کی سہولتیں بہم پہنچاتے ہیں۔ حضرت شیخ بہادر بابا قطب الاقطاب شیخ المشائخ حضرت کا صاحب کے والد ماجد اور نیز ظاہری مربی و مرشد بھی ہیں۔ بَرَدِ اللہِ مَصْنُوعِہِم و لَوْحِ قُبُورِہِم و قدس اسرارہم۔

(بقیہ حاشیہ ص ۱۱) استغماں کیا۔ اور پھر یہ لقب مشہور ہو گیا۔ پس ازاں پسر یہ ایک حجتی صاحب خواندہ کہ اکمل تصنیف برائے تعظیم نیز آمدہ۔ پس از جہت تاثیر ایشان از بہادر استغماں ایک صاحب مشہور (ص ۱۱) حضرت کا صاحب کے ان اجداد کرام کا یہاں پر صرف اجمالی تعارف کرایا گیا۔ تاکہ سلسلہ سمجھنے میں سہولت ہو۔ اور خساندان سے قدرے واقفیت ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو ان حضرات کے مستقل حالات و سوانح لکھنے کا ارادہ ہے۔ جس میں ان کے اخلاق و شمائل کرامات و برکات عام حالات و عادات تفصیلی طور سے بیان کروں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

(سیاح الدین)

## حضرت کا صاحب کا اسم گرامی

تمام تذکرہ نگار لکھتے چلے آئے ہیں  
کہ آپ کا نام نامی "کستیر گل" ہے

مگر آپ کے اخلاق و شمائل اور صنغیر و کبیر اور ہر خاص و عام کے ساتھ رحمانہ برتاؤ اور  
بزرگانہ توجہ و لطف کی بنا پر اس زمانہ میں عام طور سے تمام لوگ اور خصوصاً سرداران  
منظیہ آپ کو شیخ "رحمکار" کہا کرتے تھے۔ اور یہ لقب اس قدر مشہور اور زبان زد  
خاص و عام ہو گیا۔ کہ آپ کا وہ اصل نام اب کسی کے ذہن میں بھی باقی نہ رہا۔ نیز جس طرح  
فارسی زبان میں کسی بڑے بزرگ اور صاحب عزت و احترام شخص کو "بابا" کہتے ہیں۔ اسی  
طرح زبان پشتو میں بڑے بزرگ و محترم اور قابل عزت شخص کو "کاکا" کہا کرتے ہیں۔  
آپ چونکہ تمام افغانوں کے ہاں ایک بزرگ و مرتبی کے درجہ میں تھے۔ ہر ایک کے قلب  
میں آپ کے ساتھ انتہائی عقیدت و وقعت تھی۔ اس لئے لوگ مزید تعظیم کے لئے "صاحب"  
کا لفظ اور بڑھا کر آپ کو "کاکا صاحب" یا "کاکا" کے نام سے بھی یاد کرتے۔ اور  
آج تک یہ نام زبان زدِ خلایق ہے۔ اور اسی نام کی وجہ سے آپ کی اولاد کو

لے غالباً فارسی کے لفظ "کوری" سے پشتو میں "کستیر" بنا دیا گیا ہے جس کا معنی مشک ہے پشتو زبان  
کے مشہور شاعر سرور خورشحال خاں بابا نے ایک شعر میں "کستیر" کا لفظ استعمال کیا ہے یہاں  
کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں پر اس سے مراد وہی مشک ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ پشتو میں یہی  
لفظ اس معنی کے لئے مستعمل ہوا کرتا تھا۔ شہر بلا خطہ ہو۔

ستاد زلفرہا ہس پیچ و تہ چہ کورم  
ہمکی پہ رنگ او بوی لکہ کستیر دی

بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ کستیر ایک نوسنبودار اور خوش رنگ پھول کا نام ہے۔ واللہ اعلم۔ بہر حال  
ابا نے نام رکھنے میں زیادہ تکلف کی ضرورت نہیں تھی۔ "سید کستیر" نام رکھا ہوگا (بقایا ص ۱۳۱ پر)

"کاکا نعل" کہتے ہیں۔ نیز جیسا کہ آئندہ ذکر ہوگا۔ آپ نہایت زاہد متواضع اور عابد تھے جس کی وجہ سے خوبصورت چمکدار چہرہ زردی مائل ہونے لگا تھا۔ اس لئے مخلصین و متقین پیار کے لفظ "زیڑے بابا" یعنی زرد و بزرگ بھی کبھی کبھی کہہ دیا کرتے تھے۔

**ولادت باسعادت** | جس طرح باہان رحمت کے نزول سے پہلے ٹھنڈی ٹھنڈی ہو گیا خوشگوار ہوائیں مایوس و پشیمردہ دلوں کو نوید جانفزا

سہ نایا کرتی ہیں۔ یا افق مشرق کی لالہ گونی اور عنابی سُرخ اہل نظر کو پیغام دیتی ہے کہ عنقریب آفتاب عالمتاب کنارہ مشرقی سے طلوع کر کے اپنی ضیا پاشیوں سے تمام بقعہ ارض کو روشن و منور کر دیگا۔ اسی طرح مردہ دلوں میں نئی زندگی، مردہ دہے جس اعصاب میں نیا جوش عمل اور ولولہ حق پیدا کرنے والے اور رشتہ دہدایت کے چشموں اور ایمان و ایقان کے آب حیات سے پیاسے اور جاں بلب عالم کو سیراب کرنے والے کسی مرد حق کے اس عالم آبِ دگل میں ظہور پذیر ہونے سے پہلے ضرور اہل نظر کچھ ایسے آثار و علامت مشاہدہ کیا کرتے ہیں۔ جو اس آنے والے کی بشارت دیتے ہیں۔ اور سعید و حوں کو امید کی کچھ شعا عین پہلے سے محسوس ہو جایا کرتی ہیں۔

چنانچہ متعدد روایات سے ثابت ہے۔ کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ سیدنا محمد بن عبد اللہ کی ولادت سے کچھ عرصہ قبل آپ کی والدہ ماجدہ کو رویائے صالحہ کے ذریعہ اس قسم کی بشارتیں دیدی گئیں۔ اور انہیں بار بار اطمینان دلایا گیا۔ کہ یہ مولود مسعود نہایت بابرکت اور تمام خاندان کے لئے موجب فخر ہوگا۔

(بقیہ حاشیہ ص ۱۳) اور افغانی اصطلاح کے موافق پھر "نعل" بھی ملا دیا۔

عہ اشرف شاہ ہجرتی کا مشہور شہر ہے۔ زہ پتہ و اوزنگ ندیم پہ جلاصکم۔ زہ بنا کر لائے حکم و زبیری کا ایم  
 علامہ حضرت شیخ کے خلیفہ اعظم شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اپنی کتاب میں بیان کیا (مجمع البرکات)

ایک روایت ہے کہ آپ کی ولادت سے کچھ عرصہ قبل آپ کا ایک صغیر بن بھائی جو والدین کو نہایت محبوب تھا۔ اچانک انتقال کر گیا۔ جس کی وجہ سے آپ کی والدہ ماجدہ نہایت ہی مغموم و پریشان رہتی تھی۔ القاء ربانی سے حضرت شیخ المشائخ شیخ بہادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اس متوفی بچے کا ایک ایسا نعم البدل عطا فرمائے گا۔ جس کی وجہ سے تمام اہل خاندان اور عالم کو بے اندازہ فیض پہنچے گا۔ بلکہ اس کی وجہ سے خود آپ کی شہرت کو بھی چار چاند لگ جائیں گے۔ چنانچہ حضرت شیخ نے بی بی صاحبہ کو اس کی اطلاع دے کر تسلی دی۔ چنانچہ وہی نعم البدل اور مولود مسعود آپ ہی تھے۔ اور ولادت سے کچھ دن پہلے خود والدہ ماجدہ کو بھی خوابوں میں اس قسم کے مژدے سنائے گئے۔

۳ شعبان یا یوم رمضان المبارک (یوم شک) کی رات کو ۹۸۳ھ میں بروز جمعہ صبح صادق کے طلوع ہونے کے وقت آپ اس عالم آب و گل میں تشریف لائے۔ اور آپ کے وجود باجود سے شیخ بہادر کا کاشانہ مبارک منور و تاباں ہوا۔ ایک روایت کی بنا پر اسی روز اور ایک دوسری روایت کی بنا پر ولادت کے چالیسویں روز حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کی ارواح طیبہ نے آپ پر آکر ظہور فرمایا۔ اور دوسرے تمام صحابہ کرام و اولیاء و صلحاء امت کی ارواح نے بھی ظہور فرمایا کہ آپ کو مشرف کیا۔ چنانچہ دیدہ قلب سے اس باطنی معاملہ اور اعزاز

۱۰ آپ کے خلفا نامہ حضرت جمال الدین صاحب شیخ گل نور صاحب، شیخ شمس الدین صاحب، شیخ صد الدین صاحب، شیخ میاں ولی صاحب رحمہم اللہ نے اپنی اپنی تصنیفات میں اس کا ذکر کیا ہے۔  
۱۱ آپ کی وفات تو یقیناً ۱۰۶۳ھ میں ہوئی ہے عمر مبارک کے بارے میں زیادہ متنازعہ قول یہ ہے کہ ۸۰ برس تھی اس بنا پر مقامات طیبہ کے تہذیب سے ولادت ۱۰۸۳ھ درج کیا گیا ہے۔  
۱۲ شیخ الدین

واکرام کو دیکھنے والے حضرت شیخ المشائخ بہادر صاحب نے اس واقعہ کی خبر  
 آپ کی والدہ ماجدہ کو بشارت کی صورت میں دیدی اور فرمایا کہ  
 کمال اور از رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم حاصل شد۔ رسول اللہ صلی اللہ  
 کبار و دیگر اولیائے کل روئے زمین  
 از روئے مہربانی و شفقت ملاقات کردہ  
 رفتند (تمتہ مقامات قطبیہ ص ۱۶۸)

اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی طرف کمال حاصل ہوا۔ اور رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب کبار اور روئے  
 زمین کے دوسرے تمام اولیاء کی  
 محبت میں اپنی شفقت و مہربانی کی بنا  
 پر تشریف لائے۔ اور ملاقات کر کے  
 واپس تشریف لے گئے۔

آپ کی والدہ ماجدہ سے منقول ہے۔ کہ حضرت شیخ کے زمانہ طفولیت ہی  
 میں اس کو آپ کے والد ماجد حضرت شیخ بہادر اس بچہ کے متعلق بشارتیں سناتے  
 اور اس کا ایک بہت بڑا درجہ بیان کرتے اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں تو ایک درجہ  
 یعنی علم باطن کا رکھتا ہوں۔ اور اس کو دونوں درجے حاصل ہیں۔ علم باطن بھی اور  
 علم ظاہر بھی۔ اور فرماتے تھے کہ اے عزیزہ! تو نے میرے سامنے جو چیز نہیں کھائی  
 ہے۔ اس کے سامنے وہی کھانا نصیب ہوگا۔ یعنی میرے سامنے جو چیزیں نہیں دیکھی  
 اس کے سامنے اور اس کے دور میں جا کر وہ سب کچھ دیکھنا نصیب ہوگا۔ اور نیز فرماتے  
 تھے کہ وہ گنے کی طرح میٹھے۔ لذیذ اور مرغوب عام ہوں گے۔ (مقامات قطبیہ ص ۱۶۸)  
 چنانچہ یہ واقعہ ہے۔ کہ حضرت شیخ رحمکار کی شہرت و ناموری اور کمال  
 ولایت و عرفان کا چرچا اپنے خاندان کے تمام بزرگوں سے زیادہ ہے۔

۱۔ متعلقہ تذکرہ نویسوں اور مختار سوانح نگاروں نے اس واقعہ کا بالتفصیل ذکر کیا ہے (مختار سوانح)



کمال طفل ہنرمند زینت پدر است

شود ز آب گہر نام ابر نیسان سبز

قاعدہ ہے کہ سعید روحیں ابتداء ہی سے مجبور حقیقی کی عبادت میں مشغول ہوتی اور اس کی طرف تمام تر متوجہ ہوتی ہیں۔ آپ کو بھی بچپن ہی سے سلوک و تصوف کا شوق دائمگیر تھا۔ خود والد محترم اور خاندان کے دوسرے بزرگ میدانِ طریقت کے شہسوار تھے۔ اور دور دور کے لوگ حاضر دربار ہو کر اپنی اپنی استعداد کے موافق فیض یاب ہو جایا کرتے تھے۔ بہت سے بزرگانِ عصر و والد ماجد کے ساتھ تعلق ارادت و استفادہ رکھتے تھے جب آکر آپ کو دیکھتے تو نور فراست سے آپ کے روشن چہرہ اور چمکدار پیشانی سے معلوم کرتے کہ یہ سعید و نیک بخت بچہ آگے چل کر قطبِ دوران اور شہسازِ طریقت و شریعت بنے والا ہے۔ چنانچہ بزرگانِ دین کی اس قسم کی بہت سی پیشینگوئیاں آپ کے متعلق کتب مناقب و سوانح میں منقول بھی ہیں۔

چنانچہ ان واقعات متعددہ میں سے ایک واقعہ حضرت شیخ اخوند پنجاہی کبروری رحمۃ اللہ علیہ کا یہاں ذکر کرتا ہوں۔

آپ نے اول اول حضرت مست بابا سے طریقہ سہروردیہ میں بیعت اذر استفادہ باطنی کر کے خلافت حاصل کی تھی۔ اس کے بعد ہندوستان تشریف لے گئے اور وہاں کے اولیاء کبار اور بزرگانِ دین سے دوسرے سلسلوں میں بھی بیعت کر کے مزید مدارج کمال کو حاصل کیا۔ آخر عمر میں جبکہ حضرت شیخ المشائخ حضرت بہادر بابا کی عمر کے پندرہ سال باقی تھے۔ آپ طریقہ چشتیہ میں ان سے بھی استفادہ اور بیعت کرنے کے لئے تشریف لائے۔ جب حضرت شیخ بہادر کی ملاقات کے لئے جا رہے تھے تو راستہ میں حضرت شیخ رحیمکار بچوں کے ساتھ

بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کی عمر اس وقت پانچ سال کی تھی۔ حضرت اخوند بخور نے ان بچوں کو دیکھا تو نور فرست سے ان بچوں میں آپ کو پہچان لیا۔ اور فرمایا کہ یہ بچہ ایک کامل ترین ولی ہے۔ اور پھر آپ سے خطاب کر کے فرمایا۔ کہ اے بچہ! آپ کس کے صاحبزادے ہیں؟ فرمایا کہ میں شیخ ابک کا فرزند ہوں۔ اس پر اخوند بخور نے اپنا لعابِ دہن آپ کے منہ میں ڈالا۔ پیار کیا سینہ سے لگایا اور فرمایا۔ کہ اے میرے محترم صاحبزادہ! دیکھو میں نے تو آپ کو فصاحت و بلاغت کا یہ مرتبہ دیا۔ کیا آپ بھی مجھے کچھ کمال عطا فرمائیں گے یا نہ؟ فرمایا کہ میں تجھے کچھ نہیں دے سکتا۔ آپ چلتے میرے والد ماجد موجود ہیں ان سے کچھ حاصل کیجئے۔ فرمایا کہ اچھا۔ اگر آپ والد ماجد کے جانشین بن گئے۔ تو پھر بھی مجھے کچھ حصہ دو گے یا نہیں؟ فرمایا کہ نہیں۔ پھر بھی اس وقت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جو منبغ فیوض ہیں۔ ان سے جا کر کچھ طلب کرو۔ غرض آپس میں اس قسم کی بات چیت ہوتی رہی۔ اور اس کے بعد حضرت شیخ بہادر کی خدمت آقدس میں جا کر حاضر ہوئے۔ اور نہایت تعظیم و احترام سے پیش آئے۔ اور اس کے بعد آخر تک آپ گئے ہاں آمد و رفت جاری رہی۔

(مجموع البرکات)

زمانہ طفولیت کی ریاضتیں | آپ بچپن ہی میں سخت سخت ریاضتیں کرتے اور طرح طرح کی محنتیں اٹھاتے تھے۔ ایک دفعہ ترکِ کلام و طعام کی ریاضت شروع کر کے ذکرِ الہی میں مشغول ہو گئے اور اس قدر صنف لاحق ہوا۔ کہ ابھی مجاہدہ کے اثنا میں والدہ ماجدہ کو گھر کی کسی

لے اخوند بخور کا حضرت شیخ بہادر سے استفادہ اور حضرت شیخ رحمہ اللہ کے ساتھ آمد و رفت کے تعلقات مجموع البرکات میں تفصیل سے موجود ہیں۔

چیز کی ضرورت درپیش ہوئی وہ تلاش کر رہی تھیں۔ مگر باوجود تلاش اور مکمل جستجو کے وہ چیز ملتی نہیں تھی۔ آپ کو وہ چیز معلوم تھی کہ کہاں پڑی ہوئی ہے۔ زبان سے تو ذکر الہی میں مشغول تھے۔ اس ارادہ سے اٹھنے لگے کہ وہ چیز اٹھا کر والدہ ماجدہ کے حوالہ کریں۔ ضعف اس قدر غالب ہوا کہ اٹھتے ہی وہیں گر پڑے۔ اور بہوش ہو گئے۔ والدہ ماجدہ نے یہ ماجرا دیکھا تو پریشان ہو کر فریاد کرنے لگی۔ کہ شاید کسی دیو پری نے کچھ اثر کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد آپ کو آفاقہ ہوا اور والدہ کو پریشان حال دیکھ کر فرمایا۔ کہ میں بالکل صحیح و تندرست ہوں۔ صرف اس غرض کے لئے اٹھ رہا تھا کہ آپ کو آپ کی وہ مطلوبہ چیز دے جاؤں۔ لیکن ضعف و کمزوری کی وجہ سے گر پڑا۔ اور پھر آپ نے اس کو وہ چیز جہاں تھی تبا دی۔

(مقامات قطبیہ ص ۳۶)

اکثر اوقات لوگوں سے علیحدہ ہو کر کسی گوشہ تنہائی میں مشغول بہ یادِ خدا ہوتے

۱۔ یہ کتاب مقامات قطبیہ حضرت شیخ رحمکار کے فرزند ارجمند صاحبزادہ چہارم شیخ عبدالحلیم رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے انہوں نے اپنے والد بزرگوار اور اتنا داناملار کے سوانح حیات نازکی زبان میں لکھے ہیں لیکن تصوف کے باریک مسائل اور بعض دقیق علمی نکات و لطائف بھی ساتھ ساتھ کچھ اس طور سے بلا گئے ہیں کہ عوام کو اس سے استفادہ مشکل ہے عرصہ مہلایہ کتاب طبع ہو گئی ہے لیکن اس وقت اغموض کی وجہ سے شہرت عام حاصل نہ کر سکی نیز اسکی پوری طرح تصحیح بھی نہیں ہوئی ہے میرے اس مختصر رسالہ سوانح میں اسے پورا استفادہ کیلئے اور منتشر معلومات کو اچھے پیرایہ میں مرتب کر کے پیش کیا ہے اور ظاہر ہے کہ حضرت شیخ عبدالحلیم کی روایات یقیناً مستند اور ہر طرح قابل اعتبار ہیں۔ اور اس لئے میں نے بھی اس کتاب کی روایات کو خاص وقوت دی ہے۔ (سیاح الدین عفی عنہ)

رات ہوتی تو والدہ ماجدہ پریشان ہوتی اور ادھر ادھر آدمی دوڑا دیتی کہ جہاں میں  
اُن کو گھر واپس لے آئیں۔ کیونکہ گرد و نواح بالکل جنگلی علاقہ تھا۔ چوروں۔ ڈاکوؤں  
درندوں کا ہر وقت خطرہ رہتا تھا۔ لوگ جا کر آپ کو جنگل سے گھر لے آتے۔

سخت جھاڑے کے موسم میں باہر جا کر پانی کے کنائے سے تمام رات بیٹھے ہوئے  
یاد خدا میں مصروف رہتے۔ اور اسی حالت میں تہجد کی نماز کا وقت آجاتا۔ تو  
ٹھنڈے اور منج بستہ پانی سے وضو تازہ کر کے نماز تہجد ادا فرماتے۔ ابتدائے  
جوانی میں والدہ ماجدہ اور اپنے بھائیوں وغیرہ کو بلا کر فرمایا۔ کہ اے میرے  
عزیزو! اگر آپ لوگوں کو میری محبت منظور ہے اور مجھ کو پسند کرتے ہو تو  
میں تمہارے پاس رہوں گا اور میں دنیا کو بالکل ترک کرتا ہوں۔ اور تمام مال و  
منال کو راہِ خدا میں تصدق کرتا ہوں۔ سب نے مل کر جواب دیا کہ ہمیں آپ سے  
تعلق ہے۔ ہمیں دنیا سے کوئی سروکار نہیں۔ جو آپ چاہیں کیجئے ہم کچھ دخل  
نہیں دیتے۔ (مقاماتِ قطبیہ ص ۳)

**زمانہ تعلیم** آپ نے علوم ظاہری کی کتابیں زمانہ طفولیت میں پڑھی تھیں  
چنانچہ بارہ تیرہ برس کی عمر میں آپ حدیث و تفسیر اور دوسرے  
علوم و فنون کی کتابوں سے فارغ ہو چکے تھے۔ بچپن کا یہی علمی شوق تھا۔  
کہ تفسیر و حدیث کا مطالعہ آپ ہمیشہ جاری رکھتے تھے۔ چنانچہ تفسیر و حدیث  
کی تقریباً اٹھارہ کتابیں ہر وقت زیر مطالعہ رہتیں۔ اور ان فنون و علوم میں  
آپ پورے ماہر و باکمال تھے۔ اور ہر مسئلہ پر خوب سیر حاصل فرما سکتے تھے۔ تلاش و  
تحسس کے باوجود اب تک میں اس تحقیق میں کامیاب نہ ہوا۔ کہ ابتدائے عمر میں  
آپ نے کن اساتذہ کرام اور علماء فن سے استفادہ کیا۔ اور یہ کتابیں پڑھی  
ہیں۔ عام طور سے مشہور یہ ہے۔ کہ حضرت انخون دین صاحب (مدفون

اکوڑہ ٹھک) آپ کے اُستاد ہیں۔ چنانچہ صاحب مجمع البرکات نے بھی آپ سے مشکوٰۃ شریف کے پڑھنے کا واقعہ ذکر کیا ہے۔ مگر غالباً یہ واقعہ بہت بعد کا ہے۔ جیسا کہ تفصیل کے ساتھ حکیم محمد امجد صاحب مرحوم نے اپنی تصنیف "تاریخ زیارت کا صاحب" میں نقل کیا ہے۔

"جناب قاضی درکنون صاحب المتوفی ۱۳۳۷ھ نے مجموعۃ المخطبات میں اُن کا نام آخ الدین لکھا ہے۔ اور مشہور نام اخون دین صاحب ہے۔ اُن کے متعلق میں نے یہ روایت سنی ہے کہ وہ ایک عالم و فاضل اور جامع العلوم و الفنون تھے۔ تحصیل علم کے بعد حصول طریقت و معرفت کی غرض سے حضرت شیخ رحمکار کا صاحب کے پاس آئے۔ اور مقیم ہوئے۔ چند روز گزرے تو اُسے واپس چلے جانے کا خیال آیا۔ حضرت کا صاحب سے آکر واپس جانے کی اجازت مانگی۔ آپ نے اجازت نہ دی۔ کچھ دن اور گزرے تو آپ کے دل میں یہ خیال آیا۔ کہ یہ پہاڑی جگہ ہے۔ میں عیالدار آدمی ہوں۔ یہاں آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں۔ اولاد کے لئے ذریعہ معاش کیا ہوگا۔ آخر کسب و کار بھی تو سنت نبوی ہے۔ اس لئے کسی ایسے علاقہ میں جا کر تقسیم ہونا چاہئے۔ جہاں آمدنی کا کوئی مناسب و معقول ذریعہ ہو۔ اور حضرت شیخ کی زیارت اور حصول سعادت کے لئے ہفتہ میں ایک دفعہ آیا کروں گا۔ اسی خیال سے اپنی کتابیں ایک بیل پر لاد کر اجازت لئے بغیر رات کو وہاں سے روانہ ہوئے۔ تھوڑی دُور گئے تھے کہ بیل زمین پر لیٹ گیا حضرت اخون دین صاحب نے اٹھانے کی بڑی کوشش کی مگر کسی طرح بیل زمین سے ہٹا تھا۔ یہاں تک کہ رات گزر گئی۔ اور صبح صادق ہوئی



اس علم باطن میں آپ سے کمزور ہوں۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ اچھا حضرت پھر آپ بھی اس باطن کی طرف کیوں متوجہ نہیں ہوتے۔ آپ کے ان الفاظ نے استاد پر اثر کیا۔ اور اس کے بعد استاد فیوض باطنی کے استفادہ کے لئے ان سے بیعت ہو چکے اور آپ کی توجہات سے مدارج سلوک طے کئے

حضرت شیخ المشائخ شیخ بہادر صاحب  
موجودہ قصبہ زیارت کا صاحب سے

## مولد و جائے اقامت

یہ جانب جنوب مغرب ۶ میل کے فاصلہ پر جنگل میں مقیم تھے۔ حضرت شیخ رحمہ کار کی ولادت باسعادت بھی اس مقام پر ہوئی۔ ابتدائی زمانہ طفولیت و تعلم وغیرہ بھی وہاں ہی گذارا۔ حضرت شیخ بہادر کے مزار منور کے قریب ان کے اصل مکان و مسجد کے کھنڈرات اور نشانیاں اور بعض درخت اور وہ جنگلات اب بھی موجود ہیں۔ حضرت شیخ بہادر کی وفات کے تین سال بعد آپ اس جگہ کو چھوڑ کر اس جگہ تشریف لائے جسے اب میلہ کہتے ہیں۔ اور قصبہ زیارت کا صاحب سے بجانب جنوب مغرب میل ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ (قصبہ زیارت کا صاحب) نزد شہرہ اٹشن سے جانب جنوب ۶ میل کے فاصلہ پر پہاڑیوں میں واقع ہے) میلہ کی پہاڑیوں میں ایک چشمہ ہے۔ اس کے پاس آکر آپ نے قیام فرمایا۔ اور آپ

۱۷ صاحب مجمع الیرکات لکھتے ہیں، از حضرت جمال الدین شمس الدین وغیرہ نقل است کہ صاحبان بایاں ہریکے از پیر خود و مرتبہ زیادہ بود پس بدال علت ہریکے بجائے پیر خود نہ نشست۔ و دریں رعایت، ادب بیست و درال مرتبہ ادب ہمہ ایشان کائل نہراند۔ پس بنا بر آن حضرت ایشان پس از سال رحلت صاحب کلاں از جائے ایشان روانہ

شارہ

کی وجہ سے وہ خشک اور جنگل علاقہ مرجع عالم بن گیا۔

صاحب مجمع البرکات لکھتے ہیں کہ ان ابتدائی ایام میں اکبر بادشاہ دہلی سے پشاور کی طرف آیا۔ نوشہرہ کے مقام پر اکبر سے آپ کی ملاقات ہو گئی۔ معلوم ہے کہ آزاد منشی اور بیہنی کے باوجود اولیاء اللہ کے سامنے اکبر ہمیشہ جھکتا ہی رہا۔ اور ان کی عزت کرتا تھا حضرت شیخ رحمکار کی بھی اُس نے بڑی عزت کی۔ اور بار بار کہا کہ کسی چیز کی ضرورت ہو تو طلب کرو کہ دیدوں۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ غیر اللہ سے مانگتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ اور مجھے کسی چیز کی ضرورت بھی نہیں۔ جلتے وقت اکبر تک آپ کو ساتھ بھی لے گیا۔ اور پھر وہاں سے آپ نہایت باعزت و احترام واپس ہوئے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کے بار بار انکار کرنے کے باوجود واپس کراتے وقت اکبر نے علاقہ خشک اور اتقان بلاق آپ کو جاگیر میں منے کا حکم دیا۔ اور آپ نے وہی جاگیر اپنے مرید شہباز خان خشک کو جو مشہور شاعر و سردار خوشحال خان کے والد تھے دیدی۔

### ابتدائی زمانہ

آپ نے والد ماجد کے مسکن کو چھوڑ کر میلہ کے مقام پر عزت و گوشہ نشینی اختیار کی۔ اور کوشش یہی کی کہ آپ کی حالت عوام سے مخفی رہے۔ اور خاموشی کے ساتھ محبوب حقیقی کی عبادت و خدمت گزار رہیں۔ مگر حق تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ یہ ہونہیں سکتا کہ نصف النہار کے وقت آفتاب عالمتاب کی روشنی تمام عالم کو منور کر رہی ہو۔ اور کسی آنکھوں والے سے سورج کا وجود اور اس کی تابانی چھپ سکے۔ یا چمنستان میں عنبر بیز اور خوشبودار پھول کھلے ہوئے ہوں اور ان کی خوشبو محسوس نہ ہو سکے۔ چنانچہ اس آفتاب ہدایت دار شاد کی روشنی اور چمن اسلام کے اس گل و ریحان کی خوشبو دور دور تک پہنچ گئی۔ اور لوگ دُور دُور سے زیارت و ملاقات



کے لئے آنے لگے۔ آپ آنے والوں کو کھانا نہ دیتے تھے۔ تاکہ آنے جانے والوں کا یہ سلسلہ رک جائے۔ پھر لوگ آنا وغیرہ ساتھ لے آکر قریب کے گاؤں والوں سے پکولتے۔ آپ نے ان کو بھی روکا کہ کسی کا کھانا نہ پکاؤ۔ اس پر بھی لوگ منع نہ ہوئے۔ اور اپنے ساتھ کھانا پکانے کا سامان برتن وغیرہ لاکر خود پکاتے۔ آپ نے خود ان کو پکانے سے روکا اور ہنڈیاں پٹو دائیں۔ اس پر بھی نائیرین میں کوئی کمی نہ ہوئی۔ گروہ درگروہ آتے اور دربارِ دربار میں حاضر ہو کر سعادت حاصل کرتے۔ لوگ آتے بھوکے پیاسے رہتے مگر اس دربار سے کسی طرح نہ ہٹتے۔

تو خواہی آتین افشانِ دخواہی دامن اندر کش  
مگس ہرگز نخواہد رفت از دکانِ جلاوٹی

اور سے

مردم و مرغ و مور گرد آئند  
میرا تو ارادہ یہ تھا کہ لوگوں کے انبوہ  
و ہجوم کو اپنے سے روکوں۔ لیکن جب  
اللہ تعالیٰ نے ان کو میرے پیچھے لگا دیا  
تو چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں دیکھتا  
اور کوئی چارہ کار نہیں پاتا۔

ہر کجا چشمہ بود شیرین  
جب اسی کشاکش میں مدت گزر گئی۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ  
فصد آں داشتتم کہ انبوہ خلق از  
خود منع کنم و چون حق جل و علا در پیے  
والکما شستہ اندیچ وجہ خلاص نے  
بینم و چارہ نہ دارم  
(منقبات قطبیہ ص ۲)

اس ستر الہی پر مطلع ہو جانے کے بعد آپ نے لوگوں کو اجازت دی۔ کہ بہانوں کو خوب کھلایا پلایا کریں۔ اور خود بھی کھانا کھلاتے رہے۔ اور ۵۰ سال کی عمر میں آپ نے ننگرہ کا باقاعدہ انتظام جاری کیا۔ اور پھر عام و خاص کو نہایت دریا دلی سے کھلاتے۔ جیسا کہ آگے ذکر آتا ہے۔

**سلسلہ طریقت** آپ کا طریقہ اویسی تھا۔ یعنی خود حضور پر نور محمد رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی روحانی تربیت فرمائی۔ اور خود حضور نے ہی حضرت شیخ کی تعلیم و ارشاد اور مدارج کمال تک پہنچانے کا کام سرانجام فرمایا۔ بہت سے ایسے اولیاء اللہ ہوتے ہیں جو کسی مرشد کمال سے اس کی وفات کے بعد تربیت حاصل کرتے ہیں اور اصطلاح صوفیہ میں اس کو اویسی طریقہ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت ابو الحسن خرقانی المتوفی ۴۲۴ھ کی تربیت اسی طریقہ اویسی پر حضرت بانید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۲۶۱ھ نے کی ہے۔ اور خواجہ بہاء الدین نقشبند المتوفی ۷۹۱ھ نے بیعت حضرت مید امیر کلال قدس سرہ المتوفی ۷۷۲ھ سے کی ہے۔ لیکن علاوہ انہی خواجہ عبدالحق مجددانی المتوفی ۸۰۰ھ کی روح پاک نے بطریق اویسی بھی آپ کی تربیت کی۔ اور نصائح فرماتے رہے۔ اور اسی طرح حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہ المتوفی ۱۰۳۷ھ کو تشریف فرما کر اجازت نامہ تحریر فرمایا۔ جس کی تفصیل مکتوبات امام ربانی دفترا لث مکتوب نمبر میں موجود ہے۔

الفرق اسی اویسی طریقہ پر حضرت شیخ رحمکار نے سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم سے استفادہ و استفادہ کیا۔ اور جیسا کہ واقعہ گذر چکا۔ زمانہ طفولیت ہی سے اس رُوف و رحیم اور مُشفق کمال کی طرف سے توجہات اور مہربانیوں کا یہ سلسلہ شروع ہوا۔ خود حضرت شیخ عبدالحلیم فرماتے ہیں۔

و طریقہ شیخ اویسی بود و نور حضرت نبی صلی  
اللہ علیہ وسلم مرتباً و از قول صریح او قدس  
سرہ این طریقہ اویسی معلوم شدہ است و  
حضرت شیخ زکریا کا طریقہ اویسی تھا۔  
اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
کا نور مبارک آپ کا مرتب تھا۔ آپ

حضرت ایشان این طریقہ اویسی پر کس  
ظاہر نے کرد و نے گفت از جہت آنکہ  
از اسرارست و سراسر اولی تراست  
(مقامات ص ۲۱)

کے قول صریح سے آپ کا طریقہ اویسی  
پر ہونا معلوم ہوتا ہے۔ آپ پر کسی کو  
اس طریقہ اویسی کا اظہار نہ فرماتے  
کیونکہ یہ ایک راز کی بات ہے۔ اور راز

کا چھپانا ہی اولی ہوتا ہے۔

صاحب مجمع البرکات نے بھی نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ کہ اویسی تربیت  
کے علاوہ آپ نے صرف والد بزرگوار سے بیعت کی ہے۔ اور دوسرے مشائخ کرام  
سے اگرچہ صحبت کی ہے۔ ملاقاتیں کی ہیں لیکن بیعت و استفاضہ نہیں کیا۔  
ایشان قدس سرہ بہ اتفاق مشائخ دارباب عرفان ذی تحقیق و علماء ذمی  
تدقیق نزیح کس بیعت نہ کر دے غیر از پدر بزرگوار خود

پس ظاہر تھی طور پر آپ اپنے والد ماجد سے سلسلہ سہروردیہ میں بھی بیعت تھے۔  
حضرت شیخ عبدالحلیم فرماتے ہیں۔

و از قول حضرت ایشان نشنیدہ ام  
لیکن از آداب و مدح بسیار و  
رفتن بسوئے مزار پُر انوار و بخاطر  
مے رسد کہ بطریقہ سلسلہ سہروردی  
از جانب پدر خود شیخ بہادر عم نسبت  
دارد۔ (ص ۲۱)

میں نے حضرت شیخ سے ہمیشہ اپنے  
والد ماجد کی مدح و توصیف سنی۔ اور  
مزار پر انوار پر جایا کرتے تھے۔ معلوم  
ہوتا ہے کہ آپ اپنے والد ماجد شیخ  
بہادر سے سلسلہ سہروردیہ میں نسبت  
رکھتے تھے۔

صاحب مجمع البرکات کی روایت یہ بھی ہے۔ کہ حضرت شیخ بہادر شیخ محمد جعفر  
لاہوری چشتی سے بھی بیعت تھے۔ تو اس لحاظ سے آپ سلسلہ چشتیہ میں بھی  
منسک ہو گئے۔

## صحبت و توجہ کی تاثیر

اولیاء اللہ اور مقبول بندگانِ خدا سے خوارقِ عادات اور کرامات کے صدقہ کا عقیدہ اہل السنّت و الجماعتہ کے ہاں ایک مسلم عقیدہ ہے۔ جب معیارِ شریعت اور اتباعِ سنت کی بنا پر کوئی شخص ولی اللہ نظر آئے تو اگر اس سے کوئی کرامت صادر نہ بھی ہو جائے۔ تب بھی اس کی ولایت پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ استقامت علی الشریعہ خود مستقل کرامت ہے۔ اور الاستقامتہ فوق الکراماتہ خود اولیاء کرام اور صوفیاء عظام کا مشہور مقولہ ہے۔ اس لئے میرے خیال میں کوئی خاص ضرورت نہیں کہ اس مختصر مجموعہ میں حضرت شیخ رحمہ اللہ کی ان کرامات کو جو سینکڑوں ہزاروں تک پہنچی ہوئی ہیں بالتفصیل بیان کیا جائے۔ ہاں میں صرف وہ واقعات ذکر کرتا ہوں جن کو دیکھ کر ہر انصاف پسند شخص یہ یقین کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ کہ حضرت شیخ واقعی اپنے زمانہ میں شیخِ کامل، مرشدِ روہادی اور شریعتِ نغراء کے حقیقی مبلغ تھے۔ آپ کی برکت سے کتنوں نے مدارجِ سلوک طے کئے۔ کتنوں نے بدکاری ترک کر کے نیکو کاری اختیار کی۔ اور آپ کی صحبت میں بیٹھ کر حاضرین پر کیا رنگ چڑھ جاتا تھا۔ اور آپ کی توجہ کی تاثیر سے سیاہ اد زنگ خوردہ دل کیسے صیقل ہو جایا کرتے تھے۔ اور اصل میں یہی حقیقی ولایت اور عند اللہ قرب و منزلت اور اصطفاء و اجتباء کا معیار ہے۔ جہاں تک اس قسم کے واقعات پر نظر ڈالی جاتی ہے آپ کی کیمیا نظری اور مسیحائی کھل کر سامنے نظر آنے لگتی ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ مریدین و مستفیدین کے تزکیہ و تصفیہ کے لئے ریاضتوں۔ وظائف و اوراد وغیرہ وغیرہ عام مروجہ طریقوں سے کم کام لیا گیا ہے بس ایک نظر ڈال دی۔ اور ایسی تاثیر ہو گئی کہ تمام آلائش و کدورت فوراً فنا ہو گئی

اور تاریک سینہ رُشد و ہدایت کے انوار سے منور ہو گیا۔ اس سلسلہ میں ان چند واقعات و سوانح کو ملاحظہ کیجئے جو معتدترین کتاب مقاماتِ قطبیہ سے ماخوذ ہیں اور ان کے متعلق بھی حضرت شیخ عبدالحلیم فرماتے ہیں۔

ہر مناقب و ہر صفت و ہر مقام کہ از حضرت شیخ المشائخ دریں کتاب نوشتہ ام ایلیک رمزے و اشارہ بلکہ شمرہ از ہمہ حالات و مقامات شیخ المشائخ شیخنا ظاہر نمودہ ام۔ ورنہ او قدس سرہ را معانی بلاغیات و اسرار بلاغیات است و او قدس سرہ را کنوز ہمیں قدر بے پایاں است کہ در تحریر نیاید و دریں صحائف گنجائش ندارد۔ بنا بران اختصار و زبیدم و بہ طول نہ کشیدم (مقاماتِ قطبیہ ص ۱۶۶)

جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے دیکھنے کی تاثیر بیان **مجلس و کلام** کی جاتی ہے۔ کہ جو کوئی ایک دفعہ دیکھ لیتا تھا۔ تو مہینوں تک

ذوق و شوق رہتا کہ خدا کے سے پھر ملاقات و دیدار نصیب ہو۔ اسی طرح حضرت شیخ قدس سرہ کے مجتہد اور صادق الیقین مریدوں کی حالت تھی۔ کہ آپ کے دیدار کے ذوق و شوق میں ایسے مستغرق رہتے کہ کھانے پینے تک سے مستغنی ہو جاتے اور اس کی کچھ پرواہ نہ رہتی تھی۔

آپ کی زیارت کو آنے والے لوگوں کو آپ کے دیدار اور مجلس میں بیٹھنے سے چند چیزیں حاصل ہو جاتی تھیں۔

اول۔ جب آپ کو دیکھتے خداوند تعالیٰ کی یاد غالب آ جاتی۔  
دوم۔ جب لوگ آپ کی صحبت میں بیٹھ جاتے تو دنیا کی محبت دلوں سے غائب ہو جاتی۔

سوم۔ مجلس سے اٹھ کر جانے کے بعد اس مجلس کی لذت ضرور پھر یاد آ جاتی

اور دل پر اس مجلس میں جا کر بیٹھ جانے کی آرزو غالب آجاتی۔  
 چہارم۔ حضرت شیخؒ کے کلام مبارک سے اُن کو ایک خاص جلالت و  
 طراوت محسوس ہوتی۔ اور اس سے بہت محفوظ و شاد مند رہتے۔  
 حضرت شیخؒ قدس سرہ دریائے معرفت کے استغراق کی وجہ سے اکثر اوقات  
 خاموش ہی رہتے۔ اور کچھ قبل و قال نہ فرماتے۔ اور من عرف اللہ کل لسانہ  
 کے مصداق ہو گئے تھے۔ اگر کبھی سامعین و حاضرین کی خاطر خلوت گاہ میں  
 کوئی بات ارشاد فرماتے تو ہمیشہ رمز و ایما کے طور سے نہایت نرم اور آہستہ

اے حضرت مجدد الف ثانیؒ سر ہندیؒ نے فرمایا ہے۔ کہ اولیاء اللہ کی شان  
 یہ ہوتی ہے۔ **ہذا قوم لا یشتقی جلسہم ولا یحرم انیسہم ولا  
 یجیب مسیئہم و ہم جلساء اللہ اذراؤا و اذکر اللہ و ہم من عرفہم  
 و جد اللہ نظرہم دواء و کلامہم شفاء و صحبتہم ضیاء و جماعہ**  
 (دفتر دوم مکتوبات شریف مکتوب نمبر ۵۲)

حضرت شیخؒ ان اوصاف کے کامل ترین مصداق تھے۔

۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ من صمت نجا (مشکوٰۃ شریف) ۱۳  
 اور فرمایا۔ مقام الرجل بالصمت افضل من عبادۃ ستین سنۃ اور فرمایا  
 عليك بطول الصمت فانه مطردة للشيطان وعون لك على امر دينك  
 اور فرمایا۔ کہ اے ابو ذرؓ میں تجھے دو ایسی خصلتیں بتاتا ہوں کہ جن کا بوجھ بھلکے اور روز  
 قیامت میزان عمل میں وہ بھاری ہیں۔ ایک طویل خاموشی اور ایک حسن اخلاق (مشکوٰۃ  
 ص ۱۴ و ص ۱۵) اور سرور کونین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت  
 جابر بن سمرہؓ کی روایت ہے۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طویل الصمت (مشکوٰۃ ص ۵۲)

بات فرمادیتے۔ اور کبھی بھی بلند آواز سے بات نہیں کی۔ اور اگر کبھی کبھی گھر کے اندر اہل و عیال کے ساتھ منسی کرتے تو تبسم ہی فرماتے تھے۔ اور تہمتہ مار کر کبھی بھی نہیں منسے۔ حضرت شیخ عبدالحلیم صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز نماز عشا سے فارغ ہو جانے کے بعد ہمیں ارشاد فرمایا کہ اے میرے بچو! آج مجھے ایک چیز ہاتھ آگئی ہے اگر تم کو لینا پسند ہو تو میں دیدیتا ہوں۔ اور اگر مجھے چھوڑنا چاہتے ہو۔ تو میں نے اسے قبول کر لیا ہے۔ ہماری والدہ ماجدہ نے تو فرمایا۔ کہ اگرچہ وہ چیز بڑی اعلیٰ اور عمدہ و نفیس ہو پھر بھی ہم نہیں لیتے۔ (اس لئے کہ ہماری والدہ ماجدہ حضرت شیخ کی اہلیہ بھی تارکان دنیا میں سے اور نہایت زاہدہ تھیں۔) مگر ہم نے عرض کیا۔ کہ اس چیز کے ملاحظہ کرنے کے بعد ہم جواب دیں گے۔ اس وقت حضرت شیخ ہشاش ہشاش تھے۔ اور تبسم فرماتے تھے۔ اور ایسا ہم نے پہلے کبھی ان کو اس قدر خوش نہیں دیکھا تھا۔ اس لئے ہمارا خیال تھا کہ کوئی ایسی عمدہ چیز ہوگی کہ اس جیسی نفیس مرغوب شے حضرت والا کے دربار میں کبھی نہ آئی ہوگی۔ آخر حضرت گھر سے باہر تشریف لے گئے۔ اور ایک پٹریا کا گھونٹ لادوٹوں ہاتھوں میں لے کر اندر داخل ہوئے۔ اور بہت تبسم فرما رہے تھے۔ کہ رحیم فقیر دوران نے آج یہ لاکر پیش کیا ہے۔ پھر

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق روایات میں ہے۔ کان لا یصنعت الا تبسمًا... (مشکوٰۃ ص ۵۸)۔ روایت ترمذی۔ اور بخاری شریف میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور کو تہمتہ کے ساتھ منسے ہوئے نہیں دیکھا۔ انما کان تبسم آپ صرف مسکراتے تھے۔ غالباً حضرت شیخ کے خورد سال بچوں کو خوش کرنے اور کھلونے کے طور پر اس مخلص مرید نے یہ تدبیر پیش کیا۔ اس حقیر و بے قیمت چیز کی جو قدر دانی اس مشفق و عالی ظرف مرشد لے کی۔ اور اس پر خوش و خرم ہو کر اس کی تحسین کی یہ قابل تقلید کارنامہ ہے۔

اس کو گھر میں محفوظ رکھ دیا۔ اور اس فقیر کے صدق نیت اور اخلاص سے بہت خوش تھے۔ اور اس مزاج کی طرح حضرت شیخ کی اور کوئی مزاج ہمیں یاد نہیں۔ اور اسی سے آپ نے تمام اہل و عیال اور گھروالوں کو خوش و خرم رکھا۔

حضرت شیخ کی عام عادت یہی رہی کہ آپ سے جو کوئی ان کے احوال یا تصوف و سلوک کی حقیقت یا اس قسم کی اور باتوں کے بارے میں کچھ سوال کرتا۔ آپ شاذ و نادر ہی جواب دیتے۔ کچھ کلام اور قبیل ذوال نہ فرماتے بلکہ خاموش ہی رہتے۔ صرف توجہ سے اور نظر اٹھا کر دیکھنے سے سب عقدے حل فرماتے۔ اور کبھی کبھی اگر مہربانی فرما کر کچھ جواب ارشاد فرماتے تو پھر بھی مثال کے طور پر کسی بزرگ کا ذکر دیتے۔ اور اپنے آپ کو کبھی بھی یاد نہ کرتے۔

خوشتر آل باشد کہ سر دلبران  
گفتہ آید در حدیث دیگران

اور اگر کبھی گذشتہ بزرگان دین کے احوال و واقعات بیان فرماتے۔ تو اپنے والد بزرگوار شیخ بہادر کی مدح و توصیف بہت بہت فرمایا کرتے اور جب کبھی آپ کا نام لیتے تو نہایت ادب و احترام سے یاد کرتے اور ان کو پرستونے یعنی صادق القول کہا کرتے۔ مجلس مبارک میں علمی مسائل پر بھی گفتگو ہوا کرتی تھی۔ اور جیسا کہ گذر چکا کتب تفاسیر و حدیث کافی تعداد میں ہر وقت اپنے پاس ہی رکھتے تھے۔ آپ کے علمی مشاغل اور علمی گفتگو کے متعلق تفصیل آگے آرہی ہے۔

ایک دن حضرت شیخ وضو فرما رہے  
تائیر توجہ کے واقعات

مرید پاس کھڑا ہوا تھا۔ جب حضرت شیخ قدس سرہ وضو کر کے فارغ ہو چکے تو اشارہ کر کے اس مرید کو فرمایا۔ کہ جس کوزہ سے میں نے وضو کیا۔ اس کے



یا قیامندہ پانی سے تو وضو کر لے۔ مگر مرید رعایت ادب کی وجہ سے کوزہ کے پاس بھی نہ جاتا تھا۔ حضرت شیخ نے اس مرید کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ میں نے یہ پانی آپ کو بخش دیا ہے۔ اور چاہتا ہوں کہ اسی سے وضو کر لو۔ وہ مرید کہتا ہے۔ کہ اس کے بعد میں نے وہ کوزہ اٹھایا اور جب وہ پانی میرے ہاتھوں پر پڑ گیا۔ میں نے اپنے اندر فوراً ہی ایک باطنی ترقی محسوس کی۔ اور وضو ختم کرنے کے بعد تو طاعتِ خداوندی کی محبت میرے دل میں ایسی جاگزیں ہو گئی کہ قیام سے رکوع اور رکوع سے سجدہ کی طرف منتقل ہونا صرف ضرورت کی وجہ سے تھا۔ کیونکہ قیام و رکوع و سجدہ کے بغیر نماز ادا نہیں ہوتی۔ درنہ میری محبت اس درجہ ہو گئی کہ میں چاہتا تھا کہ تمام عمر صرف قیام ہی میں رہوں۔ یا اپنی عمر کو بس ایک رکوع میں گزار دوں۔ یا ایک سجدے ہی میں بسر کروں۔ اس کے بعد کبھی بھی طاعتِ خداوندی میں کوئی کاہلی اور سستی نہیں آئی اور شب و روز طاعاتِ خداوندی میں مشغول رہتا۔ اور اسی طریقہ پر مدتوں عبادت کرتا رہا۔ اور لوگوں کے درمیان میری عزت اور احترام کافی بڑھ گیا۔

دوسرا واقعہ (۲) شیخ دریا خان چمکنی سے منقول ہے کہ وہ کہتا ہے۔ کہ میں اپنے قصبہ میں سردار و رئیس تھا۔ لیکن کرم الہی اور فضل سبحانی سے منفر موجودات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایک وقت مجھ پر روحانی حور سے ظاہر ہوئے۔ اور ان کی برکت و توجہ سے مدتوں تک میری حالت یہ رہی۔ کہ نماز و عبادت کے بغیر میرا کوئی اور کام ہی نہ تھا۔ اور میری زبان پر درود شریف اور تلاوتِ کلام اللہ کے سوا اور کوئی چیز جاری ہی نہ ہو سکتی تھی۔ کچھ مدت کے بعد باطنی طور سے میری ملاقات حضرت شیخ آدم بنوری سے ہو گئی۔ میں نے چاہا کہ باہم وقت آزمائی کر کے دیکھیں۔ انہوں نے فرمایا کہ اول آپ ہی اپنی

قوت مجھ پر آزما دیکھیں۔ میں نے کہا۔ نہ۔ اول آپ ہی آزمائیں۔ چنانچہ حضرت شیخ  
 آدم بنوریؒ نے میرے سر پر ہاتھ رکھا۔ اور مجھ پر غالب آگئے۔ اس کے بعد میں  
 ان کی خدمت میں جا کر حاضر ہوا۔ انہوں نے تلقین و ارشاد سے میری تربیت کی۔  
 اور خلافت کا اذن مرحمت فرمایا۔ لیکن میرا مقصد یہ تھا کہ میرے دل سے دنیا کی  
 محبت بالکل منقطع ہو جائے۔ اور قلب کو بالکل یکسوئی حاصل ہو جائے۔ لیکن ان کی  
 مجلس میں مجھے یہ حالت ہاتھ نہ آتی تھی۔ یہاں تک کہ خود انہوں نے ایک روز ارشاد  
 فرمایا۔ اے شیخ دریا! شیخ رحمکار کو دیکھنا ہے۔ یا یہ فرمایا کہ شیخ رحمکار کو دیکھو۔  
 میں نے کہا کہ ہاں سنا ہے کہ اُس علاقہ میں ایک شخص ہے جو پہاڑوں میں رہتا  
 ہے۔ اس واقعہ کے بعد میں حضرت آدم بنوریؒ کی خدمت سے رخصت ہو کر  
 وطن آیا اور جب اپنے مکان پر پہنچا تو ایک دفعہ شیخ المشائخ شیخ رحمکار قدس اللہ  
 سرہ نے باطنی طور سے مجھ پر ظہور فرمایا۔ اُن کے سامنے میری کوئی قوت و حیثیت نہ  
 تھی۔ میں نے اُن کے جوتوں کو خدمت کے طور پر اُن کے سامنے رکھا۔ اور میں نے  
 معلوم کر لیا کہ بلندی و رفعت میں ان کا مرتبہ آسمان کی طرح اور پستی میں میرا درجہ  
 زمین کی طرح ہے۔ اس کے بعد میرے دل میں ان کی زیارت کی محبت بڑھ گئی۔ اور  
 دیدار کا شوق حد درجہ غالب ہوا۔ اور ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کر کے  
 روانہ ہوا۔ اور جب حضرت شیخؒ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ تو پہلے ہی ملاقات میں  
 نظر پڑتے ہی محبت بڑھنی شروع ہو گئی۔ اور میں اس رُوح مبارک کا عاشق زار  
 بن گیا۔ جب اس طرح خدمت اقدس میں چند دفعہ آنا جانا ہوا۔ تو حضرت نے  
 کھوری کا وظیفہ ارشاد فرمایا۔ اس وظیفہ کے اثناء میں ایک دفعہ حضور پر نورؐ میں حاضر  
 ہوا۔ آپ نے پھر مجھے گھر رخصت کیا۔ جاتے ہوئے جب یوسف خیل نامی گاؤں میں  
 پہنچا۔ تو اسی رات کو خواب دیکھتا ہوں کہ میں منبر پر کھڑا ہوا خطبہ پڑھ رہا ہوں۔ اور

گھومتا جاتا ہوں۔ ناگاہ ایک شخص حاضر ہوا اور کہا کہ یہ خطبہ تو حضرت شیخ المشائخ  
 شیخ رحمکار کا ہے۔ اس کے درجے کو تو نہیں پہنچ سکتا۔ جس قدر کہ تیرا مقصد ہے۔ بس  
 امی تدر پڑھو۔ جب میں خواہتا بیدار ہوا۔ میرے دل سے دنیا کی محبت بالکل نکل  
 گئی تھی۔ اور اس کے بعد سونے چاندی کے ڈھیر بھی میری نظروں میں خاکِ راہ  
 کے برابر تھے۔ اور اچھے اچھے کپڑوں اور زیب و زینت کو ترک کر کے گلیم پوشی  
 اور خرقہ پوشی کو پسند کیا۔ لیکن حضرت شیخ نے ایک دفعہ مجھ سے فرمایا۔ کہ آپ کے ساتھ  
 مناسب یہ ہے کہ قبائلی رہو۔ اگرچہ اس وقت حضرت کا یہ ارشاد میرے دل کو نہیں  
 لگا۔ لیکن کچھ مدت کے بعد حضرت کے اس ارشاد نے مجھ پر اثر کیا۔ اور میں نے قبائلی پوشی  
 اختیار کی۔ اور میں سمجھ گیا کہ انہوں نے میرے کاموں کو خوب سمجھا تھا اور میں نہیں جانتا  
 تھا اور یہ بھی سمجھ گیا کہ حضرت کا کوئی کلام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

**تیسرا واقعہ** حضرت شیخ عبد الحلیم اپنے استاد سے نقل فرماتے ہیں۔ کہ  
 ایک روز حضرت شیخ گھر کے اندر اپنی اہلیہ صاحبہ کے ساتھ کچھ  
 باتیں فرما رہے تھے اور منتہی تھے۔ اہلیہ صاحبہ نے خدمت میں عرض کیا کہ آپ کی  
 نظر فیض اثر اور توجہ کی برکت سے اطراف و جوانب کے بے شمار لوگ انوار و نفا  
 سے منور و بہرہ ور ہو گئے اور مراد کو پہنچے۔ مگر خود آپ کی اولاد ابھی تک ان توجہات  
 باطنیہ سے محروم ہے۔ اگر ان کی طرف بھی نظر و توجہ کی مہربانی فرمائیں تو میرے دل  
 سے غم و پریشانی دور ہو جائے گی۔ اور ان کو بھی کچھ شرف حاصل ہو جائے گا۔  
 حضرت شیخ نے فرمایا کہ ہر درخت اپنے اپنے مقررہ وقت پر پھل پھول دیتا ہے  
 جلدی نہ کیجئے۔ لیکن اہلیہ صاحبہ نے اپنے بیٹوں کی محبت کے جوش و اشتیاق میں  
 دوبارہ پھر عرض کیا کہ بڑی مہربانی ہوگی اگر ایک نظر کی توجہ فرمائیں وہ بھی مسترشد  
 بناد ہوں گے۔ اور میرے دل کا اضطراب بھی دفع ہو جائے گا۔ حضرت نے ارشاد

فرمایا کہ جب تو ان کے وقت پہنچے تک صبر نہیں کر سکتی اور خداوندِ قدیر کی تقدیر  
 کو نہیں دیکھتی پس پانہے کہ کل جس وقت میں مسجد سے نکل کر گھر آ رہا ہوں اس وقت  
 ان سب کو میرے راستہ میں رکھ کر دینا۔ خود آپ کو تقدیرِ سبحانی کے اسرار سے  
 واقفیت ہو جائے گی۔ جب وہ رات گذر گئی دوسرے روز نمازِ اشراق کے بعد اہلیہ صابون  
 نے اپنے رطلوں کو ایک خادمہ کے حوالہ کر کے بھیجا اور انہیں راستہ میں رکھ کر دیا۔

حضرت شیخ نے جب اشراق کی نماز پڑھ لی اور مسجد سے نکل کر گھر کی طرف روانہ ہونے  
 لگے۔ تو نظر زمین کی طرف نیچی ہی رکھی۔ جب گھر کے قریب پہنچے تو ان کے صاحبزادے  
 اس جگہ سے کہیں ادھر ادھر ہو گئے تھے۔ اس وقت جب حضرت شیخ نے آنکھ اٹھا کر  
 نظر ڈالی تو وہ تو موجود نہ تھے نظر مبارک ایک سیاہ گتے پر جا کر پڑی۔ اسی وقت  
 ہی وہ گتے بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا اور حضرت شیخ اس جگہ سے تشریف لے گئے  
 وہ گتا پانچ دن رات بے ہوش پڑا رہا۔ جب پانچ دن کے بعد ہوش میں آیا۔ تو  
 حضرت شیخ کے دروازے کے باہر غار بنا کر رہنے لگا۔ صبح و شام گروہ نواح  
 کے دیہات سے گتے اکٹھے ہو کر اور دو زانو ہو کر ذکر اللہ کرتے اور خود وہ گتا مراقبہ  
 کرنے والے کی طرح زمین پر سر رکھے خاموش بیٹھا رہتا اور بعض گتے ایسے مست  
 ہو جاتے کہ اسی جگہ پر لٹھکتے جاتے تھے اور اپنی کچھ خبر نہ ہوتی۔ بہت سے لوگ ان  
 کتوں کا تماشہ دیکھنے اور عبرت حاصل کرنے کے لئے جمع ہو جایا کرتے تھے۔ اور وہ گتا  
 عمر بھر تک اسی طرح صبح و شام ذکر کر دگار میں مشغول رہا۔ اور حضرت شیخ رحمہ اللہ کی  
 نظر فیضِ اثر کی برکت سے تازندگی اس کی بس یہی حالت رہی۔

سگ اصحاب کہف روزے چند  
 پیے مرداں گرفت مردم شد

حضرت شیخ رحمہ اللہ کے اس ارشاد سے کہ "ہر درخت اپنے اپنے وقت  
**فائدہ** پر پھل پھول دیتا ہے۔" یہ معلوم ہوا کہ آپ اپنے صاحبزادوں کے متعلق  
یہ تو جانتے تھے کہ ان میں باطنی فیوض و برکات اور روحانی ثمرات کی اہلیت و قابلیت تو  
موجود ہے۔ اور آگے جا کر کے یہ حضرات خوشبودار پھول اور خوش رنگ و خوش مزہ پھل  
کی صورت اختیار کریں گے۔ مگر ابھی موقع نہیں کہ ان کو بس ایک توجہ کی تاثیر سے اس مقام  
تک پہنچا دیا جائے جس مقام پر آگے جا کر کے یہ فائز ہونے والے ہیں۔ آپ چونکہ میدان  
طریقیت کے شہسوار اور ان علوم و معارف کے کامل ترین ماہر تھے۔ اس لئے آپ کا جو  
اندازہ تھا۔ وہ درست تھا۔ اور چاہئے تھا۔ کہ اہلیہ صاحبہ اس کے مطابق مزید اصرار نہ  
کرتی۔ مگر والدہ کی جو شفقت و مہربانی اپنی اولاد پر ہوتی ہے۔ اس طبعی رافت و رحمت نے  
اسے بھی مجبور کر دیا تھا۔ کہ وہ بار بار اصرار کر رہی تھی حضرت شیخ رحمہ اللہ سمجھے کہ اب مزید  
انکار کرنے سے وہ یہ سمجھے گی کہ میں قصداً اپنی اولاد کے متعلق بے توجہی برتنا ہوں۔ اور  
ان کو ایسے کمالات و فضائل کے حصول سے محروم کرتا ہوں جو عام طور سے آنے جانے والوں  
کو میرے ہاں سے ملا کرتے ہیں۔ اس لئے فرمایا کہ اچھا ان کو فلاں وقت میرے سامنے کھڑا  
کر دو۔ تاکہ خود آپ کو بھی معلوم ہو جائے کہ ہماری تدبیروں کے باوجود تقدیر کے مطابق  
وقت مقررہ سے قبل کوئی کام سرانجام نہیں پاسکتا۔ اور ہر کوشش بے کار و بے نتیجہ  
ہو جائیگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت شیخ رحمہ اللہ نے اپنی وہ نظر توجہ جس کے اثر سے سیاہ  
قلوب کے رنگ دور ہو جاتے تھے۔ اور جس کی برکت سے لوگوں کی زندگیاں یکسر بدل جایا  
کرتی تھیں۔ اپنے صاحبزادوں پر ڈالنے اور ان کو بھی اپنے رنگ میں رنگنے کی کوشش کی۔  
مگر ان کی بجائے نگاہوں کے وہ نورانی شعلے ایک سیاہ گتے پر پڑے۔ اور ان کی نگاہ  
کی وجہ سے اس کی حالت منقلب ہو گئی۔ بعض لوگوں کو شاید اس میں کچھ استبعاد و استعجاب  
نظر آئے۔ لیکن ادلیا اللہ کی توجہ و نظر جس کی حیثیت کراماتی نظر اور خارق عادت نگاہ

کی ہوتی ہے۔ اس قسم کے اثرات دکھایا کرتی ہے۔ اور جس طرح ایک انسان اس سے متاثر ہو جایا  
 کرتا ہے۔ اسی طرح دوسرے حیوانات پر بھی اثر پڑ سکتا ہے۔ اور ان کی حالت بھی بدل سکتی ہے  
 ایک دن بہت دور سے ایک شخص خدمت اقدس میں  
**چوتھا واقعہ** آکر حاضر ہوا اور نہایت الحاح و تڑاری کے ساتھ عرض کرنے  
 لگا کہ مہربانی فرمایا کر تو جہات کی عنایت کیجئے جبکہ شخص حضرت شیخ کی خدمت سے  
 رخصت ہو کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا تو رات راستہ میں ایک مقام پر جا کر  
 گزارا۔ رات کے وقت خواب میں اس کو کوئی ایسی بات ظاہر ہو گئی کہ دنیا اور  
 زن و فرزند کی محبت سے اس کا دل بالکل سرد ہو گیا۔ صبح وہ شخص اسی مقام سے  
 واپس ہو کر پھر دوبارہ خدمت اقدس میں آکر حاضر ہوا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ  
 جب تو یہاں سے نکل کر روانہ ہوا تھا تو میری یاد سے نکلا نہیں تھا۔ اس شخص نے عرض  
 کیا کہ حضرت مجھے تو ڈر لگتا ہے کہ کہیں دیوانہ نہ ہو جاؤں۔ حضرت شیخ نے اس کو  
 بڑی تسلی دی خوب اطمینان دلا کر فرمایا کہ بالکل خیریت ہے کسی قسم کا خوف و خطر  
 نہ کرنا۔ مگر اس شخص نے پھر عرض کیا کہ میں تو ڈرتا ہوں۔ اسی طرح تیسری مرتبہ پھر کہا  
 اور حضرت شیخ کے سمجھانے سے بھی اس کی تسکین خاطر نہ ہوئی۔ اور اطمینان قلب  
 حاصل نہ ہوا۔ تو اس کے بعد حضرت شیخ نے اپنا دست مبارک اس کے بدن پر تلا۔ تاخذ  
 لگتے ہی اس سے وہی حال غائب ہوا۔ اب جا کر اس شخص کو یقین حاصل ہوا کہ یہ  
 حالت تو ایک عظیم الشان نعمت تھی مگر میں نے اس کی قدر نہیں پہچانی اور بہت  
 نادم و پشیمان ہوا اور پھر الحاح و تڑاری کرنے لگا اور خوب گرا گرا کر عرض کیا اور بہت  
 افسوس کیا مگر خود کردہ راجہ علاج کچھ تائدہ حاصل نہ ہوا موقع غنیمت کو خود اپنے ہاتھ  
 سے کھودیا تھا مگر پھر بھی اس قدر برکت حاصل ہو گئی تھی کہ ہمیشہ نماز پنجگانہ باجماعت ادا  
 کرتا رہا اور قرآن مجید کی تلاوت بافانہ کہے کے اچھا قرآن خواں بن گیا اور منہیات

شرعیہ سے بہت دور رہتا تھا ہاں وہی حال اور وہ مجرت قلبی پھر ہاتھ نہ آسکی اور اس  
درجہ سے محروم رہا۔

ایک شخص خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور توبہ کی۔ اس  
**پانچواں واقعہ** سے پہلے ایک عورت کے ساتھ اس کا ناجائز تعلق تھا اس  
عورت کو بھی خبر ہو گئی کہ اس شخص نے حضرت شیخ المشائخ کی خدمت میں حاضر ہو کر توبہ  
کر لی ہے کچھ مدت کے بعد کسی مقام پر اس توبہ کرنے والے شخص کی ملاقات اس عورت  
کے ساتھ ہو گئی اور اس نے بدکاری کے لئے پھر اس کو طلب کیا۔ عورت نے فوراً جواب  
دیا کہ اب تو حضرت شیخ رحمہ اللہ کے دست مبارک پر ان کاموں سے توبہ کر گئے ہو چاہیے  
کہ ایسے کام پھر کبھی نہ کرو۔ وہ شخص وہاں سے ناکام لوٹ کر آیا۔ جب حضرت شیخ رحمہ اللہ  
کے سامنے آیا۔ حضرت شیخ نے اشارہ کر کے فرمایا کہ "اس شوخ کے لئے کوئی سزا مناسب  
ہو گی اس نے پھر عریضت سے اس عورت کو طلب کیا ہے اور فعل شیطانی کے تازہ  
کر دینے کا پھر ارادہ کیا ہے اور فرمایا کہ تیار مت کے دن جس وقت گرفتار ہو جائے  
تو کس طرح نجات پاسکتے" وہ شخص شرم کے مارے سرنگوں ہو گیا اور سمجھ گیا کہ حضرت  
شیخ کو اس واقعہ کی ساری حقیقت منکشف کرائی گئی ہے اور آپ اس راہ تہانی  
سے مطلع ہو چکے ہیں۔ ان چند الفاظ کا اس پر اس قدر اثر پڑا کہ اس کے بعد اس شخص  
نے افعال بد سے بالکل بچا اور بڑا پکا متقی بن گیا۔

حضرت شیخ عبد الحلیم آپ کی تاثیر نظر اور کیمیا نظری کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں  
حضرت ایشا کیمیا نظر بودند بر ہر شخص ناخواندہ کہ نظر آتہ دے حالے از باطن را ناظر شدہ  
روئے نمودے کہ اورا از اعلیٰ حاصل شدے کہ مردم در کلام و قال او متعجب بہ تعجب باندے  
در بیچ عالم اورا بخت قوی رونے تو آستے کرد و باوجود بے علمی عمل بشریت کردے  
و عمل حقیقت نیرد آستے و معرفت و حقیقت را بوجہ حسن بیان فرمودے - (ص ۱۷۹)

تذکرہ: حضرت کیمیا گتے ہیں تا خواندہ پر بھی آپ کی نظر پڑ جاتی اس کی  
باطنی حالت عجیب طرح سے ظاہر ہو جاتی اور اس کو ایسا علم حاصل ہو جاتا  
کہ لوگ اس کے کلام سے تعجب و تعجز رہ جاتے اور کوئی عالم پھر اس کو دلائل  
سے زیر نہ کر سکتا اور بے علمی کے باوجود شریعت پر عمل کرنے لگ جاتا اور  
طریقت بھی جان لیتا اور معرفت و حقیقت کو بہترین طریقہ پر بیان کرنے لگتا۔

پہنچے اسی سلسلہ میں حضرت شیخ عبدالحلیم ایک واقعہ لکھتے ہیں

**چھٹا واقعہ** کہ ایک عامی اور خالص آن پڑھ فتح نام آپ کی حیات مبارکہ  
میں قدرت اقدس میں بہت حاضر ہوا کرتا تھا ایک دفعہ حضرت نے اس کے بارے  
میں فرمایا کہ یہ شخص خداوند تعالیٰ کو طلب کرنے والا ہے۔ وہ شخص اپنی عملی حالت کو دیکھ  
کر شرمندہ سا ہو گیا اور نگاہیں نیچی کیں کہ اس بارے میں تو اپنے اندر میں کچھ نہیں پاتا  
اور ناشائستہ عمل کر رہا ہوں اور اس کے باوجود حضرت نے یہی فرمایا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت  
شیخ اس وارفتا سے دار بقا کی طرف رحلت فرما گئے۔ وفات کے تیسرے روز یا کچھ کم و  
بیش حضرت شیخ نے اس شخص پر ظہور فرمایا اور بہت توجہ و مہربانی فرمائی۔ اس کے بعد  
اس پر بہت تاثیر ہونے لگی۔ اور اس کو حکم دیا کہ فلاں مقام پر جا کر رہو اور وہ جگہ بارہ  
تیرہ کوس کے فاصلہ پر واقع تھی وہ شخص گیا اور لوگوں سے کنارہ کش ہو کر کچھ عزت میں  
بیٹھ گیا لیکن اس کے دل میں وساوس و خطرات گزرتے تھے کہ یہ کیسی شیطانیاں دھوکہ نہ  
ہو اسی حالت میں بہت روتا اور منہموم و محزون رہا کرتا تھا۔ پس حضرت شیخ نے دوبارہ  
اس پر ظہور فرمایا اور آکر ارشاد فرمایا کہ کون اس شخص کی برابر می کر سکتا ہے جس کا خداوند  
عزوجل خود دیکھیں و کھیل بن جائے۔ پس اس سے وہ سب خطرات دل سے ہٹ گئے اور  
اس مکان میں آرام و اطمینان کے ساتھ سکونت کرنے لگا۔ کم و بیش سات سال تک  
اس کچھ تنہائی میں رہا اور ہمیشہ بیمار و مریض ہی رہتا۔ وہ شخص خود نقل کرتا تھا کہ



اس بیماری میں میری حالت بچہ کی طرح پر تھی کہ پیدا ہونے کے بعد اول اول لیٹا رہتا ہے پھر بیٹھنے لگتا ہے پھر کھڑا ہونے لگتا ہے اور اس کے بعد تھوڑا تھوڑا چلنے لگتا ہے میں بھی بچے کی طرح ان مختلف احوال کو طے کرتا رہا۔ اور سات سال کے اندر تین سال تک مجھ پر غلبہ حال تھا۔ اور حضرت شیخ ہمیشہ مجھ پر توجہات فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کی خاطر اقدس میں میرے متعلق تسلی حاصل ہو گئی کہ وہ حال حق سبحانہ و تعالیٰ نصیب ہو گیا ہے۔ اور نیز یہی شخص روایت کرتا ہے کہ حضرت شیخ نے تین مرتبہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ مبارک میں میری ملاقات و زیارت کے بارے میں عرض کیا اور تیسری دفعہ عرض مقبول ہوئی۔ اور خود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پاس تشریف لائے کی مہربانی فرمائی اور مجھ کو اپنے دیدار فیض آثار سے معظم و مکرم بنایا۔ اور حضور کے ساتھ بعض صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی رفاقت تھے۔ کہ ان میں سے ایک تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اور ہمارے حضرت شیخ بھی ان سے آگے آگے و ایسی طرف بطور ادب و احترام آ رہے تھے۔ اور حضور سے عرض کر رہے تھے کہ آہستہ آہستہ تشریف لے جانا چاہیے کہ کہیں وہ ڈرنے جائے۔ جب سرور کائنات منقر موجودات تشریف لائے اور مجھ کو اپنے دیدار سے مشرف فرما گئے تو اکڑتے ہو کر تبسم فرما رہے تھے اور یہ ارشاد فرمایا کہ اے الہی بے بنوں نے کیا کیا اور بے بنوں نے کیا کیا۔ یہ گندگیوں سے آلودہ بندہ ہے مگر محض آپ کا فضل و کرم۔ حضرت شیخ عبدالحامیم اس کی تشریح فرماتے ہیں

یعنی بعض بیماریوں سے کہند قبول نہ آتے۔ بعض را اگر پہ در خرابات باشد  
قبول تو رہبر ایشان گردد و توبہ نصیب گردد و قبول آتد و بہ حقیقت و محبت  
موسوں شود۔ ۱۵

توجہ سے۔ یعنی بعض لوگ یہ ظاہر بہت نیچی کرتے ہیں لیکن کسی وجہ سے وہ قبول نہیں ہوتی۔ اور بعض اگرچہ شراب خانہ میں ہوں آپ کا فضل ان کی رہبری کرتا ہے۔ اور ان کو توبہ نصیب ہو جاتی ہے اور قبول ہو جاتی ہے اور حقیقت و محبت سے موصوف ہو جاتا ہے۔

پس اس شخص کو علوم باطنیہ سے ایسے علوم حاصل ہوئے کہ اس کے سینہ میں عالم معرفت و علم حال و حقیقت کے عظیم الشان دریا موجیں مارنے لگے۔ وہ شخص کہتا ہے کہ روئے زمین کی بیماریاں مجھے دکھلائی جاتی تھیں میں ان سے واقف ہوتا اور ان کو دیکھ لیتا تھا اور نیز فرماتے کہ میں نے اپنی حالت معلوم کر لی کہ سارے اعمال میں بہترین عمل نیک نیت ہے پس چاہیے کہ کسی طور سے یہی اس کو ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے۔ بیت

چہرے فنونِ شیخ نیرزد یہ نیمِ نخس راحتِ ساں بہ دل کہ میں مشربِ است بس

ایک شخص کچھ ہدیہ ساتھ لے کر حضرت شیخ کی خدمت میں

## سأوال واقعہ

شرف زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ حضرت نے اس کی

حالت پوچھی اور خوب خوب مہربانی فرمائی اور پھر تھوڑی دیر بعد حضرت اپنے دولتکدہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ چند قدم گئے ہوں گے کہ واپس پلٹ کر اس شخص کے بالمقابل اس کی طرف متوجہ ہو کر کھڑے ہو گئے۔ آپ کی اس توجہ کی برکت سے اس شخص کی حالت ایسی ہو گئی کہ تین ماہ تک اس کے وجود میں خواب کا ظہور بھی نہ ہوا۔ اور اس پر ایک عجیب کیفیت طاری تھی اور سلوک کے بہت سے مراحل طے ہوئے۔

درساغِ چشم تو نہ دانم چہ شراب است برہر کہ نظرے فگنی مست و خراب است

حضرت شیخ کے معتقدین و مریدین میں سے ایک شخص ایک

## سأطوال واقعہ

دفعہ زیارت و ملاقات کی سعادت حاصل کرنے کے لئے آیا

اس سے پہلے اسے کبھی آنے کا موقع نہ ملا تھا۔ جب خدمت میں پہنچا۔ اس نے پانچ روپیہ ہدیہ خدمت اقدس میں پیش کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اس نے اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ روزانہ ایک ایک دیا کروں گا۔ تاکہ اس طرح میری پہچان آپ کے ساتھ خوب اچھی طرح ہو جائے وہ شخص روایت کرتا ہے کہ میں نے آپ کو ایک نگاہ سے جب دیکھا تو اسی نگاہ کی برکت سے آپ کی مہربانی و عنایت سے میں نے ایسا فیض پایا کہ مٹی اور سونا میری نٹروں میں دونوں ایک ہو گئے۔ اور دنیا سے بالکل منقطع ہو گیا۔ اور دنیا کی کوئی محبت و وقت میرے دل میں نہ رہی۔

**توال واقعہ** مریدوں میں سے ایک مرید خاص ایک دفعہ مجلس میں حاضر تھا۔ اس وقت حضرت شیخ عذبات لاقتناری میں مستغرق تھے۔ مرید بھی اس حالت سے متاثر ہوا اور کھڑا ہو کر مضطربانہ سر ہانڈے لگا اور یہی سمجھ رہا تھا کہ میرا سر آسمان چہارم پر جا کر لگ رہا ہے نفوٹھی دیکھ بعد حضرت شیخ نے ایک شخص کو فرمایا کہ اس کو کہو کہ آرام و سکون سے بیٹھ جائے۔ مرید مجرب نے کہا کہ اختیار میرے ہاتھ میں نہیں رہا اور عنان اختیار میرے ہاتھ سے تو چھوٹ گیا ہے ان باتوں کے ہوتے ہی اس مرید پر الٰہی اعتبار شروع ہوا اور آرام کیے بیٹھے گیا۔

**دوسرا واقعہ** مریدوں میں سے ایک مرید ایک دفعہ مجلس میں حاضر تھا آپ نے اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور توجہ فرمائی۔ وہ مرید کہتا ہے۔ کہ آپ کی نظر پڑتے ہی میں نے محسوس کیا کہ میرا سر آسمان پر پہنچ گیا۔ اور جب دوسری بار نظر فرما کر توجہ کی تو اس سے میرا وجود موہ کپیرت آگ پر نکل گیا اور میں گہرا گیا کہ میرا بدن بتدریج جدا ہو جائے گا لیکن خیریت ہوئی کہ میں اپنی حالت پر باقی رہ گیا۔

۱۰ حضرات سو فیائے کرام کو ساوک کی منزلیں ملے کیتے ہوئے اس قسم کی حالتیں رہنمایاں گئے تھیں

گیارہ سوال واقعہ

باشندگان ہند میں سے ایک تاجر آپ کا نہایت معتقد تھا ایک دفعہ اس کے ہاں تجارت کی بھری کشتی سمندر میں طغیانی کی وجہ سے ڈوبنے لگی۔ اس حالت میں وہ اپنی بیوی اور بچے کے ساتھ سمندر سے اللہ تعالیٰ کے دربار میں دعا مانگی اور تدرمانی کہ اگر خداوند تعالیٰ نے میری کشتی کو سلامت ساحل مراد پر پہنچا دی تو میں ایک ہزار روپیہ اپنے مرشد شیخ رحمہ اللہ کے لئے نذر کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا منظور کی اور بالکل محفوظ دامون ہو کر وہ اپنے گھر خوش و خرم پہنچ گیا۔ اپنے کاروباری سلسلہ میں اس کو کچھ ایسی غفلت ہوئی کہ وہ اپنا وعدہ اور اس کا پورا کرنا بالکل بھول گیا۔ حضرت شیخ المتاخر کے مریدین و خواص میں سے شیخ محمد حیات آپ کا ایک خادم تھا۔ آپ نے اس کو بلا کر فرمایا کہ ہندوستان جا کر وہاں فلاں مقام پر فلاں نام تاجر شخص ہے اس کو کہو کہ جو انہی کا تقاضا تو یہ ہے کہ جو وعدہ کر چکا ہو وہ پورا کر دینا۔ مجھے حضرت شیخ نے بھیجا ہے کہ ہزار روپیہ جو لنگر کے نام تو نے وعدہ کیا تھا وہ دے دینا۔ چنانچہ حضرت شیخ کے ارشاد کے بموجب شیخ محمد حیات وہاں گیا نام و مکان پوچھ کر اس سے ملا۔ یاد دہانی پر اس کو اپنا وعدہ یاد آیا۔ اس نے نہایت کا اظہار کر کے فوراً ہزار روپیہ اس کے حوالہ کر کے رخصت کیا۔ جب شیخ محمد حیات گجرات پہنچا تو اس وقت اس شہر میں ایک دندھی نہایت حسینہ اور شہرہ آفاق تھی سو روپیہ ایک رات کے عوض لیا کرتی تھی۔ دور دور سے مالدار اور مریض انقلاب لوگ اس کے پاس آتے۔ شیخ محمد حیات کی جیب میں بھی ہزار روپے موجود تھے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۴۳) پیش آیا کرتی ہیں نفحات الانس حضرت حاجی اور دوسرے تذکروں میں اس قسم کے واقعات بہت منقول ہوئے ہیں حضرت امام ربانی کے مکتوبات میں بھی اس قسم کی باتوں کا تذکرہ ملتا ہے چنانچہ دفتر اول کے مکتوب نمبر ۱۰۱ میں مروج روح کے اس قسم کے واقعات کا ذکر تفصیل سے فرما گئے ہیں۔ ۱۰۱

ابلیس نے اس کو بھی بھڑکایا کہ چلو ایک سو روپیہ دے کر ایک رات تم بھی گیزار دو۔ حضرت  
 شیخ کے سامنے جا کر سو روپیہ کے خرچ ہونے کا کوئی بہانہ کر دو گے۔ چنانچہ اس اغوائے  
 شیطانی سے وہ اس محلِ بد کے لئے آمادہ ہوا۔ سو روپے دے کر اس رندِ می کے  
 ہاتھانہ کے اوپر چڑھ گیا۔ جب اس نے اس عورت کو ہاتھ لگانا چاہا تو راجی ہاتھ  
 نکل چو گئے اور بدکاری پر کچھ بھی قادر نہ ہو سکا۔ تمام رات اسی طرح گزری صبح شرمندہ  
 اتر آیا۔ پیچھے آجانے کے بعد پھر وہی قوتِ مرمی اور شوقِ کاغلبہ، دوسری رات سو روپیہ  
 اور دیدے اور جب گیا تو وہی حالت کہ بالکل عاجز و بے طاقت۔ غرض اسی طرح  
 دس رات مسلسل ہوتا رہا۔ جب دن کو اتر آنا شوقِ غالب آکر شیطان لعین اس فعلِ بد  
 پر آمادہ کرتا۔ پھر رات کو بالکل عاجز و لاچار ہو جاتا۔ دس راتوں میں ہزار روپے ختم ہو  
 گئے۔ آخری رات جب اس کے ہاتھ نکل چو گئے اور بدکاری سے عاجز ہوا تو خود بھی نہایت  
 ناوم و شرمندہ ہو کر آبدیدہ ہوا۔ وہ عورت بھی حیران تھی کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ اس نے پوچھا  
 اے نوجوان یہ بات کیا ہے تو نے پورے ہزار روپے خرچ کر ڈالے اور تجھ کو کامیابی کچھ  
 نہیں ہو سکی۔ کیا تو دیوانہ ہے یا کیا قسم ہے۔ شیخ محمد حیات رونے لگا اور ساری کہانی  
 کہہ سنائی کہ میرا ایک پر کمال ہے اس نے مجھے ہندوستان بھیجا تھا یہ ہزار روپے ان  
 کے ہیں۔ عورت نے جب یہ قصہ سنا تو فوراً ہی متاثر ہو گئی اور کہا کہ صد افسوس۔ ایسے  
 مرشد کمال گئے ہوتے ہوئے تو بدکاری کے لئے آمادہ ہوا۔ چل ہیں بھی اس کام سے  
 توبہ کرنے کے تمام احوال والا لاک کے سامنے چلی جاتی ہوں۔ مجھ کو بھی لے جا کر ایسے مرشد  
 کے پاؤں میں ڈال دے۔ چنانچہ اس رندِ می نے توبہ کی۔ اور دوسرے روز دونوں ہاں  
 سے حضرت شیخ رحمکاد کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوئے۔ جب آپ کی  
 خدمت میں پہنچے۔ آپ نے دور سے دیکھ کر تبسم فرمایا اور شیخ محمد حیات سے فرمایا کہ تو  
 نے تو شیطان کے اغوا پر پوری خبیانت کی لیکن فضلِ خداوندی سے محفوظ رہا۔ آئندہ

کبھی ایسے کام نہ کرنا۔ اور فرمایا کہ اچھا میں چاہتا ہوں کہ یہ عورت تیرے نکاح میں دوں  
اس عورت نے اپنے سابقہ بد اعمالیوں سے صدق دل سے توبہ کر کے بیعت کی۔ آپ  
نے فرمایا کہ بہتر ہے کہ محمد حیات کے ساتھ تیرا نکاح ہو جائے اس نے اجد خوشی منظور  
کیا۔ اتفاقاً نکاح کے بعد آپ نے شیخ محمد حیات کو فلافت دے کر ٹیکسلا کے گرد و لوارح  
کے علاقہ فافنپور حسن ابدال وغیرہ کے لوگوں کی تعلیم و تربیت کے لئے دلاں بھیج دیا۔ یہ بی بی  
نہایت پارسا اور عابدہ تھی اور اس پر حضرت شیخ کا رنگ چڑھ گیا تھا۔ شیخ محمد حیات  
عمر بھر وہاں رہے اور وہیں ان کی اولاد پھیل گئی جو آج تک موجود ہے اور تین سو سال  
گزر جانے کے بعد اب تک باقاعدہ وہ لوگ حضرت شیخ المصباح کے مرقہ مبارک کی  
زیارت کے لئے سال میں ایک دفعہ بیٹا کہ کے پہلے ہفتہ میں ضرور حاضر ہو جایا کرتے  
ہیں شیخ محمد حیات کا مزار اسی علاقہ میں موضع پلوٹ میں اب بھی موجود اور زیارت گاہ  
خلق ہے۔ ان دونوں کی نرینہ اولاد تو یہاں پھیل گئی لیکن ان کی ایک صاحبزادی  
بی بی رابعہ نہایت پرہیزگار اور ولیہ گزری ہیں اس کی شادی تحصیل تلہ گنگ کے  
موضع بڈھال میں جوٹن سنن میل آگے ہے ہوئی تھی اس کی اولاد وہاں پر اس  
علاقہ میں اس دادی کی وجہ سے محترم سمجھی جاتی ہے اور وہ لوگ بھی آج تک حضرت  
کا صاحب کے ساتھ ارادت و عقیدت کا تعلق رکھتے اور مزار پر آیا جایا کرتے  
ہیں۔

بی بی رابعہ کی قبر بڈھال میں انجھ سے تلہ گنگ جاتے والی۔ ٹرک کے قریب  
دائیں طرف واقع ہے۔ اور اس علاقہ میں ایک مشہور زیارت گاہ ہے۔

۱۵ یہ واقعہ عام تو اتر و شہرت کے علاقہ پشاور کے بعض قدیمی تذکروں میں بھی موجود  
ہے۔ مثلاً تذکرہ شمس الدین صاحب ص ۲۱۲ اور مجمع البرکات میں بھی موجود ہے۔

## بعد از وفات فیوضات

بطور تترہ چند واقعات ایسے بھی نقل کئے دیتا ہوں جن سے معلوم ہو سکے کہ اس  
 جہانِ فانی سے رحلت فرمانے کے بعد بھی آپ کی تو جہات کی تاثیر سے بہت لوگوں کو  
 فیوض و برکات پہنچتے رہے ہیں اولیاء کاملین کی تربیت و ارشاد کی تاثیر بعد از  
 وفات بھی باقی رہتی ہے بلکہ حضرت مجید و الف ثانی کے متعلق روایت ہے کہ  
 وقتِ وفات بہ فرزند خود خواجہ محمد سعید فرمودند کہ شفقت و اعانت مابہ شما  
 بعد از ارتحال ما زیادہ از ایام حیات میں جہانی خواہد شد کہ اس جا علائق بشری  
 در بعضی اوقات ناچار مانع اعانت و توجہ است و بعد الموت قراغ و تخر و است۔  
 (عمدة المقامات ص ۲۰۹)

تنبیہ :- اس موقع پر یہ بتلا دینا بھی ضروری ہے کہ اولیاء اللہ کی خدمت  
 میں حاضر ہونا ان کی زندگی میں بھی اس نیک مقصد کے لئے ہونا چاہیے کہ ان کی  
 صحبت میں رہ کر کچھ روحانی فیوضات حاصل ہوں۔ سنت کی پیروی احکامِ شریعت  
 کی پابندی اور ایمانی قوت بڑھے۔ اور اچھے اخلاق و اعمال کے زیور سے آراستگی  
 نصیب ہو۔ دنیوی اغراض، مال و متاع کی خواہش، مقدمہ بازیوں میں فتح مندی  
 یا اور اسی قسم کے خسیس مطالب و مقاصد کو دل میں لے کر جانا ان کی شان کے  
 خلاف ہے۔ اور خود اولیاء کرام کو یہ مشاغل و مطالب ناپسند ہیں ان کی وفات  
 کے بعد ان کے مقدس مزارات پر جانے کا مقصد صرف یہ ہونا چاہیے کہ چونکہ وہ اللہ کے  
 نیک بندے ہیں ان کے مزارات اللہ تعالیٰ کی رحمت کے پرنا لے ہیں ان کے وسیلہ سے  
 خداوند تعالیٰ روحانی فیوضات کی بارشوں سے مریہ دلوں کی کھیتیاں سیراب کرتے

ہیں۔ وہاں دلوں کے عقدے کھل جاتے ہیں سینہ انوار عرفان سے منور ہو جاتا یا کرتا ہے  
 اس لئے وہاں اپنی دینی حالت کی بہتری کے لئے جاتا چاہیے اور روحانی فائدہ حاصل  
 کرنا چاہیے۔ افسوس کہ آج کل لوگ زیارت اولیاء اللہ کے اصل مقصد سے غافل  
 ہیں اور صرف دنیوی خواہشات بلکہ یہاں اوقات ناجائز کاموں کے حصول اور تاروا  
 امور میں کاریابی پانے کے خیال سے ان پاک بندوں کے پاس جاتے ہیں۔ ایسے  
 لوگوں کو یقین کرنا چاہیے کہ خداوندی احکام کے یہ فرما بردار بندے اور اولیاء اللہ ایسے  
 سوالوں سے سخت ناراض ہوتے اور ایسے لوگوں کو ناپسند کرتے ہیں ان کو چاہیے کہ  
 اس قسم کے ناجائز حرکات و بدعات اور مزار کے پاس خلاف شریعت امور کا ارتکاب  
 کر کے اولیاء کرام کی مقدس رجوٹ کو نہ ستائیں۔ اور خدا اور رسول کے غضب سے  
 ڈریں۔

حضرت شیخ المشائخ شیخ رحمکار بھی مقررین بارگاہ خداوندی اور اولیاء کا ملین  
 میں سے ایک ممتاز ہستی تھے۔ اس لئے جس طرح حال حیات میں انہوں نے مخلوق  
 خدا کو راجح طرح سے فیض پہنچا کر ہزاروں کو اصل باللہ کر دیا تھا اور شد و ہدایت  
 کے سنگیڑوں پیاسوں کو سیراب کر کے مرشد و ہادی بنا گئے تھے۔ اسی طرح اس عالم  
 آب و گل سے نقل مکانی کے بعد بھی فیوض و برکات کے وہ چشمے ویسے کے ویسے جاری  
 رہے۔ بلکہ آپ کی کرامات و برکات کا مشاہدہ اور فیوضات باطنی کا احساس آج  
 بھی دیدہ دنیا کو پورے مناسب پر معلوم ہوتا ہے کہ چند واقعات مختصراً ذکر کرنے  
 سے پہلے حضرت شیخ عبدالحلیم کے مبارک الفاظ نقل کر دوں کیونکہ  
 قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

وہ فرماتے ہیں۔

و حال بعد فوت و رحلت حضرت ایشاں بسیار کساں فیضیا یافتہ سے یا بند



یہ دستور بعض راہِ خواب و بعض راہِ حضور مزار حضرت ایشاں و بعض ہم از خواب  
 و ہم از حضور مزار فیض سے یا بند و این فقیر جامع مناقب شیخ عبدالحلیم (نیر فہین  
 از روضہ متبرکہ حضرت ایشاں یافتہ و بدل محفوظ گشتا ندہ و اکثر مرتبہ بوقت حضور  
 روضہ متبرکہ انواع فیضها دانستہ اند ہرچہ وید دلہا من وید و ہرچہ شنیدگو شہ دل من  
 شنید بہ طریق ایگفتن کافی است بسیار کلام وری ہم از طریق ادب نیست  
 بنا بران اختصار بیان حال خود کردیم و ہم بر تہذیب کلام مائل و دل نمودیم (ص ۱۲)  
 ترجمہ:۔ اور اب رحلت و وفات کے بعد بھی آپ سے بہت سے

۱۔ مشہور یہی ہے کہ حضرت شیخ عبدالحلیم حضرت شیخ  
 رحکار کی حیات میں غلم ظاہری کی تحصیل میں مشغول تھے اور غلم باطنی کی طرف ابھی رجوع نہیں  
 کیا تھا۔ اسی سلسلہ میں ہندوستان تشریف لے گئے تھے۔ وہاں ہی تھے کہ حضرت شیخ  
 کی وفات ہو گئی۔ خبر ملنے پر حیرت و افسوس آئے تو میدانِ خالی تھا مزار مبارک پر مراقب  
 ہو کر نیوضات حاصل کرتے اور والد ماجد اپنے اس فرزند تیک اختر کی تربیت بطریق  
 ایسی کرتے رہے اور اسی طرح آپ کی باطنی تکمیل کے حالات عطا فرمائی۔ مقاماتِ قطبیہ کی اس  
 عبارت سے اس مشہور روایت کی تائید و تصدیق ہوتی ہے کہ آپ نے فیضِ روضہ مبارکہ سے  
 بعد از وفات حاصل کیا یہاں محمد بن عباس نے اپنی کتاب مناقب شیخ رحکار میں اس ضمن میں  
 ذکر کیا ہے اس میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ آپ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے اخذ فیض و استفادہ باطنی  
 کے لئے زیاد شریف تشریف لے گئے تھے وہاں انہوں نے خواب میں ایک واقعہ دیکھا جس میں  
 آپ کو بتلایا گیا کہ قریب خداوندی اور درجہ کمال باطنی میں حضرت شیخ جیلانی اور  
 حضرت کا صاحب ایک برابر ہیں۔ اس واقعہ کے بعد آپ نے اپنے والد ماجد سے استفادہ  
 کا ارادہ کیا اور گھر واپس تشریف لے آئے۔

لوگوں نے فیض پایا ہے اور پاتے رہتے ہیں اور دستور بعض کو خواب  
 ہیں اور بعض کو آپ کے مزار کی حاضری میں اور بعض کو خواب اور حاضری  
 مزار دونوں میں فیض ملتا ہی رہتا ہے۔ اور اس فقیر جامع مذاق (شیخ عبدالحکیم) نے بھی فیض آپ کے روضہ متبرکہ سے پایا ہے اور اسی سے کچھ حصہ ملا ہے  
 اکثر مرتبہ روضہ متبرکہ کی حاضری میں قسماً قسم فیوضات کا احساس کیا ہے  
 جو کچھ دیکھا میرے دل نے دیکھا اور جو کچھ سنا میرے دل کے کانوں نے سنا  
 صرف بطریق اشارہ کہنا کافی ہے۔ اس سلسلہ میں زیادہ گفتگو کرنا اور بات  
 کھولنا بھی ادب کا طریقہ نہیں۔ اس لئے میں نے اپنی حالت کو اختصاراً بیان  
 کیا اور اس مقولہ پر کہ بہتر کلام وہ ہوتا ہے جو کہ مطلب پورا بتلاوے اور  
 فقیر اہل عمل کیا۔

جب خود حضرت شیخ عبدالحکیم فرمائے کہ ”ہرچہ دید دل من دید و ہرچہ شنید گوش  
 دل من شنید“ تو پھر

اکنوں کرا و ماغ کہ پرسد زباغبان  
 بلب چگفت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد  
 ایک شخص حضرت شیخ کے خلیفہ دریا خاں چکنی کے پاس آکر مرید ہو گیا  
 پیر نے اس کو ذکر و تلقین اور کم خوردنی وغیرہ کا وظیفہ بتلایا اور مدت  
 تک وہ اسی مشغل میں مصروف رہا۔ اور اس پر کافی اثر ہو گیا۔ بعد ازیں شیخ دریا خاں کے  
 حسب الحکم شیخ محمد سرغلانی کے پاس جا کر حاضر ہوا۔ انہوں نے طریقہ کبرویہ کی تلقین و  
 ارشاد اور اوراد و وظائف کی تعلیم دی اور کچھ چلہ کتیاں بھی کیں جس سے تمام بدن  
 کو ذکر تمام حاصل ہوا۔ اور مختلف اطوار و انوار کے حصول اور مکاشفہ و ملاحظہ کثیر سے  
 مشرف ہوا۔ پھر شیخ علی نے اس پر توجہ باطنی فرمائی۔ اور اس نے طریقہ چشتیہ سے

بھی کافی فیض حاصل کیا۔ روح و قلب خوب مزکی و مصطفیٰ ہوا اور ذکر باری نے اس پر  
 خوب نعلبہ کیا اس کے بعد یہ نینوں حضرات مشائخ و ارفقا سے دار البقا کی طرف رحلت  
 فرما گئے۔ اب یہ شخص نہایت سرا سیمہ و پریشان ہوا۔ ہر وقت منہم و خزیں رہتا اور کشتہ کار  
 کی کوئی صورت بنتی نظر نہ آتی تھی۔ آخر کار اس نے حضرت شیخ رحمکار کے روئے منبر کی حاضر  
 شروع کی اور اس دربار میں آتے جلنے لگا۔ ایک دن وہ قبر مبارک کے پاس بیٹھا ہوا  
 تھا کہ قبر سورت سے ایک نور ظاہر ہوا اور اس شخص کے سینہ کے ساتھ آکر چپٹ گیا اور بزرگان  
 مذکورین سے حقیقت احوال و مقامات حاصل کر چکا تھا ان سب کو واپس لے لیا اور اپنی  
 توجہ فریاد کی سے ایسے احوال و مقامات کا اضافہ فرمایا کہ وہ تمام پر تامل آئے اور اس شخص  
 کو بانی و مرام کر دیا۔ اس شخص کا دل غیر خن سے بالکل فارغ و خالی ہو گیا (مقاماً قطبہ ص ۱۲۶)  
**دوسرا واقعہ** حضرت شیخ کا ایک مرید تھا۔ جو حضرت شیخ کے انتقال فرمانے کے  
 بعد نہایت بے قرار و مضطرب ہو گیا اس نے ایک دانا اور فاضل  
 شخص سے پوچھا اور ساری حقیقت کہوں کر ظاہر کر دی کہ میرا پیر و مرشد شیخ المشائخ  
 دار البقا کی طرف رحلت فرما گئے ہیں۔ ان کے بعد اگر میں کسی اور دوسرے بزرگوار کے طریقہ  
 میں داخل ہو جاؤں تو کیا یہ بات ٹھیک ہوگی یا نہیں؟ اس فاضل نے جواب میں کہا کہ  
 اگر آپ کے دل کو قرار و سکون نصیب نہیں تو جس بزرگ کے متعلق آپ کو یقین ہو جائے  
 اس کے ساتھ اپنا تعلق قائم کر دو اور اس کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ اس کے بعد دو  
 باتوں میں سے ایک بات ہو جائے گی یا تو خود حضرت شیخ آپ کو وہاں پہنچا دیں گے  
 اور حوالہ کر دیں گے اور ترقی پا کر اپنی مراد کو حاصل کر دیں گے۔ یا وہاں سے دور رہنے کا  
 کوئی اشارہ فرمائیں گے۔ اس کے بعد یہ مرید دوسری جگہ کا ارادہ کر کے روانہ ہوا۔ اور  
 دو جگہ جلنے کا قصد کیا اور اس کے پاس آمد و رفت شروع کی۔ چند مرتبہ حضرت عبداللہ  
 کو باطنی صاحب المعروف بہ حاجی بہادر صاحب کے پاس آیا گیا مگر کچھ فائدہ حاصل نہ ہوا

چند مرتبہ شیخ اللہ داود صاحب (عزت مند رو کے صاحب) کے پاس گیا پھر بھی کچھ  
 فائدہ مند نہ ہوا۔ اور اسی اثنا میں آئے جہاں بہت مدت گزر گئی۔ ایک دفعہ حضرت  
 شیخ المشائخ قدس سرہ نے خواب میں اس پر ظہور فرمایا اور دو پہاڑوں کے درمیان  
 پہاڑوں کو اس کے سامنے آئے اور فرمایا کہ اسے خلائ کیا تو چاہتے ہے کہ عبد اللہ کو اس  
 پہاڑ کے نیچے دیاؤں اور اللہ داد کو اس دوسرے پہاڑ کے نیچے۔ مرید کہتا ہے کہ اس  
 وقت مجھ میں جواب دینے کی قوت نہ رہی تھی۔ خود جواب دے کر فرمائے لگے اچھا میں  
 ان کو چھوڑتا ہوں کہ بھلا رہیں اور ان پہاڑوں کو اپنی اپنی جگہ پر رکھ گئے اور میرے کان  
 کو اپنے ہاتھ میں لے کر چیرا اور پھر اپنے ہاتھ سے جوڑ دیا۔ اور فرمایا کہ جس طرف جانا  
 چاہتے ہو چلے جاؤ میں نے تجھ کو نشان وار بنا دیا۔ اس کے بعد اس مرید کی محبت شیخ  
 عبد اللہ اور شیخ اللہ داد سے بالکل منقطع ہو گئی بلکہ اس کے حال میں بھی یک گونہ قلت  
 واقع ہو گئی۔ (مقامات قطبیہ ص ۱۲۳)

بعد از وفات افادہ باطنی اور ارشاد تربیت کے اس قسم کے واقعات و روایات  
 بہت ہیں۔ مختصر آید دو واقعے مقامات قطبیہ سے نقل کئے گئے۔ اور ایک تیسرا واقعہ  
 بھی مناسب حال سمجھتا ہوا کتاب تذکرہ مشائخ بکو یہ نقل کرتا ہوں۔

مولانا غلام رسول صاحب ساکن قلعہ مہاں سنگھ پنجاب میں ایک مشہور  
 عالم دین اور جادو بیان و اعظا اور بہت سی کتابوں کے مصنف گزرے ہیں ان کی  
 سوانح عمری میں یہ واقعہ لکھا ہوا ہے۔ کہ بچپن میں انہیں تعلیم حاصل کرنے کا بہت  
 شوق تھا۔ اسی شوق میں زیارت کا صاحب کے مقام پر حضرت کا صاحب کے  
 دروازہ پر انوار پر حاضر ہوئے۔ وہاں رہ کر انہوں نے کچھ استفادہ  
 کرنا چاہا۔ اور عسلی سلسلہ میں کثرت و کار کے لئے دعائیں  
 کیں۔ خواب میں حضرت کا صاحب نے ظہور فرمایا کہ اس کو

ارشاد فرمایا کہ اگر علم کی خواہش ہے تو مولوی صاحب بگہ والے کے پاس جا کر پڑھو  
 کامیاب ہو جائیں گے۔ چنانچہ مولانا صاحب اپنی تصنیف "سمتی پنوں میں کھینچے ہیں"  
 کہ میرے والد نے بھی اس خواب کی تصدیق کی اور مجھے لاہور میں تحصیل علم کی غرض  
 سے بھیجا۔ (تذکرہ مشائخ بگہ ص ۱۸)

## کرامات و خوارق

قبل ازیں عرض کر چکا ہوں کہ اصل کرامت استقامت عالی شہ رجس ہے اس  
 لئے کسی ولی کے تذکرہ و سوانح میں زیادہ تر ضرورت اس کی ہوتی ہے کہ اخلاق  
 و عبادات، اعمال و کردار اور افادہ و ارشاد کے متعلق معادوات بہم پہنچائے جائیں  
 اس لئے مقصد تو یہ نہ تھا کہ اس موضوع پر بھی کچھ لکھوں لیکن قارئین کرام میں سے  
 بعض کے مذاق اور رنگ طبیعت کا لحاظ رکھ کر مناسب معارف ہوا کہ حضرت شیخ  
 المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز کے چند خوارق و کرامات کا بھی مختصراً ذکر کر دوں تاکہ  
 یہ مختصر مجموعہ سوانح ہر پہلو سے مکمل رہے۔ حضرت شیخ کے مختلف فارسی پشتو مناقب  
 میں سنیکڑوں کی بات کا ذکر ہے اور ان سب کو اگر بالفصل نقل کرے گا کہ جاؤں  
 تو کتاب کی ضخامت کافی بڑھ جائے گی اس لئے اس تفصیل و استیعاب کو کسی دوسری  
 فرصت کے لئے چھوڑ کر یہاں پر صرف معتدترین کتاب مقامات قطب سے چند واقعات

۱۸ بگہ دریائے جہلم کے کنارے بھیرہ کے قریب ایک گاؤں کا نام ہے مولوی  
 صاحب بگہ والے سے مراد مولانا احمد الدین صاحب المتوفی ۱۲۸۶ھ میں جو ایک مشہور  
 عالم استاذ اکل اور جامع مسجد بھیرہ کے بانی ہیں آپ کا مزار جامع مسجد بھیرہ کے قریب واقع ہے۔ ۱۲۔

نقل کرتا ہوں۔

**پہلا واقعہ** حضرت شیخ رحمکار کے خلفاء میں سے شیخ دریا خاں چمکنی فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں نے حج چلے جانے کا ارادہ کیا اور حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر اجازت چاہی مگر آپ نے اجازت نہ دی۔ چند روز بعد پھر حضرت شیخ کی خدمت میں جا کر عرض کیا اور حج چلے جانے کی اجازت مانگی اس دفعہ حضرت شیخ نے مجھے حج چلے جانے کا اذن فرمایا اور مجھے رخصت کر گئے اور ازراہ مہربانی تھوڑی دور تک خود بھی حضرت شیخ میرے ساتھ روانہ ہوئے اور رخصت کرتے وقت مجھے فرمایا کہ اے شیخ دریا "ایں دیدن بمثل دیدن یوم قیامت مے نماید" یہ کہینا پھر روز قیامت کے دیکھنے کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ میں رخصت ہو کر حج کے ارادہ سے کہ سفر روانہ ہوا۔ اور میں جب ادا کے مناسک کے بعد سفر حج سے واپس آیا تو رات ہی میں قن بھار کے علاقہ میں پہنچ کر شیخ کے وفات کی خبر سنی۔ بہت غم و اندوہ لاحق ہوا۔ اسی وقت حضرت شیخ کا وہ آخری ارشاد یاد آیا جو وقتِ وداع فرما گئے تھے کہ "ایں دیدن بمثل دیدن قیامت مے نماید"۔

**دوسرا واقعہ** ایک شخص حضرت شیخ کی زیارت کے ارادہ سے آیا اور مسجد میں رات گزارنے کے خیال سے بیٹھا رہا۔ اور وہاں ہی سو گیا۔ کچھ حصہ رات گزر گیا تھا کہ ناگاہ حضرت شیخ مسجد میں تشریف لائے اور اس شخص کو خواب سے بیدار کیا اور فرمایا کہ جلدی اپنے گھر پہنچو۔ حسب الحکم وہ شخص راتوں رات اپنے گھر روانہ ہوا جب اپنی جگہ پہنچا تو بادل اٹھ آئے اور نہایت زبردست بادش ہو گئی اس شخص کے مال مویشی ایک کھلے میدان میں تھے جلد جا کر اس کو وہاں سے نکال کر لایا اور محفوظ مقام پر پہنچا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہاں ایک زبردست اور تباہ کن سیلاب آیا اگر یہ شخص وہاں جا کر انتظام نہ کرتا تو یقینی خطرہ تھا کہ اس کے تمام چارپائے اور مال مویشی

اس سیلاب میں غرق ہو کر تباہ و ہلاک ہوتے۔ اس شخص کو حضرت کے ارشاد اور گھر چلے جانے کی فرمائش کی حکمت اب جا کر معلوم ہو گئی۔ اور اسے یقین ہو گیا کہ یہ سب کچھ میرے فائدہ کے لئے کہا گیا تھا۔

حضرت شیخ کے مریدوں میں سے ایک مرید شیخ جانے کا قصد رکھتا تھا اس نے حضرت شیخ سے آکر اذن طلب کیا مگر آپ نے اس وقت

اجازت نہ دی۔ کچھ دن بعد آکر پھر اذن کا طالب ہوا اس دفعہ آپ نے جانے کی اجازت

دی اور رخصت کر کے فرمایا کہ اگر نہیں تجھ کو کوئی تکلیف و مصیبت درپیش ہو تو اللہ تعالیٰ

سے دعا میرے نام کو وسیلہ بنا کر کیا کرو۔ وہ مرید چندھارو امفیان کے راستہ سے

روانہ ہوا بہت سے دوسرے حاجی بھی ساتھ تھے راستہ میں جاتے ہوئے رافضیوں

کے ملک سے ان کا گزر ہوا انہوں نے حاجیوں کے اس سارے قافلے کو پکڑ لیا۔ اور

کہنے لگے کہ حضرات شیخین یعنی سیدنا ابو بکر الصدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ

عنها کو پکڑ لیا کہہ دو۔ مگر ان حاجیوں نے اس قول خبیث سے انکار کیا اور کسی طرح

بھی سب شیخین کے لئے آمادہ نہ ہو سکے۔ آخر کار ان شری رافضیوں نے نائی بلا کر اس

کو حکم دیا کہ ان سب کی داڑھیاں منڈھا ڈالے۔ نائی نے پکڑ کر ایک کی داڑھی کو بہ زور

منڈھا ڈالی اور دوسرے کی ریش تراشی کا ارادہ کر لیا تھا اور یہ دوسرا وہی مرید تھا جس

کو حضرت شیخ نے رخصت کرتے وقت فرمایا تھا کہ مصیبت کے وقت مجھ کو یاد رکھ۔ اس

مرید کو بھی پکڑ کر داڑھی منڈھانے والے تھے یہ بہت کوشش کرتا رہا کہ کسی طرح ان سے

چھٹکارا پائے اور اس ریش تراشی سے کسی طرح بچ جائیں مگر وہ کمبخت کسی طرح چھوڑنے

والے نہ تھے اسی کشمکش میں ناگاہ اس کو حضرت شیخ کی بات یاد آئی اور فریاد کر کے کہنے

لگا کہ الہی مجھ کو تو چھوڑتے نہیں اور خواہ مخواہ ہی داڑھی منڈھاتے ہیں جیسا اس نے اجازت

یہ شیخ کے توبل سے جناب باری میں فریاد کی۔ اسی وقت ہی ہلکے فہل کے کرم سے تیرے

ان روافض کے درمیان بھڑک پڑ گئی اور باجم ووگروہ ہو کر مخالفت ہو گئے اور اس  
 باہمی کشاکشی میں حاجیوں کو نجات پا کر وہاں چلنے کا موقع مل گیا۔ اور سب حاجی چکر  
 وٹا سے نکل آئے۔ دوسری دفعہ اس شخص کو روافض نے اکیلا پکڑ کر کے سب نشینین  
 پر مجبور کیا وہ کم بخت جبر و اکراہ سے سب کرا تا چاہتے تھے مگر وہ اتکار کرتا رہا۔ اسی  
 وقت بھی قریب تھا کہ وہ دارہی سندھانے پر قادر ہو جاتے کہ اس نے پھر حضرت شیخ کے  
 طفیل جناب باری میں آہ و زاری کی۔ اس دفعہ ایک بوڑھے مرد اور بڑھیا عورت  
 نے آکر اس کو دہائی دے دی کیونکہ اس دفعہ شہر کے اندر پکڑا گیا تھا۔

جب وہ شخص مکہ معظمہ پہنچ گیا وہاں ایک بزرگ نے اس کو بیعت کر کے اپنے  
 سلسلہ میں داخل کرنے کا مشورہ دیا۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے ایک جگہ  
 بیعت کی ہے اور مقصد کو پالیا ہے میں اپنا حکم اب اپنے اختیار میں نہیں رکھتا  
 عنان اختیار اب میرے ہاتھ سے نکل کر دوسرے کے ہاتھ میں ہے۔ اس بزرگ نے  
 پھر چند کوشش کی مگر کارگر نہ ہوئی۔ آخر الامر اس نے فرمایا کہ در صحبت کس مقدار کی  
 حاصل کر گئے ہو۔ اس مرید نے کہا کہ سرد مال تو قربان کر چکا ہوں اگر میری کھال  
 نکالی جاسکے تو مجھے اس میں بھی کچھ دریغ نہیں۔ اس کے بعد اس بزرگ نے فرمایا  
 کہ عارفوں کی یہی علامت ہے۔ اس کے بعد شام کے ملک میں ایک دوسرے بزرگ  
 نے اس مرید کو تلقین ذکر کی دلالت کی۔ اس کو بھی وہی جواب دیا۔ اور خدمت قبول  
 نہیں کی۔ جب وہ مرید سفر حج سے واپس ہو کر وطن آیا اور حضرت شیخ کی خدمت  
 اقدس میں حاضر ہوا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ مکہ معظمہ کے اس بزرگوار اور شام کے  
 اس بزرگوار نے آپ سے جو کلام کیا۔ انہوں نے ازلی باتوں کی طرف توجہ نہیں کی۔  
 اس کو سن کر مرید کو یقین ہو گیا کہ حضرت شیخ کو ان سارے واقعات کا علم دے دیا  
 گیا ہے۔ عرض کرنے لگا کہ حضرت بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے جو کچھ اس سفر میں



مجھ پر گزرا وہ آپ کو معلوم کرایا گیا ہے۔

**چوتھا واقعہ** ایک دفعہ حضرت شیخ المشائخ اپنے جدِ بزرگوار حضرت شیخ مست نایا رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر فاتحہ خوانی اور زیارت کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ وہاں سے جیب واپس ہونے پر تھے تو وہاں کے قریبی گاؤں کے لوگ قد بوسی کے لئے حاضر ہوئے اور ان میں سے ایک شخص نے ایک گائے شکرانہ میں پیش کر دی۔ اور گھر کی طرف رخصت ہوا۔ کچھ دور گیا ہو گا کہ اس کے دل میں یہ خیال گزرا کہ اپنے گاؤں میں تو مساکین اور محتاج لوگ موجود تھے اگر ان میں سے کسی کو دیتا تو وہ اچھا ہوتا۔ اس شخص کے دل میں یہ سوچنے کے ساتھ ہی حضرت نے اس کے پیچھے ایک شخص بھیجا کہ طلب کیا جب وہ حاضر ہوا تو فرمایا کہ کل اپنے گاؤں کے محتاجوں کی کینوں اور اس گائے کو ساتھ لے کر آؤ تاکہ یہ ان پر اور دوسرے محتاجوں پر صرف کی جائے۔ اور یہ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آپ لوگوں کی چیزات میرے ہاتھ پر صرف ہو۔ اس سے بہتر ہے کہ اپنے ہاتھ سے خود خرچ کرو۔ اس شخص نے ویسا ہی کیا کہ جس طرح آپ نے حکم فرمایا تھا۔

**پانچواں واقعہ** شہر وہلی میں رہنے والا ایک شخص آپ کا بہت معتقد تھا۔ وہ ایک دنیا دار آدمی تھا جس کا تازعہ ہمیشہ بڑے بڑے مالدار اور صاحب حیثیت لوگوں سے رہا کرتا تھا اور مخالفت رہتی۔ مخالفین نے بھی اس کو خوب تنگ کر دیا۔ اور آخر کار اس کے قتل کا ارادہ کیا۔ سب دشمنوں نے آکر اہل و عیال سمیت اس کو گھر میں محصور کر لیا۔ اس سلسلہ میں کچھ زخمی بھی ہوا۔ اور اس نے بھی دشمنوں پر کچھ وار کئے۔ کچھ حصہ شب گزر جانے کے بعد حضرت شیخ المشائخ اس کے پاس متمثل ہو کر حاضر ہوئے۔ اور فرمایا کہ ایک گھڑی میں کچھ سامان بانٹ کر

اہل و عیال کو ساتھ لے کر یہاں سے نکل جاؤ۔ اور باقی مال کو بیہیں رہنے دو۔ اس شخص نے عرض کیا کہ اے حضرت شیخ تمام دشمنوں نے گروا گرو محاصرہ کر رکھا ہے نکلنے کا راستہ کہاں سے ہوگا۔ آپ نے پھر دوبارہ فرمایا کہ بھائی باہر نکل جاؤ۔ اور اہل و عیال کو بھی ساتھ نکال لے جاؤ۔ اس شخص نے بھی فرمانے پر عمل کیا۔ مال وغیرہ سب چھوڑ کر ایک گٹھری اٹھالی اور اہل و عیال کو ساتھ لے کر نکلے لگا۔ دو شخص کہتا ہے کہ حضرت شیخ المشائخ میرے آگے آگے جا رہے تھے اور میں پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔ حیران تھا کہ دروازہ تو باہر سے مقفل ہے ہم باہر کس طرح نکل سکیں گے۔ ناگاہ میں نے آواز سنی کہ فضل خود بخود گر گیا اور جب ہم دروازہ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ دروازہ بالکل کھلا ہوا ہے۔ ہم باہر نکلے اور پھر حیب دیکھا تو حضرت شیخ غائب ہیں ہم حیران و سرگرداں رہ گئے۔ کہ اب کیا کریں۔ جب نظر ڈالی تو جنگل نظر آیا۔ وہاں ہم نے کچھ آرام کیا۔ لیکن بہت سہمے ہوئے تھے۔ کہ دشمن یہاں ہیں پا کر قتل کر ڈالیں گے۔ جب صبح صادق کا طلوع ہوا اور کچھ روشنی پھیلی اور میں نے سوچ سمجھ کر نظر ڈالی تو سمجھ گیا کہ یہ تو قصور کے شہر کے گرو و نواح کا جنگل ہے۔ قصور میں میرا ایک دوست تھا میں نے اہل و عیال کو تسلی دی کہ بے فکر ہو جاؤ کہ ہم تو قصور پہنچ گئے ہیں۔ یہاں پر میرا ایک اچھا دوست ہے وہ ہمارے بغیر گری کر کے آرام پہنچائے گا۔ اس کے بعد اس دوست کے ہاں گئے۔ چند دن وہاں خوب آرام کیا۔ میرے زخم مندمل ہو کر اچھے ہو گئے اور میں صحت یاب ہو گیا۔ اور اس دوست کی امداد سے مال و متاع بھی دشمنوں کے ہاتھ سے واپس مل گیا۔ اور اس طرح شیخ کی برکت سے نجات پائی۔

چھٹا واقعہ  
ایک امیر تھا جس کا دادا حضرت شیخ کا صادق الاعتقاد مرید اور نہایت مخلص تھا ایک دفعہ موضع کامرو میں اس امیر کو ایک سخت دشواری پیش آگئی۔ کہ کسی طرح بھی اس مصیبت سے نجات پانے کی صورت نظر نہ آتی

تھی۔ مگر حضرت شیخ کی توجہ اور برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس امیر کے لئے اگر گمانی کی صورت پیدا کی اور وہ شخص اور اس کے سارے اہل لشکر نجات پا کر مطمئن ہو گئے جب وہ امیر حضرت شیخ کی زیارت کے لئے آپ کے پاس حاضر ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ ایک وقت آپ کو مقام کامرو میں سخت مہیبت پیش آئی تھی اور آپ سخت مشکل میں پھنسے تھے۔ میں نے حق تعالیٰ و حلی و علا کے دربار میں آپ کے لئے دعا کی درخواست کر دی اور آپ کامیاب ہو گئے۔ اس امیر نے کہا کہ ہاں حضرت امیر نے بھی یہی سمجھا تھا کہ میری نجات آپ ہی کی توجہ اور عنایات کی برکت سے ہے۔

**سائلوں واقعہ** گزرنے کے بعد وہ مرید آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کر کے اجازت چاہی کہ اپنے بیٹے کی تلاش میں ہندوستان چلتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ بھائی چند دن ٹھہر جانا جلد می نہ کرو۔ وہ شخص حضرت شیخ کے فرمان کے مطابق دس بارہ دن حضرت شیخ کے ہاں رہا۔ اور گیا نہیں۔ اور اتنی ایام میں اس کا وہ لڑکا خود بخود ہندوستان سے واپس ہو کر یہاں دربار میں حاضر ہوا اور اپنے والد سے بھی ملاقات کی۔ پھر آپ نے باپ بیٹے دونوں کو اپنے گھر کی طرف رخصت کیا۔ اور آپ کے توفیق کرنے کے مشورہ کا بہترین نتیجہ دیکھ کر وہ شخص بہت خوش ہوا اور آپ کے شائق اس کا اعتقاد و یقین اور بھی بڑھ گیا۔

**سائل واقعہ** آپ کا ایک مرید نظر قوم یوسف زنی کا علاقہ سوات میں رہنے والا تھا اور بہت عرصہ تک آپ کی خدمت میں اس نے باقاعدہ آمدورفت جاری رکھی۔ جب حضرت شیخ کی رحلت کا وقت قریب تھا تو ان آخری ایام میں جب وہ حاضر ہوا تو اپنی بیوی بھی ساتھ لے آیا۔ اس نے بھی حضرت شیخ المشائخ کی خدمت میں حاضر ہونے اور زیارت کی سعادت حاصل کی۔

چند دن تک دونوں مرشدِ اعظم کی خدمت میں حاضر رہے جب رخصت ہونے کا وقت آیا آپ نے دونوں کو حضرت شیخ جعفر ساکن اٹک کے پاس بھیجا کہ جا کر وہاں ان کی خدمت میں رہ کر مدارج سلوک طے کرنے میں مشغول رہو۔ اس کے بعد حضرت شیخ المشائخ وارتقا کی طرف رحلت فرما گئے اور وہ مرید بدستور شیخ جعفر کے پاس رہنا تھا۔

حضرت شیخ عبدالجلیم قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ اتفاقاً اٹک میں شیخ جعفر کے ساتھ میری ملاقات ہو گئی۔ وہ مرید نظر بھی ان کے پاس وہیں تھا۔ میں نے اس سے بات چیت کی۔ دورانِ گفتگو میں اس نے کہا کہ میں اپنے مرشد شیخ المشائخ کے اذن سے یہاں آ کر رہا ہوں اور حضرت طبیب عاذق تھے اگر میں یہاں مشغول نہ ہوتا تو ضرور حضرت شیخ کے فراق کے صدمہ سے مر جاتا۔ اور اسی گفتگو کے دوران میں شیخ جعفر کے سامنے حضرت شیخ کی یہ کرامت بھی بیان کی کہ جس وقت وہیں پہنچا ہوا تھا ساتھ لے کر حاضر خدمت ہوا تھا تو آپ نے جب ہم کو اپنے دربار سے رخصت فرمایا اور ہم روانہ ہو گئے۔ میرے میدان میں عظیم الشان بارشیں برسنے لگی اور بلاط اور اوکالہ کی ندیوں کا پانی بہت سخت طعنیانی کے ساتھ چڑھ آیا اور تمام راستے بند ہو گئے رات کا وقت تھا سخت تاریکی چھائی ہوئی تھی اور بارش بھی زور سے برس رہی تھی باہر جنگل میں ہم گھر گئے اور راستے بھی پانی کی وجہ سے مسدود تھے۔ ہم نہایت حیران و پریشان ہو گئے۔ اس پریشانی کے اثناء میں تمشل ہو کر حضرت شیخ نے ہم پر ظہور فرمایا اور فرمایا کہ یہ میری بیٹی کی طرح ہے۔ مجھ کو ایک بازو سے اور اس کو دوسرے بازو سے پکڑ کر ندی کے پار لے جا کر وہاں دونوں کو بٹھا دیا۔ اور ایک مصلیٰ ہمارے سر پر رکھا کہ بس اب بارش نہ ہوگی۔ ہم کو وہیں سے رخصت فرمایا اور خود غائب ہو گئے۔

حضرت شیخ نے شیخ جعفر کے پاس جانے کی اجازت بھی اس کی دلجوئی کے لئے

دے ہی تھی۔ کیونکہ وہ شخص دل میں شیخ جعفر کی طرہت کچھ میاں رکھتا تھا۔ حضرت شیخ عبدالحلیم فرماتے ہیں (شیخ المشائخ کی اس کرامت کا یہ واقعہ جب حضرت شیخ جعفر نے سنا تو فرمایا "کہ شیخ بسیار مرتاض وقت بودہ اند" ہاں واقعی حضرت شیخ اپنے زمانہ کے بہت ریاضت کرنے والے گزرے ہیں۔

اس زمانہ میں افتانوں کے درمیان قومی لڑائیاں ہوا کرتی تھیں

### نوال واقعہ

ایک وفد یوسف زئی کے لشکر نے خشک قوم پر فوج کشی کی اور یریل کے کنارے کے دیہات پر حملہ کیا۔ خشک قوم نے بھی مقابلہ تو کیا لیکن قضا کے الہی سے ان کو شکست ہو گئی اور یوسف زئی کے لشکر کے فاتحین نے کنارہ دریا کی لہنیوں کو خوب برباد کیا اور لوٹا۔ اس دن خشک قوم کے شکست خوردہ لشکر میں سے ایک شخص پیچھے رہ گیا تھا اور جا کر لکڑیوں کے ایک انبار میں چھپ گیا وہاں لکڑیاں زیادہ نہیں تھیں اگر وہ لوگ کچھ بھی لوجہ کرتے تو اس کو دیکھ پاتے لیکن وہ بیچارہ اللہ پر توکل کر کے وہاں جا کر مخفی بیٹھ گیا۔ لشکر یوسف زئی کے تو پچیوں اور برق اندازوں نے وہاں آکر ڈیرا جمایا اور دریا کے دوسرے کنارہ پر انہوں نے گولہ باری شروع کی اور قوم خشک کے لشکر نے دوسرے کنارے پر بندوقیں رکھ کر جنگ شروع کی۔ اور وہ شخص بیچارہ سہما سہما اسی جگہ اپنے دشمن یوسف زئی کے لشکر کے پہاڑ ہی میں لیٹا ہوا بید کی طرح لوزر ہوا تھا۔ کہ سبدا کہیں ان کی نظر اس پر پڑ جائے تو پکڑ کر فوراً قتل کر ڈالیں گے اسی خوف و ہراس اور دہشت کی حالت میں اس نے نذرمانی کہ اگر اللہ نے آج مجھے ان دشمنوں سے صحیح سلامت رکھا تو اپنا تمام مال اور گھر کے جانور حضرت شیخ المشائخ کے لشکر میں جا کر پیش کروں گا اس کے نذرمانتے ہی اللہ تعالیٰ نے فیض دکر م کیا اور وہ برق انداز وہاں سے ہٹ گئے۔ اور جگہ بالکل خالی ہو گئی۔ اس شخص نے جو اسن و اطمینان کا سانس لیا تو اپنے نذرانہ سے نادم و اطمینان ہوا اور وعدہ خلاتی کرنے کی ٹھان لی۔

بس تھوڑی دیر گزرنے کے بعد وہ لشکری وہاں پھرتے ہوئے اور پہلے سے بھی خوف و ہراس بڑھ گیا۔ اور انتہائی سختی اور مصیبت نمودار ہونے لگی۔ اس شخص نے پھر گڑا کر دعائیں شروع کیں کہ میں توبہ کرتا ہوں کہ حضرت شیخ المشائخ کی توجہ فرمائی مجھ پر پھر ہو جائے۔ میں پھر کبھی یہ ارادہ بد نہ کروں گا۔ اور تمام مال حضرت شیخ کے لشکر میں جا کر دوں گا۔ غرض انتہائی ندامت کے بعد جب اس نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے وہ سختی پھر دور کر دی اور دشمنوں سے نجات پا کر صبح و سالم پک گیا۔ جب اپنے گھر آیا تو تمام مال اور جانوروں وغیرہ کو لے کر حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نے تمہارا یہ مال سب کا سب پھر تم کو دوبارہ بخش دیا واپس ہی لے جاؤ۔ لیکن ندامت و پشیمانی از مرداں کار خوب نیست و آنہارا نہ زبید (لیکن ایسے کام پر پھر پشیمان ہو جانا مردوں کے لئے اچھا کام نہیں اور ان کو ایسا کرنا زیب نہیں دیتا) تمام حاضرین مجلس نے یہ جملہ سنا تو سمجھ گئے کہ ضرور کوئی ایسا واقعہ ہوا ہے جس سے حضرت شیخ کو وہ کیفیت حاصل ہو گئی ہے اور اس شخص نے بھی اپنی تقصیر کا اعتراف کر کے عذر خواہی کی۔

**دسواں واقعہ** حضرت شیخ کے زمانہ میں ایک دفعہ خشک کے ملک میں اور دوسرے علاقوں میں بھی سخت فحط سالی شروع ہوئی۔ چنانچہ اکثر لوگ گھاس چارے کے لئے اپنے مال مویشی کو بہت دور دور تک لے گئے۔ اور اسی طرح بحالیف میں مارے مارے پھرتے تھے۔ جب کچھ مدت گزر گئی تو حضرت شیخ نے فرمایا کہ خشک لوگ جو بے وطن ہو کر ادھر ادھر چلے گئے ہیں چاہیے کہ وہ سب واپس وطن چلے جائیں لوگ بھی اس کے منتظر تھے کہ حضرت شیخ کا اس بارے میں فرمان کب ہونے والا ہے۔ جب آپ کے اس قول کی اطلاع لوگوں کو ہو گئی تو تمام منتشر لوگ جہاں بھی تھے وطن واپس ہونے لگے۔ ابھی وہ راستہ ہی میں تھے کہ عظیم الشان بارشیں

شروع ہو گئیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس قحط کو رفع فرمایا۔

اس وقت کمال خاں کا زمانہ تھا مغلوں اور افغانوں کے  
**گیاڑھوال واقعہ** درمیان سخت قتلہ و فساد کا بازار گرم تھا۔ تمام افغانی

قبائل متحد ہو کر مغلوں سے برسہا برسہا تھے۔ صرف شہباز خاں نہ ٹک مغلوں کا طریقہ  
 تھا۔ آخر کار افغانی قبائل مغلوں پر غالب آئے اور نعل پشاوری کے قتلہ میں محصور ہو گئے  
 شہباز خاں کو بھی اپنی فکر پڑ گئی۔ اور افغانی قبائل کے ڈر سے اس نے پارہ ہو کر ٹک

جانے کا ارادہ کیا۔ اور اپنے اہل و عیال اور توابع کو لے کر روانہ ہوا۔ جیب خیر آباد پہنچا  
 تو تیچے سے حضرت شیخ المشائخ نے اپنا بھائی شیخ حیات خاں بھیج دیا اور فرمایا کہ جا کر

شہباز خاں کو کہہ دو کہ تین دن خیر آباد میں رہے۔ اور انتظار کرے کہ پردہ غیب سے  
 کیا کچھ ظاہر ہونے والا ہے پھر اس کے بعد تیچے کو اذن دیا جائے گا۔ اور جو کچھ ہو گا اس

کی حقیقت سے مطلع کر دوں گا۔ شہباز خاں حضرت شیخ کے خاص متقدروں میں سے تھا  
 اگرچہ ظاہری حالات کی بنا پر یہ مصلحت نہ تھی کہ وہاں ٹھہر جائے لیکن اس نے اپنے

شیخ کے حکم کو بسر و چشم قبول کیا اور تین دن تک خیر آباد میں منتظر رہا۔ تیسرے دن خبر  
 پہنچی کہ پشاوری میں افغانی قبائل شکست یاب ہوئے اور مغلوں نے غلیہ پالپاہ۔ اس خبر

کے بعد مسلمان ہو کر شہباز خاں نے اپنے ہم نشینوں کو کہا۔ کہ در کلام حضرت شیخ حکمت  
 دیدید۔ (آپ لوگوں نے حضرت شیخ کے کلام میں حکمتیں دیکھیں)

شاید کہ حضرت شیخ کے حکم پہنچنے سے پہلے شہباز خاں نے کچھ اسباب پارہ کرنا کرنا  
 پہنچا بھی دیا تھا اس واقعہ کے بعد شہباز خاں نہایت سرخرو کی اور آبرو کی کے ساتھ سر

اکوڑہ واپس آ گیا اور مغلوں کے مال اس کا اختیار و اعتماد اور بھی محکم ہو گیا۔

بے سجادہ زنگیں کن گرت پیر مغاں گوید

کہ سالک بے خبر نہو ذراہ و رسم سنز لہا

مغل حکومت کی طرف سے پشاور کا جو صوبہ دار (گورنر) تھا  
**پارہ سوال واقعہ** وہ کسی بات پر شہباز خاں سے ناراض تھا۔ اس کے اس  
 نے علاقہ خشک کی ریاست و حکومت شہباز خاں سے چھین کر اپنے بیٹے کو بلا کر اسکے  
 حوالہ کر دی اور وہ اس علاقہ کا حاکم ہوا۔ اس سلسلہ میں اپنے معاملہ کی خبر گیری کے لئے  
 شہباز خاں تو بادشاہ وقت شاہجہان کے پاس واپس گیا ہوا تھا۔ اور اس کے بعد اس  
 کی طرفداری اور حمایت میں قوم خشک کے عام لوگوں نے ملکر اس حاکم کو قتل کیا۔ اس  
 پر وہ صوبہ دار (گورنر صوبہ) سخت غضبناک ہوا۔ اور اس نے دائرہ کوہ کے تمام دیہات  
 کو تباہ و برباد کرنے اور انتقام لینے کے لئے لشکر مرتب کیا۔ اور لوگوں کو اپنی تباہی کا  
 سخت خیرہ لاحق ہوا۔ تمام لوگ مل کر حضرت شیخ المشائخ کے دربار میں حاضر ہوئے  
 اور آپ سے عرض کیا کہ اے حضرت شیخ! ہم لوگ تو آپ کے زیر سایہ ہیں اور آج ہم پر ایک  
 سخت مصیبت نازل ہو گئی ہے کوئی ایسی صورت ارشاد فرمائیے اور دعا کیجئے جس سے  
 ہماری مشکل حل ہو سکے اور اللہ تعالیٰ ہم کو ساحل مراد پر بخیر و سلامت پہنچا دے  
 کیونکہ ایک طرف تو مغل حکومت ہے اور دوسری طرف خود قوم خشک کے کچھ لوگ بھی  
 ان کے ساتھ ہوئے ہیں اور ہم کو تو اپنی نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔  
 اسی روز متعلو کا لشکر موضع ہزار خانی میں مجتمع ہو کر ان کے مقابلے کے لئے  
 یا ہر نکل آیا تھا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ جا کر آج رات ہر شخص حسب توفیق خیرات کرنے  
 جو بیٹہ ذبح کرنے کی طاقت رکھتا ہے وہ بیٹہ ذبح کرے جو کھانا کھلانے کی وسعت  
 رکھتا ہے وہ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ حتیٰ کہ جو شخص صرف ایک خالی روٹی دینے کی  
 توفیق رکھتا ہے وہ صرف ایک ہی روٹی پکا کر صدقہ کرے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں  
 فرمائیں گے۔ اور ہم لوگوں کو نجات حاصل ہوگی۔ چنانچہ تمام لوگوں نے آپ کے حکم کی  
 تعمیل کی۔ اور ہر گرواے نے حسب توفیق صدقہ دیا۔ اب اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھئے



ان دنوں میں اس صوبہ دار نے اپنا کوئی عزیز آفریدیوں کے پاس بھیجا تھا۔ وہاں سے خبر پہنچی کہ جلاہی آپسج جاؤ ورنہ یہاں پر ہم جتنے ہیں سب قتل کئے جائیں گے اس خبر کے بعد صوبہ دار نے لشکر نزار خانی سے آفریدیوں کی طرف روانہ کیا۔ اور جنگ پر حملہ چھیڑ دیا۔ اور شہباز خاں آکر اپنی سابقہ جگہ پر پھر حاکم و متصرف ہو گیا اور اس طرح حضرت شیخ کی برکت سے خشک قوم منگلوں کے تاراج سے بچ گئی۔

**تیسرا سوال واقعہ** اس زمانے کا واقعہ ہے جبکہ شمشیر خاں نوشہرہ کا نانا دار کھٹا افغانی قبائل سے منگلوں کی لڑائیاں رہا کرتی نہیں شمشیر خاں بھی یوسف زئی قبائل کے تاخت و تاراج کرنے کے لئے موقع ڈھونڈتا تھا۔ اتفاقاً ایک دفعہ اس کو موقع مل گیا اور اس نے یوسف زئی کے بہت سے دیہات کو لوٹ کر بہت سا مال قبضہ میں کیا۔ اور بہت سے آدمیوں کو بھی قید کر لایا۔ عام قیدی تو اپنے پاس نوشہرہ میں قید کر لئے لیکن ان کے بڑے بڑے سردار جو کم و بیش پالیس تھے صوبہ دار کے پاس لپٹا اور بھیج دیئے۔ ان قیدیوں کے عزیز واقارب اپنے ملجا داراوی حضرت شیخ رحیمار کے دربار میں حاضر ہو کر فریاد کرنے لگے اور عرض کیا کہ حضرت ان کے چھڑانے کی کوئی صورت فرمائیے۔ رحیمار کا توگا ہی تھا رحیمار می۔ اس لئے حضرت شیخ ان قیدیوں کی رٹائی کے لئے نوشہرہ تشریف لے گئے۔ حضرت شیخ عبدالحلیم نقس فرماتے ہیں کہ شمشیر خاں نے خود مجھ کو حضرت شیخ کے آنے جانے وغیرہ کا سارا قصہ یوں بیان کیا ہے۔ کہ جب دریا کی دوسری طرف میں نے فقرا کی جمعیت دیکھی تو میں نے پوچھا یہ کون ہیں۔ مجھے بتلایا گیا کہ ان پہاڑوں میں ایک فقیر شیخ رحیمار رہتا ہے یہ وہ آئے ہیں اور یہ باقی اس کے برائے ہی ہیں شمشیر خاں کہتے ہیں کہ اس سے پہلے میں نے کبھی آپ کو نہیں دیکھا تھا آپ کشتی میں بیٹھا دریا سے پار آ کر میرے ڈیرہ پر تشریف لے آئے ہیں بھی حضرت شیخ کے استقبال کے لئے چلا گیا اور جس قدر ہوسکا آپ کے ساتھ پورے ادب

واخترام کے ساتھ پیش آیا۔ جب آپ تشریف فرما ہو کر بیٹھ گئے تو میری طرف دیکھ کر فرمایا۔ کہ یہ تمام قیدی آپ مجھ کو بے کر بخشو گے شمشیر خاں کہتے ہیں کہ حضرت شیخ کے سامنے مجھے دم مارنے کی طاقت نہ رہی اور میں نے ان قیدیوں کی رہائی کا اختیار آپ کے حوالہ کر دیا میرے اس کام سے شیخ بہت خوش و خرم ہو گئے۔ پھر فرمایا کہ صوبہ دار سے بھی وہ چالیس آدمی چھڑانے آؤ۔ میں نے عرض کیا حضرت وہ تو اب میرے اختیار سے نکل چکے ہیں وہ میرے حکم سے باہر ہیں جو کچھ میرے ہاتھ میں تھا وہ تو بلا چون و چرا خدمت میں پیش کر کے حوالہ کر دیا۔ البتہ اب ان کی رہائی کی طاقت مجھ میں نہیں ہے۔ اس کے بعد حضرت تھوڑی دیر بیٹھ گئے۔ تھوڑا سا پانی پی لیا اور کھانا نہیں کھایا اور اٹھ کر روانہ ہو گئے اور اس کے بعد ان چالیس قیدیوں کی رہائی کے لئے پشاور کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور شیخ عثمان کے گھر جو اس وقت ارباب تھا جا کر ٹھہرے اور رات وہاں گزار دی اور شیخ عثمان کو فرمایا کہ جا کر یوسف زئی کے ان قیدیوں کو صوبیدار سے رہا کرا کر میرے حوالہ کر دو۔ لیکن شیخ عثمان نے جواب میں کہا ہانہ جنتیں اور بے ہمتی کی باتیں پیش کر کے سستی دکھائی۔ وہاں سے حضرت شیخ گھر لوٹ آئے اور چند روز بعد پھر شیخ عثمان کے پاس تشریف لے گئے اور دو راتیں وہاں گزاریں اور جیسا کہ چاہئے تھا شیخ عثمان نے ویسا ادب نہیں کیا اور اس بارے میں سستی کی حضرت شیخ پھر اپنے گھر واپس ہوئے لیکن اللہ تعالیٰ نے خود بخود ایک ایسا سبب بنا دیا کہ وہ قیدی خود بخود تمام رہا ہو گئے۔

حضرت شیخ عبد العظیم فرماتے ہیں کہ میں نے ان قیدیوں کی رہائی کا وہ بھی خود شمشیر خاں سے یہ سنا ہے کہ جس وقت حضرت شیخ قیدیوں کی رہائی کے لئے پشاور تشریف لے گئے تھے تو کسی نے صوبہ دار کو اس بات کی اطلاع کی کہ ایک بزرگ اور ولی اللہ قیدیوں کی رہائی کی طلب کی نیت سے یہاں آیا ہوا ہے۔ آپ کا جو حکم ہو فرمائیے

کہ اس پر عمل کیا جائے۔ صوبہ ارسخت غصہ ہوا اور کہا کہ پلو افغانوں کے ایسے بہت سے پیر ہوتے ہیں میں کبھی نہ چھوڑوں گا۔ اگر کوئی شخص چالیس ہزار روپیہ لاکر دے تو رہائی ہوگی۔ ورنہ کبھی نہیں ہو سکتی۔ اتفاقاً خود اس صوبہ دار نے ایک لشکر مرتب کر لیا اور یوسف زئی کے قبائل پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ جب صوبہ دار یوسف زئی کے علاقہ میں پہنچ گیا۔ بڑے زور کی بارش ہوئی۔ اور خائب و خاسرنا کام ہو کر واپس لوٹنے پر مجبور ہوا۔ اور نہایت عاجز ہو کر صلح کی درخواست پیش کرنے لگا۔ اور بطور صلح ان تمام قیدیوں کو بھی آزاد کر دیا۔ اور ساتھ ہی مال کثیر بھی دینا پڑا تب جا کر اس کو خلاصی ہو سکی اور پشااور واپس جاسکا۔

حضرت شیخ عبدالرحیم اس تمام واقعہ کو بیان فرمانے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس واقعہ میں تین نکات پر غور کرنا چاہیے۔ اول تو یہ کہ آپ کی دعا اور توجہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے شمشیر خاں کو یوسف زئی کے تمام ذمہ داریوں اور مقابلوں سے رہائی دی اور ساتھ ہی اس کے تمام مطالب دنیوی بھی حاصل ہو گئے۔ چنانچہ اہل اس کا اصل نام حیات خاں تھا لیکن آپ کی توجہ فرمائی سے اس کو شمشیر خاں کا خطاب مل گیا اور اس کا منصب بھی بڑھ گیا۔

دوسرا نکتہ یہ کہ آپ کے قدم مبارک کے طفیل اللہ تعالیٰ نے ان قیدیوں کو بے زر و بے منت رہائی دی بلکہ ان کو خلعت بھی دے دی گئی۔

تیسرا یہ کہ شیخ عثمان نے آپ کے اس کام میں کاہلی اور سستی برتی اور بے ادبی و بے توجہی سے پیش آیا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو گئے۔ تو وہ تباہ و برباد ہوا۔ گھرا جڑ گیا اولاد و رہبر ہو گئی۔ چنانچہ بعض ان میں سے گداگری کر رہے ہیں جب شیخ عثمان سے آپ نے قیدیوں کے رہا کرانے کے بارے میں بار بار کہا۔ تو اس نے بطور بے ادبی اور تمسخر کہا کہ اے شیخ یہ کام کراہت کے بغیر نہیں ہوتا

کوئی کرامت ظاہر کرو ورنہ کام چلے گا۔ حضرت شیخ المشائخ نے جواب میں فرمایا کہ من برا کے نفع آمدہ ام نہ برا کے نقصان ۱۶۵ (کہ میں لوگوں کے نفع کے لئے دیا ہوں آیا ہوں نقصان کرنے کے لئے نہیں آیا۔

اس واقعہ کو لکھنے کے بعد شیخ عبدالحلیم فرماتے ہیں

پس تحقیق بے اذن حق تعالیٰ حضرت ایشاں راسیل و طمع در اظہار کرامت

نبودہ آل را کہ وہ دانست ۱۶۵۔ واللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کسی کرامت کے اظہار

کی خواہش اور اس کا شوق آپ کو ہرگز نہ تھا۔ بلکہ اس کو پسند بھی نہ کرتے تھے۔

حضرت شیخ رحمکار کا طریقہ یہی تھا کہ ساتھ آپ کے کاٹے

ہوئے شخص کو کھانے کے لئے بطور تبرک نمک دیا

کرتے تھے اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس بارگزیارہ کو شفا بخش

دیتے اور اس سانپ کے زہر کا اثر بالکل جاتا رہتا۔ اور یہ حضرت شیخ رحمکار کا

ایک مجرب معمول تھا۔ اور شیخ عبدالحلیم فرماتے ہیں و تا حال بعد از رحلت او ہنوز

اس بیماری اسٹ ۱۶۵ (یعنی آپ کی وفات کے بعد بھی اب یہ طریقہ علاج

تبرکاً جاری ہے۔ بطور تہنہ دو اور کرامات بھی مقامات قطبیہ کے ضمیمہ سے نقل کرتا

ہوں۔ جو انہوں نے حضرت شیخ کے تذکرہ مصنفہ شمس الدین صاحب کی روایت

سے بیان کی ہیں۔

ایک شخص سخت بیمار ہوا اور اطباء اس کے علاج سے

پنارہ سوال واقعہ لاچار ہو کر جواب دینے لگے۔ کہ بظاہر اس کے بچنے

کی امید نہیں۔ اور کہا کہ گوشت اور دہی یکجا کھانے سے البتہ سخت پرہیز رکھے

اس مرض کے لئے یہ بہت سخت مہنہ اور رسمِ قائل ہے۔ اس کے وارث ہر طرف سے

تا امید ہو کر اس مریض کو حضرت شیخ رحمکار کی خدمت میں حاضر کر لائے۔ حضرت

شیخ نے دیکھ کر فرمایا کہ جا کہ اس کو گوشت اور دہی ملا کر کھلاؤ۔ مریض اور وارث اس کام کے کرنے سے رک گئے کہ طبیبوں نے ہمیں اس کی اجازت نہیں دی، اور سخت ڈرا کر منع کیا ہے۔ مگر حضرت شیخ نے فرمایا کہ جب آپ لوگ میرے پاس آئے ہیں تو میرے حکم کی تعمیل لازمی ہے۔ خیر لاچاراً اس مریض نے ان دونوں چیزوں کو ملا کر کھلایا۔ تھوڑی دیر گزرنے کے بعد اس کے پیٹ میں درد شروع ہوا۔ اور اس کو قے آئی اور دیکھا کہ اس قے میں ایک سانپ لگاڑے لگاڑے ہوتا ہوا گر گیا اور اس کے بعد اس کو شفاء کلی حاصل ہو گئی۔

حضرت شیخ عبدالمحلیم فرماتے ہیں

ہر دینور سے کہ بہ حضرت ایشاں آوردے حق سبحانہ و تعالیٰ اکثر شفا بخشیدے وہ برکت دعا حضرت ایشاں بہ مراد رسیدے۔ ص ۱۴۳ جو مریض حضرت شیخ کے پاس لایا جاتا حق تعالیٰ اکثر اس کو شفا یاب فرماتے اور حضرت شیخ کی دعا کی برکت سے وہ مراد مند ہو جاتا۔

(۱۴۴) علاقہ دکن (ہندوستان) کا ایک جوگی حضرت شیخ کی بزرگی اور ولایت و کرامت کا شہہ و سنگر و ماں سے آپ کی ملاقات اور امتحان کے لئے روانہ ہوا۔ اور ایک نہایت قیمتی اسل اپنے ساتھ گودڑی میں چھپا کر لایا کہ یہ بطور تحفہ پیش کر دوں گا۔ (ممکن ہے اس سے کوئی خاص امتحان مقصد ہو) المرنمیں وہ یہاں پہنچا۔ آپ اس وقت پہاڑ کے حامن میں تمام لوگوں سے علیحدہ خلوت میں تشریف فرما تھے جوگی وہاں گیا اور ملاقات کی۔ اپنی جگہ بتائی آنے کا مقصد بیان کیا۔ اس کے بعد وہ قیمتی اسل نکال کر پیش کیا کہ اسے قبول کیجئے۔ یہ بہت قیمتی اور عمدہ چیز ہے آپ نے فرمایا میں ایک فقیر آدمی ہوں مجھے اس کی کیا ضرورت۔ یہ کسی امیر و بادشاہ کو دیجئے کہ وہ کام میں لے آئے۔ جوگی نے پھر بار بار اصرار کیا کہ حضرت! اس کو بہترین مال اور عمدہ چیز سمجھ کر خاص آپ کے لئے

لایا ہوں۔ آپ نے پھر انکار فرمایا کہ مجھے ان چیزوں کی حاجت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل سے ان چیزوں سے بالکل مستغنی کر دیا ہے۔ درنہ آپ آنکھ بند کر کے دیکھ لیں۔ جوگی نے آنکھیں بند کیں۔ دیکھتے ہی اسے یوں نظر آنے لگا کہ اس سے بھی زیادہ قیمتی اور عمدہ لعل ڈھیر کے ڈھیر ہر طرف بڑے ہوئے ہیں۔ جب اس نے یہ نظارہ دیکھا تو حیران ہوا اور آپ کی توجہ سے دل کا بند فضل کھل گیا اور منت سماجت کرنے لگا۔ کہ اب میری پوری تصدیق ہو گئی ہے مجھے کلمہ طیبہ پڑھائیے آپ نے کلمہ پڑھا کر ایسے مسلمان کیا اور پھر آپ کی توجہ سے نہ یہ کہ صرف مسلمان ہوا بلکہ کیمیا نظری کی برکت سے ولی کامل بن گیا۔ آپ نے وطن بھیجا کہ جا کر اپنے اہل و عیال اور دوسرے رشتہ داروں کو بھی مسلمان کر کے دین کی تبلیغ و اشاعت کرو۔ چنانچہ وہ واپس گیا اور سب کو مسلمان کر کے مبلغ دین بنا اور حق کا پیغام اوروں تک پہنچاتا رہا۔ (تذکرہ شمس الدین ص ۲۳۱)

(۱۷) سوات کا ایک شخص تحصیل علوم دینیہ کے لئے ہندوستان گیا ہوا تھا۔ وہاں سالہا سال تک مختلف علوم و فنون کی تحصیل و تکمیل کے بعد عالم و فاضل بن کر گھر جانے کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ اٹک تک پہنچتے پہنچتے اس نے ہر جگہ حضرت شیخ کی برتری اور ولایت کا عام چرچا سنا اور لوگوں کی عقیدت مند سی دیکھی اس کے دل میں خیال آیا کہ معلوم نہیں کہ یہ بھی کوئی واقعی مردِ حق اور ولی کامل ہے یا یونہی کوئی دکاتدار لوگوں کو قابو کرنے کے لئے ولایت کی دکان کھول چکا ہے۔ ارادہ کیا کہ جا کر اس کا امتحان لیتا ہوں اگر واقعہً شیخ کامل نہیں تو بحث و گفتگو میں اس کو ذلیل و شرمندہ کر کے بدنام کروں گا۔ چند علمی شبہات اور مسائل کے امتحان کا ارادہ دل میں لے کر دریائے اٹک کو پار کر کے حضرت شیخ رحمکار کی خانقاہ میں آ پہنچا یہ عالم ایسے وقت میں داخل خانقاہ ہوا کہ حضرت شیخ نمازِ اشراق ادا کر کے ایک درخت پر ٹھیک

لگا کے تشریف فرما تھے۔ اور مشکوٰۃ شریف کا مطالعہ کر رہے تھے۔ اور گھر بہت  
 سے مریدین و معتقدین بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ عالم بڑے جوش و خروش اور غور و  
 انداز میں داخل ہوا۔ اور زور دار آواز سے پوچھا کہ تمہارا وہ مرشد کون ہے۔ سب  
 ساکت رہے پھر پوچھا کہ بتاؤ تمہارا وہ مرشد کہاں ہے پھر سب نے سکوت اختیار  
 کیا۔ میری دفعہ پھر ذرا اور بھی زور سے پوچھا کہ بتاؤ کہاں ہے وہ تمہارا مرشد؟  
 جواب کیوں نہیں دیتے ہو۔ حضرت شیخ نے ایک مرید سے کہا کہ جا کر اسے بتاؤ  
 اور میرے قریب لے آؤ۔ چنانچہ گیا اور اشارہ کر کے بتایا کہ دیکھو وہ ہیں چارے  
 مرشد۔ چنانچہ جب وہ عالم قریب آنے لگا تو آپ نے سر مبارک اٹھا کر اس  
 کی طرف دیکھا بس نظر پڑتے ہی وہ عالم ہوا میں اڑنے لگا اور دور جا کر گر پڑا۔  
 حضرت شیخ نے فوراً ہی شیخ ملی گل سے کہا کہ فوراً اس کے پاس پہنچو اور اس کی  
 پیشانی کو تھیلی سے مارنا شروع کر دو۔ کہیں اسے نقصان نہ پہنچے اور پھر اسے  
 یہاں لے آؤ۔ چنانچہ وہ گئے اور پیشانی مل کر اسے ہوش میں لے آئے۔ اور کہا  
 کہ میرے ساتھ چلو اور حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ اس نے کہا کہ مجھ  
 میں حاضری کی طاقت نہیں۔ اسی ایک نظر سے میرے تمام شبہات دور ہو گئے دل  
 کھل گیا ہے چنانچہ یہی شخص فاضل خاص مریدوں میں داخل ہوا۔ اور اسی ایک نظر  
 کیبانی سے ولی کامل اور شیخ وقت بنا کر بہرہ بخش ہوا۔ ص ۲۴۶۔

## اخلاق و عبادت

عبدالیت  
 بیان کر چکا ہوں کہ اصل کمالات و ولایت اخلاقِ حسنہ اور اعمال  
 حسنہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت جس عبدیت و عبودیت

اور اتباعِ سنتِ نبوی یہ اصل بزرگی اور قرب عند اللہ کا میاں ہے۔ درجہ عبدیت انتہائی درجہ کمال ہے۔ جو اللہ کا حقیقی عبد بنا وہ سب کچھ ہوا۔ اور اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور سہ بعد از خود بزرگ تو کی قصہ مختصر ذات کو قرآن مجید میں عبد کا بار بار فرمایا سبحان الذی اسجد لی لعیبہ کا لیلۃ الایہ وانہ لما قام عبد اللہ کادوا الایہ اور حضرت عیسیٰ علیہ وعلی نبینا الصلوٰۃ والسلام نے اعلان فرمایا انا عبد اللہ اتانی الکتاب الایہ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ لن یتنکف المسیح ان یکون عبداً للہ الایہ۔ حضرت شیخ المشائخ شیخ رحکار جو حقیقی تابع رسول اور شہید الکی تھے ان پر بھی یہی شان عبدیت غالب تھی۔ ہمیشہ اپنے کو صرف عبد اور بندہ خدا کہتے رہے۔ اور کوئی دعویٰ نہیں کیا۔ آپ کا یہ جملہ جو حضرت شیخ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے اور جس کو شیخ عبد الحلیم صاحب نے نقل کیا ہے آپ اسے لکھنے کے قابل ہے۔ فرماتے ہیں۔

وایں لفظ از خواص حضرت ایشال بود کہ از روئے مہربانی بالسیار کساں سے گفتندے کہ شیخی بہ شیخال بخشیدم و سلوک بہ سالکان بخشیدم و تصوف بہ صوفیاء بخشیدم و من بر آنم کہ اللہ تبارک و تعالیٰ زنجیر بندہ گری در گردن من انداختہ و اول تعالیٰ ایں زنجیر از گردنم بدرتہ گردانندہ

رشتہ زر گردنم افگندہ دست محایر دہر جا کہ خاطر خواہ اوست  
نور حیدرہ۔ حضرت شیخ کے خصوصی الفاظ ہیں سے ایک جملہ یہ تھا جو کہ اکثر لوگوں کے سامنے ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ میں نے شیخی شیخوں کو، پیری پیروں کو، سلوک سالکوں کو اور تصوف صوفیوں کو بخش کر حوالہ کیا ہے میرا مقصد تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی غلامی دبتہ گری کی زنجیر میری گردن میں ڈالے اور اللہ تعالیٰ



اپنی غلامی کی زنجیر میری گردن سے باہر نہ نکلے۔

دوست نے میری گردن میں رستی ڈال دی ہے۔ جہاں اس کا جی چاہے مجھے

لے جاتا ہے۔ مقامات قطبیہ ص ۱۹

اسی طرح گزشتہ واقعہ یا دہوگا کہ ایک موقع پر بعض قیدیوں کی رہائی کے بارے میں احکام پشاور سے سفارش کرانے کے لئے آپ نے شیخ عثمان کو بار بار کہا مگر اس نے پرواہ نہ کی۔ اور کچھ بے قدری سے پیش آیا۔ اور از رو تمسخر کہا کہ کچھ کرامت دکھائیے یعنی بدو عا دیجئے کہ اس کو اپنے فعل کی سزا مل جائے تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ من ہوں (بدو عا کرنے) نقصان پہنچانے کے لئے نہیں آیا۔

واقعی یہ ہیں انما بعثت رحمة ہدایۃ "الحیث" فرماتے والے رسول کریم کے بچے پرو اور ایسٹر ولا تعسلا بئسلا ولا تنفسا کی تعبیر کرنے والے اللہ والے حضرات اور مومنین کا ملین کی جماعت رحمہ اللہ و نور اللہ علیہم حضرت شیخ عبدالحلیم صاحب حضرت شیخ کے درجہ عبودیت کے بارے میں فرماتے ہیں حضرت شیخ المشائخ شیخنا را طے مقام عبودیت حاصل شدہ و یقین کاش و صدق دل اور اروے دادہ اورا حقیقت براد کشادہ شہباز اوج عشق و محبت بود۔  
ترجمہ:- حضرت شیخ مقام عبودیت کو طے کر چکے تھے۔ اور آپ کو یقین کامل اور صدق دل حقیقتہً حاصل ہو گیا تھا حقیقت کا راستہ آپ پر کھل گیا تھا۔ آپ عشق و محبت کی انتہائی بلندیوں کے شہباز تھے۔

حضرت شیخ المشائخ شیخنا قدس سرہ شہسوار میدان عبودیت بودہ ص ۱۲

حضرت شیخ عبودیت کے میدان کے ایک بہترین شہسوار تھے۔

شیخ دریا خاں سے منقول ہے کہ ایک دن میں نے حضرت شیخ سے عرض کیا کہ اے شیخ

آپ کا پیر کون ہے۔ جو اب میں ارشاد فرمایا کہ سن لو حق تعالیٰ کا ایک بندہ تھا اس کو  
 غیبی آواز آئی کہ روئے زمین کی بادشاہی اپنی پسند ہے یا میری غلامی اور بندگی۔ اس  
 بندہ نے دربارِ خداوندی میں عرض کیا کہ الہی میں نے تیری بندگی قبول کر لی۔ اور  
 بادشاہی سے کنارہ کش ہو رہا ہوں۔ اور میں اس کو کبھی نہیں چاہتا۔ روایت تو اتنی ہی  
 ہے۔ اجمال ہے کہ وہ بندہ کون ہے۔ جو اللہ کا بندہ "عبداللہ" بنا۔ اور "روئے زمین  
 کا بادشاہ" نہ بنا۔ بادشاہی پر بندگی کو اس نے ترجیح دی۔ حضرت شیخ عبدالمحلیم فرماتے ہیں  
 پس ازیں معلوم شد کہ حضرت شیخ المشائخ شیخنا از بادشاہی روئے زمین اعراض  
 کردہ بندگی حق قبول نمودہ بودند ص ۱۲۱

پس اس سے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ ہی نے روئے زمین کی بادشاہت سے اعراض  
 کر کے حق تعالیٰ کی بندگی قبول کی تھی۔

**نہ پند و ترک دنیا** حضرت شیخ المشائخ رحمہ اللہ تعالیٰ اور آپ کے آپلو واجداد  
 نے دنیوی جاہ و حشم مال و دولت اور آبادیوں اور  
 سرسبز باغوں کو چھوڑ کر پہاڑوں اور جنگلوں میں رہنا اور خداوند تعالیٰ کی یاد اور  
 مخلوقِ خدا کی خدمت میں عمر بسر کرنا پسند کیا تھا۔ اگر یہ حضرات چاہتے کہ دنیوی مرتبہ  
 حاصل کریں جائیدادیں بنائیں۔ حکومتِ وقت کے ساتھ تقرب حاصل کر کے عہدوں پر  
 سرفراز ہوں تو وہ آسانی کے ساتھ اس میں کامیاب ہو سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے نہ  
 صرف یہ کہ اس سلسلہ میں کوئی کوشش نہیں کی بلکہ بہت سے مواقع ایسے پیش آئے  
 کہ ان حضرات کو مال و منافع دنیا کے قبول کرنے پر مجبور کیا گیا۔ لیکن انہوں نے پائے  
 استحقاق سے ان مزخرفات اور ظاہری ساز و سامان کو ٹھاکر کر اپنی اولوالعزمی کا ثبوت  
 دیا اور تبلا دیا کہ مومن کامل کی نکالہوں میں آخرت کے باقی گھر کے مقابلہ میں اس فانی دنیا  
 کی کچھ بھی حقیقت نہیں۔ اکیر کا واقعہ پہلے گزر چکا ہے کہ آپ نے اس سے کسی قسم کی جاگیر

لینے سے انکار کر دیا۔ اور مشہور ہے کہ شائزادگی کے زمانہ میں جب اورنگ زیب  
بلخ کی گورنری پر ان علاقوں میں آئے تھے اس وقت اس نے بھی خود یا کسی کے واسطے  
سے اس قسم کی پیشکش کی تھی مگر آپ نے قبول کرنے سے انکار فرمایا۔ حضرت شیخ عبدالحلیم  
روایت کرتے ہیں کہ شیخ دریا نھاں چمکنی جو آپ کے خلفاء میں سے ایک مخلص و صادق تھے  
ایک دفعہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اپنے ساتھ کچھ سٹھائی بھی لے آئے  
اور خدمت میں پیش کی۔ آپ نے فرمایا۔

مرتبہ دیگر اس مبارکہ عاشقانِ خدا را بایں خاشاک کار نیست۔ مقامات

قطبہ ص ۱۲۱

ترجمہ:- پھر ایسی چیزیں نہ لایا کرو خداوند تعالیٰ کے عاشقوں کو اس  
خس و خاشاک کی ضرورت کیا ہے۔  
حضرت عبدالحلیم فرماتے ہیں۔

حضرت ایشاں ترکِ حُرِّ دُنیا کردہ بوند یک مرید را از زبان مبارک خود قسم  
نظار خود کہ ز سرخ و سفید در دل من برابر سنگ است (مقاماتِ قطبہ ص ۱۱۱)  
حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ دنیا کی محبت کو بالکل چھوڑے ہوئے تھے آپ  
نے خود اپنی زبان مبارک سے ایک مرید کے سامنے قسم کھا کر فرمایا کہ سونا چاندی  
اور پتھر میرے ہاں سب ایک برابر ہیں۔

اور آپ نے جس طرح خود دنیا کے متاعِ غرور سے کنارہ کشی اختیار کی  
تھی اسی طرح اپنے خاص مستقرین اور مریدین کو بھی یہی تلقین فرماتے رہے  
کہ دنیا کے دھندوں میں زیادہ نہ پڑیں اور آخرت کی فکر میں لگے رہیں حضرت  
شیخ فرماتے ہیں

حضرت ایشاں بعض از اصحاب خود را در باطن از کار دنیا منع فرمادند

کہ در بودن دنیا ہیچ فائدہ نیست۔ (ص ۱۵۹)

آپ اپنے بعض مریدوں کو باطناً دنیا کے کاروبار سے روکا کرتے تھے۔ کہ اس دنیا کے دھندوں میں زیادہ پڑنے میں کچھ فائدہ نہیں۔ آپ کے زید اور ترک دنیا کے بہت سے واقعات میں سے صرف ایک واقعہ جو بہت مشہور ہے نقل کرتا ہوں اور جس کو حضرت شیخ عبدالحلیم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی والدہ ماجدہ کی روایت سے بیان کر دیا ہے (ص ۱۵۵-۱۵۶) فرماتی ہیں کہ آپ کے ابتدائی زمانہ کا واقعہ ہے ایک عورت نے بطور ہدیہ کچھ وہی اور کچھ سوت کا دھاگہ لاکر پیش کیا۔ وہی تو لنگریں خرچ ہوا لیکن دھاگہ میں نے آپ کے حجرہ میں اس خیال سے محفوظ رکھا کہ کہیں خرقہ مبارک پھٹ جائے گا تو اس دھاگہ سے پھرسی لوں گی۔ جب آپ مسجد سے حجرہ کو آئے تو حجرہ کے دروازہ پر پہنچتے ہی کھڑے ہو گئے۔ رنگ زرد ہو گیا اور انتہائی مخموم و پریشان ہو گئے۔ میں جلدی سے دوڑ کر آپ کے سامنے آئی اور پوچھا کہ کیوں رنگ متغیر ہو گیا۔ اور کیا حزن و غم پیش آیا۔ حجرہ کے اندر کیوں داخل نہیں ہوتے ہو۔ فرماتے لگے اے میری مہربان والدہ ماجدہ۔ مجھے حجرہ کے اندر سے مردار کی بو آرہی ہے۔ ایسا سوچنے لگی کہ حجرہ میں مردار کہاں سے۔ پھر سوچنے کے بعد میں نے کہا کہ اندر مردار چیز تو کوئی نہیں۔ کچھ دھاگہ رکھا ہوا ہے کہ کہیں سینے کی ضرورت پیش آئے گی تو اس سے کام لیں گے۔ فرماتے لگے کہ ماں بس یہی دھاگہ ہے اس سے یہ بدلو آرہی ہے۔ اس کو نکال دیجئے۔ اور محتاجوں فقروں پر صدقہ کیجئے۔ رکھنے کی ضرورت کیا۔ وقت حاجت اللہ کافی بہت حاجت کے وقت اللہ اچالے ہمارے لئے کافی ہے۔ فرماتی ہیں کہ آپ کے حکم سے وہ دھاگہ نکالا گیا اور فقرا کو دیا گیا اس کے بعد خالی حجرہ میں اندر داخل ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہوئے۔ اس واقعہ کو ذکر کرنے کے بعد حضرت شیخ عبدالحلیم رحمۃ

اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

- و حضرت ایشان تولاک الدنیا راس کل عبادک بہ دست گرفتہ و بہ میدان ہمت گر کے ہمت از عالمی ہمتاں پردہ و نظر بر حق بر بستہ و پذیر از حق نہ پروا خست و نہ از چیزے چیزے مے خواست و نہ چیزے در دست داشتہ نگاہ مے داشت۔

ترجمہ:- آپ نے اس چیز کو اپنا معمول بنایا تھا کہ دنیا کا چھوڑنا اصل عبادت ہے اور ہمت کے میدان میں بڑے بڑے باہمتوں سے آپ بازی لے گئے تھے۔ حق تعالیٰ ہی پر صرف نظر رکھتے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف توجہ ہی نہیں کی کسی سے کوئی چیز نہیں مانگی اور نہ ہی کبھی یہ کیا کہ کوئی چیز مانگے آئی تو اس کو محفوظ و ذخیرہ کیا۔

جس قدر آپ نے دنیا کو ترک کر دیا تھا، اسی قدر دنیا اور دنیا والے آپ کی طلب اور آپ کی خدمت و محبت میں سرشار ہوتے اور جیسا کہ حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ازهد فی الدنیا یحبک اللہ و ازهد فیما عند الناس یحبک الناس (ترندی) آپ کے ساتھ لوگوں کی محبت دن بدن بڑھتی رہی اور اب تک بڑھتی چلی جا رہی ہے۔

اور اسی چیز کو حضرت شیخ عبدالحلیم نے بھی اس موقع پر ذکر فرمایا ہے۔ ہر کہ از بہر خدا ترک خلق گیرد ہرگز ترک او نہ گیرد ص ۶۲۔ جو شخص خدا تعالیٰ کے واسطے مخلوق کو چھوڑے مخلوق ہرگز اس کو نہ چھوڑے گی

اکثر اولیاء اللہ نے کھانے پینے کے بارے میں ہمیشہ تقابیل سے کام لیا ہے اور لذات کے پیچھے نہیں پڑے۔ صرف قوت لایموت ہرگز اس کا کام لیا ہے۔ اتنی قوت بد میں حاصل ہوتی رہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکیں۔ حضرت شیخ المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی معمول تھا۔ آپ پیٹ بھر کر کھانا پسند نہ

طعام

فرماتے تھے۔ عمر کا اکثر حصہ روزہ سے رہے۔ اور درمیان میں اگر کچھ کھاتے تو بہت کم مقدار میں کھانا کھاتے اور بہت کم پانی پیتے۔ عام طور پر جوگی روٹی کھاتے اور کبھی کبھی اس کے علاوہ دوسرے غلوں کی روٹی بھی کھا لیتے۔ سالن بہت کم بے نمک یا کم نمک کھاتے۔ آپ یا ربیک چپاتی قسم کی روٹی جو سخت ہوتی تھی اور اس میں شکر نہ ہوتا وہ کھاتے تھے۔ عام طور سے لذیذ کھانوں کی طروت رغبت نہ کرتے۔ لیکن اگر کوئی شخص تقاضا کر کے اصرار کرتا تو دوسروں کی دلجوئی اور خاطر داری کے لئے تھوڑا سا تناول فرماتے۔ بازار کا کھانا جہیں پر عام لوگوں اور فقرا و مساکین کی نظر پڑی ہوئی ہوتی ہیں آپ کھا لینا پسند نہ کرتے اور کبھی کوئی چیز ایسی نہیں کھائی۔ ایک دفعہ ایک مخلص مرید نے بازار کی کوئی مٹھائی پیش کی اور کہا کہ یہ ہا یہ لے آیا ہوں۔ اور میری خواہش یہ ہے کہ آپ میرے سامنے ہی تناول فرمائیں تو بہتر ہو گا۔ ایک مومن کی دلجوئی بھی بڑی اہم چیز ہے۔ اس وقت رات کا وقت تھا اور اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ آپ اس شخص کی خاطر داری کے لئے منہ میں ڈالتے اور پھر دوسری طرف واپس پھینک دیتے۔ حضرت شیخ عبدالحکیم نے یہ واقعہ نقل فرمایا کہ آخریں لکھا ہے کہ اس اذیلتے آں بود کہ حضرت از خوردن طعام بازار و از خوردن طعام لذیذ محترز سے بود۔ و ہر طعام و شیرینی کہ نظر زدہ خلق سے بود در نئے خورد۔

**جواب** شیخ عبدالحکیم فرماتے ہیں کہ دن کے وقت بہت تھوڑی دیر بس چند منٹ ہی قبول فرماتے اور پھر بیدار ہو جاتے تھے۔ اور رات کے شہاق بھی خیال رہے کہ تھوڑی دیر تک نہیں بتد کرنے کے بعد پھر بیدار ہو جاتے اور عبادتِ خداوندی میں مشغول

۱۔ تمام تفصیلات مقامات قطبہ ص ۳۸ و ۳۹ پر ہے۔ دست ۸ کا مخلص ہے۔

ہو جاتے کبھی کبھی ایسا بھی ہوا کہ مہینہ بھر تک یہ معمول رکھا کہ رات بھر بیدار رہے اور عشاء کے وضو کے ساتھ فجر کی نماز ادا کی۔ اور تمام رات نوافل ادا کرتے ہی

گزار ہی (مقامات ص ۳۸)

صاحب مجمع البرکات حضرت شیخ عبدالملکیم صاحب شیخ جمال الدین  
**جو دستخا** شیخ شمس الدین کی روایت سے نقل فرماتے ہیں کہ والد ماجد  
 حضرت شیخ بہادر کے انتقال کے بعد آپ نے ان کا تمام ترکہ راہ حق میں تصدق و  
 خیرات کر دیا۔ اور یکدم ہی اپنے آپ کو ان اموال و املاک سے فارغ کر دیا (دوبیکبار  
 نفس نفیس خود فارغ کر دیا) ص ۳۱

جیسا کہ گذر چکا ہے ابتداء میں آپ نے ہجوم خلق سے بچنے کے لئے بڑی کوششیں  
 کیں اور زاویہ خمبول میں عابدانہ زندگی گزارنے کا ارادہ فرمایا تھا۔ اس لئے کسی لشکر  
 وغیرہ کا انتظام نہیں کیا تھا۔ لیکن جب عاشقان زیارت کسی تادیر سے بھی رکتے  
 نہیں تھے۔ تو آپ نے اس کو مرضی خنی سمجھ کر لوگوں کی خدمت کا قصد فرمایا۔ اور پھر  
 ان کی سہولت و آرام کی خاطر عام طور سے آنے جانے والوں کے لئے لشکر جاری کیا۔  
 جس میں ہزاروں لوگوں کو کھانا کھلایا جاتا۔ کبابیں، بکریاں، مرغے ذبح کئے جاتے۔  
 اور بلا تیر عام و خاص کھلائے جاتے۔ قوم خشاک کے سرداروں سے آپ لشکر کیلئے  
 مویشی قرض خرید لیتے۔ اور پھر سب کو قرضہ ادا کیا جاتا تھا۔ کسی کو ظاہری سبب کی  
 اطلاع نہیں ہوتی تھی۔ کہ آپ یہ کہاں سے ادا فرماتے ہیں مگر عوام و خاص سب مشاہدہ  
 کرتے تھے کہ کسی قرضخواہ کا ایک حبیہ تک باقی نہ رہنے دیتے تھے۔ اور ہزاروں کی  
 رقمیں اس طرح ادا ہو جاتی تھیں۔ صاحب مجمع البرکات نقل فرماتے ہیں کہ صاحب  
 بارہا عموماً یہ زبان مبارک خود فرمودہ یعنی بارہا آپ نے خود اپنی مبارک زبان سے  
 فرمایا کہ مثل الذین ینفقون اموالہم فی سبیل اللہ کثلی حیۃ انبت

سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائة حبة اور من جابر بالحسنة فله عشر  
امثالها ومن یترک علی اللہ فہو حسیدہ. واللہ خزائن السموات و  
الارض ولكن المنافقین لا یفہون . ص ۳۳

الغرض آپ برسوں تک اس طرح قرض لیتے رہے اور پھر پورا پورا ادا بھی کرتے  
رہے۔ اگرچہ بار بار وہ فرسخواہ واپس لینے سے انکار بھی کرتا اور چاہتا کہ میں سدا ف کر دوں  
مگر آپ یہ قبول نہ فرماتے اور کسی سہولت پزیر نہ لیتے تھے۔ حضرت شیخ عبد الحلیم صاحب  
فرماتے ہیں کہ قرضوں کی اس قدر کثرت سے ہمیں بڑی پریشانی سی رہتی تھی۔ حقیقت  
حال تو ہم کو معلوم نہ تھی اس لئے ظاہر میں اپنی تنہی دہنی کو دیکھ کر ہمیں اندیشہ لاحق ہو جاتا  
تھا کہ آخر حضرت اس قدر قرضوں کی ادائیگی کیسے کریں گے۔ کیونکہ جو دو سنا کے عام  
ذریعے فیض و کرم کبھی اس قدر بہا دیتے تھے کہ ہماری محدود عقلموں میں پھر اس  
کے ادا کرنے کی گنجائش نہ آتی تھی۔ آپ میرے دل کے اضطراب کو سمجھ گئے  
ایک وفد فرمایا۔ اے عبد الحلیم۔ میں ذرا پیشاب کرنا چاہتا ہوں استنجا کے  
لئے کوئی ڈھیلہ ڈھونڈ لاؤ۔ فرماتے ہیں میں ڈھیلہ اٹھالانے کے لئے گیا۔  
دیکھا کہ ہر چہاں طرف بس سونا ہی سونا پڑا ہوا نظر آ رہا ہے۔ ساری زمین اس  
سونے سے بھری ہوئی معلوم ہوئی۔ میراں ہو کر کھڑا کھڑا رہ گیا۔ آپ نے  
فرمایا ڈھیلہ کیوں نہیں لاتے۔ میں نے عرض کیا حضرت سونے سے تو استنجا جائز  
نہیں۔ اور یہاں میرے سامنے اس کے سوا اور کوئی چیز نہیں۔ آپ نے فرمایا۔  
تو پھر یہ کیوں کہتے ہو کہ لوگوں کے یہ قرضے کہاں سے اور کیسے ادا ہوں اور  
فرمایا۔

اے فرزند غم مخور حق سبحانہ و تعالیٰ مسبب الاسباب است ہر کہ بہ او  
تکیہ کند روزی او خود فراخ است و اولاد او نیز از برکت توکل او در دنیا



بسیار عیش و ارباشار۔ مجمع البرکات ص ۳۳۲  
 اے بیٹے کچھ غم و اندیشہ نہ کرو۔ حتیٰ سجاؤ و تولیے اسباب بنانے  
 والے ہیں۔ جو کوئی شخص اس پر بھروسہ و تکیہ کرے خود اس کی روزی بھی فراخ  
 ہوگی اور اس کی اولاد کو توکل کی برکت سے دنیا میں خوب اچھی زندگی حاصل  
 ہوگی۔

موسم گرما میں صبح کے وقت تو چاول کھلاتے اور شام کو روٹی اور اس کے  
 ساتھ گوشت پکوا کر کھلاتے۔ اور سردی کے موسم میں اس کا عکس کرتے یعنی  
 صبح روٹی گوشت اور شام کو چاول۔ اور بقول صاحب مجمع البرکات آپ کے  
 لنگر میں گھی کثرت کے ساتھ کھلایا جاتا تھا (دروغین چوں آپ رواں کردہ بود)  
 آنے والے مہانوں کے لئے ان کے مزاج اور طبی خواہش کے مطابق کھانا پینا  
 حتیٰ کہ میوے بھی مہیا کرائے جاتے تھے۔ ہر حاجتمند کی حاجت پوری کرتے۔  
 اور کسی سائل کا سوال رو نہ کرتے تھے۔ صاحب مجمع نے لکھا ہے۔ گاہے سائل  
 از پر نوع تا آخر از درگاہ ایشان تہی و بے توانماندہ اگرچہ سواش از حد  
 متجاوز بود۔ یعنی اول سے لے کر آخر تک کسی قسم کا سائل بھی آپ کے دربار  
 سے خالی ہاتھ اور محروم نہیں رہا۔ اگرچہ اس کا سوال بہت ہی زیادہ اور حد  
 سے بڑھا ہوا ہوتا۔ (ص ۳۳۲)

لنگر میں کھانے والوں کی تعداد ہزاروں تک ہوتی تھی۔ قحط و تنگی کے  
 زمانہ میں بھی روزانہ کم از کم پانچ ہزار تک کھانے والے ہوتے تھے۔ و زیادہ حد سے  
 نہ داشت۔ (مجمع البرکات ص ۳۳۲)

آپ نے علوم ظاہری کی تمام کتابیں باقاعدہ طریقہ  
 تعلیم و تدریس سے پڑھ کر تکمیل کی تھی۔ اور تفسیر و حدیث اور فقہ

کی کتابوں کا ابتدا ہی میں کافی عرضہ تک مطالعہ کیا تھا۔ صاحب مجمع البرکات اس سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ چونکہ مشائخ کرام کی عادت ہمیشہ سے یہ رہی ہے کہ وہ علوم ظاہری کی تکمیل و فراغ کے بعد ہی علوم باطنی کی طرف متوجہ ہو جایا کرتے ہیں اس لئے حضرت ایٹال نیز ہم خیال کردہ اندیس بہ ہر تقدیر استعمال علم ظاہر تین و بست سال کردہ (ص ۳۳) حضرت نے بھی ایسا ہی کیا ہے اور پچیس برس تک علم ظاہری کے استعمال میں لگے رہے ہیں۔

شیخ عبد الحلیم صاحب فرماتے ہیں

حضرت شیخنا در وقت اول و اسرار معانی قرآن سرے و در کہ عظیم داشت۔  
(مقامات ص ۱) (ہمارے حضرت شیخ قرآن مجید کے معانی کی باریکیوں اور رموز و اسرار کے سمجھنے میں بہت بڑی مہارت رکھتے تھے۔

علم تصوف و سلوک کے متعلق بھی علمی طور سے پوری مہارت اور کامل واقفیت رکھتے تھے۔ (مقامات ص ۸۶) اور لکھا ہے کہ

حضرت ایٹال را در علم الیقین و حق الیقین و عین الیقین خط عظیم و علم کامل بود درین مقامات درک وافرے و اثرت زیرا کہ طے ہمہ مقامات کردہ و ہمہ را دیدہ و منظور و مخطوط آنہا بودند (ص ۸۷)

تقریباً اٹھارہ کتابیں تفسیر و حدیث اور فقہ و اصول کی ہمیشہ آپ اپنے ساتھ مجلس میں رکھا کرتے تھے۔ تفسیر کرم المعانی کو اکثر و بیشتر استعمال میں رکھا اور اس کی طرف زیادہ توجہ رکھتے تھے۔ اور آپ بارہا ان کتابوں کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ میں تعلیم ظاہری میں فقیر است (یہ اس فقیر کا ظاہری علم ہے) اور فرمایا کرتے تھے مرا میں چراغها است بہ روشنی اینہامی روم و می کنم و می دارم آنچه درے بہت و اجتناب و رزم از آنکہ در آن ممنوع است (مجمع البرکات ص ۳۳۹)

ترجمہ:- یہ کتابیں میرے لئے چراغِ راہ ہیں ان کی روشنی میں زندگی کا سفر طے کر رہا ہوں اور کرتا ہوں اور پسند رکھتا ہوں جو کچھ اس میں کرنے کے لئے لکھا گیا ہے۔ اور پختا ہوں اس سے جس سے ان کتابوں میں منع کیا گیا ہے۔

آپ کے پاس مختلف علوم و فنون کی ہزاروں کتابیں اور قرآن مجید کے ہزاروں نسخے آئے۔ مگر آپ نے ان میں سے چند کتابیں اپنے مطالعہ کے لئے رکھی تھیں اور ایک قرآن مجید تلاوت کے لئے۔ جو کہ بطور وصیت بعد میں حضرت شیخ دانشمند یعنی حضرت شیخ عبدالحلیم صاحب قدس سرہ العزیز کے ہاتھ آ گئیں۔ باقی جتنی کتابیں بھی آپ کے پاس پہنچتی رہیں آپ یا تو اہل علم کو ہدیہ عطا فرماتے یا فی سبیل اللہ وقف کر دیتے۔ یہ تو وہ تھیں جو لوگوں نے ہدیہ دی تھیں اسی طرح آپ نے خود خرید خرید کر اس طرح اہل علم میں تقسیم کر دیں۔ (مجمع البرکات ص ۳۳)

آپ کی نگرانی و سرپرستی میں سات مدرسے جاری تھے۔ تین مدرسوں میں تو قرآن مجید کی تدریس و تعلیم ہو رہی تھی اور چار مدرسوں میں فنون مختلفہ کی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں۔ ان مدارس و مکاتب سے متعلقہ کتب خانوں میں ایک روایت کے مطابق ۱۳ ہزار اور دوسری روایت کے مطابق ۲۱ ہزار کتابیں تھیں۔ جب کبھی کسی مسئلہ کی تحقیق کی حاجت پیش آتی تو آپ متعلقہ کتابیں منگاتے اور مسئلہ نکال لیتے۔ صاحب مجمع البرکات نے لکھا ہے کہ یہ گویا آپ کی ایک کراہت تھی کہ جس مسئلہ کی تحقیق منظور ہوتی کتاب کے کھولتے ہی وہ مسئلہ نکل آتا۔ اور تلاش کی ضرورت نہ پڑتی۔ پھر لکھتے ہیں۔ واپس نیز محض برائے تسلی عالماں کر وہ

اے شاید کسی کو یہ سبالغہ معلوم ہو لیکن جب مستند روایت موجود ہے تو سبالغہ قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں۔ تفصیل کا موقع نہیں۔

والا ہمہ علوم النیال را یاد بودند ص ۳۳۹ (یہ بھی محض علماء کی تسلی کے لئے  
 کر دیتے ورنہ آپ کو تو سارے مسائل یاد تھے)

آپ کا معمول یہ بھی تھا کہ جب کبھی علمی مسئلہ پر بحث ہوتی تو آپ علماء کرام  
 کے سامنے پوری تحقیق و تدقیق کے ساتھ مسئلہ کے تمام پہلو روشن کر دیتے اور  
 پھر اس کے بعد کتاب منگو کر حوالے دکھاتے اور ان کا اطمینان کراتے۔ اگر  
 اس طرح سے وہ مطمئن ہو جاتے تو خیر ورنہ پھر دوبارہ پہلے سے بھی زیادہ تحقیق  
 کے ساتھ اور بھی واضح طور سے تقریر فرماتے یہاں تک کہ علماء کرام کی پوری پوری  
 تسلی ہو جاتی۔ (صفحہ ۳۳۹)

ان مدارس و مراکز میں سینکڑوں طالب علم آ کر تحصیل علوم کرتے۔  
 اور ان کتابوں سے علمی استفادہ کرتے تھے۔ ان واقعات کو ذکر کر کے صاحب  
 مجمع البرکات نے حضرت شیخ بہادر کا وہ مشہور قول نقل کیا ہے جو آپ نے  
 حضرت شیخ المشائخ رحمہ اللہ تعالیٰ کی شیرخوارگی کے زمانہ میں آپ کی والدہ ماجدہ  
 کو خطاب کر کے فرمایا تھا۔ "مرا یک مرتبہ است و اوراد و" اور پھر اس کی تشریح  
 یوں فرمائی کہ اس کو علم باطن اور علم ظاہر دونوں بہ درجہ کمال حاصل ہوں گے (صفحہ ۳۳۹)  
 آپ کی مجلس میں اکثر علماء کرام حاضر رہتے تھے۔ مجلس کبھی اہل علم سے خالی  
 نہ رہتی۔ مختلف علمی مسائل پر بحثیں ہوتی رہتیں۔ دوران گفتگو میں کبھی علماء کرام  
 آپ کی طرف اشارہ کر کے فرمادیتے کہ دیکھئے صاحب حضرت مجلس میں خود کتشریف  
 فرما ہیں آپ اچھی طرح جانتے والے ہیں آپ بتا دیں گے۔ کہ بات کیسی ہے اور وہ  
 کو فیصلہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں آپ یہ گفتگو سن کر مسکراتے اور خاموش رہتے۔  
 حضرت شیخ عبدالحلیم صاحب فرماتے ہیں کہ اگر مجلس میں کوئی شخص آ کر  
 مسئلہ پوچھتا اور میں موجود ہوتا تو آپ مجھے فرماتے کہ اس کو جواب دیجئے۔ کبھی

دوسرے علماء کو جواب دینے کے لئے فرماتے۔ ویسے آپ کا عام معمول یہ تھا۔  
 کہ جواب مسائل علماء کرام کے حوالہ فرماتے۔ مگر علماء آپ کے ہونے ہوئے جواب  
 دینے میں ادب و احترام کی وجہ سے پس و پیش کرتے پھر بھی آپ بار بار اصرار  
 کر کے ان سے فرماتے کہ آپ ہی علماء اور دین جاننے والے ہیں آپ ہی حکم ارشاد  
 فرمائیں۔ اور پھر وہ جواب دیتے۔ آپ اس کو نقل کر کے فرماتے کہ اس مسئلہ میں  
 فلاں عالم یوں فرماتے ہیں (صفحہ ۳۴)

بارہا ایسا ہوا کہ طالب علم دین اور علماء و فضلا علمی شبہات اور کتابوں کے متعلق  
 و مشکل مقامات کے حل کرنے کی تمنا لے کر آئے۔ اشکالات پیش کئے۔ اور کبھی  
 اشکال بیان کئے بغیر ہی مجرّد توجہ ہی سے ان کے شافی جواب خود بہ خود ان کو  
 مل گئے۔ اور ان کے بندہ سینے کھل گئے۔ اور بالکل اے لقا کے تو جواب  
 ہر سوال کا نقشہ سامنے آتا۔ صاحب مجمع البرکات نے ص ۳۴ پر اس قسم کے  
 متعدد واقعات تفصیل کے ساتھ ذکر کئے ہیں۔

مجمع البرکات شیخ دانشمند یعنی حضرت شیخ عبد الحلیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ  
 کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آپ کے وعظ میں یہ ایک خاص تاثیر تھی کہ حاضرین مجلس  
 میں سے صف اول کے لوگ ضرور کچھ اثر اس وقت ہی لے لیتے "بہ وقت انام  
 وعظ ہم ادلیارے گشتے" اور فرمایا "وگا ہے یک ازاں درآں وقت محروم ماندہ  
 وپرتو وعظش درآں زماں تاہنگام رحلت ہچناں بود" ص ۳۴۔ یعنی وعظ کے  
 قبض سے کوئی محروم نہ رہتا۔ اور زمان رحلت تک آپ کی یہی تاثیر اور وعظ  
 مبارک کا نیک پرتو رہا۔

آپ جب کبھی علیٰ ہو جاتے اور بیاد سی لاتی ہو جاتی تو اور دنوں میں خواہ  
 شدید تکلیف ہوتی لیکن قدرت خداوندی سے پنجشنبہ اور جمعہ کو ضرور کچھ افاقہ ہو

جاتا اور حرب معمول تندرستوں کی طرح پسند و موافقت فرماتے۔ اور اس دوران میں کوئی تکلیف محسوس نہ ہوتی۔ جس سال آپ کا انتقال ہوا۔ ماہِ رجب سے قبل آپ اسی طرح باقاعدہ وعظ و ارشاد سے لوگوں کو مستفید فرماتے۔ رجب کے اوائل میں بھی اسی طرح باقاعدگی رہی۔ آخری ہفتہ وفات سے قبل شدتِ مرض کی وجہ سے خود کچھ فرمانہ سکے۔ صاحبِ جزا وہ کلاں (حضرت شیخ ضیاء الدین صاحب شہید بابا) کو حکم دیا تو پنجشنبہ کے روز انہوں نے وعظ فرمایا۔ جمعہ کے روز منبر پر خود تشریف لے گئے لیکن کمزوری از حد زیادہ تھی زیادہ دیر تک فرمانہ کے اتر آئے اور آپ کے حکم سے خواجہ گل لور نے منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا۔ اس کے بعد اگلے پنجشنبہ کو ناغہ ہوا اور وعظ نہ ہو سکا۔ اور جمعہ کے روز وفات پائی۔

عمر بآپ مجلس میں بیٹھ کر گفتگو پست آواز سے اور آہستہ آہستہ فرماتے تھے۔ دور کے بیٹھے ہوئے لوگ تکلیف سے سن سکتے تھے۔ لیکن وعظ کی حالت میں کچھ ایسی کیفیت طاری ہو جاتی کہ آپ کی آواز عادت کے مطابق آواز سے بہت زیادہ بلند ہو جاتی۔ (جمع البرکات ص ۳۴۴)

حضرت شیخ عبدالحلیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں سفر سے واپس ہوا تو آرزو تھی کہ اگر حضرت شیخ لوگوں کو جمع کیے کچھ وعظ ارشاد فرمائیں تو بہتر ہوگا۔ مجھے کچھ علمی و فائق حاصل ہوں گے اور مستفید ہو جاؤں گا۔ چنانچہ ایک دن آپ نے خود مجھے فرمایا کہ اے عبدالحلیم اٹھ کر کچھ وعظ کہو، میں اٹھا اور منبر پر بیٹھ کر وعظ کیا۔ میں نے ایک زرد دار اور نہایت ہی بہترین وعظ کیا۔ قرآن مجید کی آیات اور احادیث رسول اللہ کے معانی و مطالب بیان کئے نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ نکات سمجھائے لیکن حاضرین پر میں نے اپنے وعظ کا کوئی اثر محسوس نہ کیا اور ان وعظ ہی میں خیال ہونے لگا کہ میں یہ سب کچھ کہہ رہا ہوں لیکن مخاطبین کچھ متاثر نہیں ہوتے۔ اور دل گرفتہ ہو کر بس کیا

اور نمبر سے نیچے انز آیا۔ حضرت شیخ منبر پر تشریف لے گئے کلمات مائورہ اور چند دعائیہ کلمات پڑھنے کے بعد فرمایا۔ اے نادانوں! ایک خاص لہجہ سے اس لفظ کا زبان مبارک سے نکلنا تھا کہ سب لوگ لوٹ پوٹ ہو گئے۔ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ گریباں آنسوؤں سے تر ہونے لگے اور آہ و نوحان کا شور اٹھنے لگا بہت سے لوگوں پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اور کافی دیر تک یہ اثر رہا۔ اس کے بعد اگلے ہفتہ پھر آپ منبر پر تشریف لے جا کر وعظ فرماتے لگے فرمایا اے میرے دوستو! مجھے یاد پڑتا ہے کہ میرے بچپن کے زمانہ میں میری والدہ ماجدہ نے ایک طاقتور سیادھی رکھ دیا تھا ایک بلی آئی اور اس نے دو برتن دہاں سے نیچے گرا دیا۔ معلوم نہیں اس سے آگے وہ کیا زمانا بچا پتے تھے اور یہ قصہ کس غرض سے تمہیں بیان فرمایا تھا باوجودیکہ صرف ان الفاظ کو وعظ نصیحت کے ساتھ کچھ مناسبت نہ تھی مگر سب لوگ سن کر حسب حال سابق رونے اور متاثر ہونے لگے۔ رات کو گھر میں میں نے عرض کیا حضرت! یہ وجہ کہہ رہے کہ میں نے نو گزشتہ ہفتہ ایسا وعظ کیا اور اس قدر علمی حقائق بیان کئے کہ شاید کوئی بیان کر سکے مگر اثر کچھ بھی نہ ہوا۔ اور آپ نے دونوں دفعہ صرف چند لفظ کہے اور مجلس کی حالت بدل گئی جواب میں ارشاد فرمایا۔

اے فرزند تو ہر چہ گفتی و گوئی سخناں از خود گوئی بزبان خود مے گوئی ہر چہ داری و فقیر۔ زبان غیر گوید (مجمع البرکات ص ۳۲۳)

اے فرزند تو نے جو کچھ کہا ہے یا کہتے ہو اپنی طرف سے کہتے ہو اور جو کچھ جانتے ہو اپنی زبان سے ادا کرتے ہو اور فقیر (میں) کسی اور کی طرف سے اور زبان سے کہہ رہا ہے۔

حضرت شیخ رحمہ کار کا عام معمول یہ تھا کہ خواہ خواہ اس کے سامنے وعظ فرماتے یا عوام کے سامنے۔ سورہ فاتحہ سے اپنے وعظ کی ابتدا فرماتے۔ اکثر آیت وَمَا

تخلقت الجن والانس إلا ليعبدون پڑھ کر اس پر تقریر فرماتے تھے ص ۳۲۳  
 معمول تھا کہ جمعہ اور پنجشنبہ کے روز اشراق سے ضحیٰ تک خاص اہل علم و  
 سلوک کے لئے خاص وعظ ہوتا۔ اس میں عام لوگوں کو سننے کے لئے نہ چھوڑتے تھے  
 اس لئے کبھی خاص کو ساتھ لے کر پہاڑ کی بلندی پر علیحدہ ارشاد فرماتے۔ کبھی اپنے  
 مکان اسی پر علیحدہ ہو کر وعظ فرماتے۔ کسی ایسے شخص کو جو اسرارِ علمی اور رموزِ تصوف  
 کے لحاظ سے ناجرم ہوتا اپنے پاس نہ آنے دیتے۔ اور اگر کوئی غیر محرم شخص اصرار کر  
 گے یا کسی اور ذریعہ سے ضرورت شامل ہو جاتا تو اگرچہ وہ علمِ ظاہری کے لحاظ سے اہل علم  
 اور اہل دانش ہیں مگر تاہم اس مجلس میں قدرتِ الہی اور آپ کی کرامت سے وہ تمام  
 دانشمندی اور مادہ فہم ختم ہو جاتا۔ وہ ان اشارات و رموز کو کچھ نہ سمجھتا خود گہرا کراہ  
 لگتا کرواں مجلس سے روانہ ہو جاتا۔

پچاس سال تک آپ نے قریباً یہی معمول رکھا۔ پنجشنبہ کے روز تصوف و  
 سلوک کے باریک مسائل تحقیق و تدقیق کے ساتھ اس کے اہل لوگوں کو سمجھاتے اور  
 مشکلات حل کر دیا کرتے تھے۔

جمعہ کی نماز وقت داخل ہوتے ہی اول وقت میں جلدی سے ادا کیا کرتے تھے  
 اور چھوٹے دنوں میں تو خاص طور سے عجلت سے کام لیتے۔ جمعہ کے روز قبولہ دوپہر  
 کا آرام کرنا نہ کرتے۔ تمام لوگ پہلے سے تیاری کئے ہوئے حاضر ہوتے۔ وقت  
 داخل ہوتے ہی اذان ہو جاتی۔ اور تھوڑی دیر بعد نماز ادا فرماتے۔ اس کے بعد  
 سلیس و آسان زبان میں عام لوگوں کے فہم کے مطابق وعظ فرماتے۔ جو کبھی عصر  
 کی نماز تک کبھی اس سے ذرا پہلے تک جاری رہتا۔ اس وعظ میں عام طور سے لوگوں  
 کی سمجھ کے مطابق نیکی اور بھلائی کی ترغیب ہوتی اور آپ پوری تفصیل و توجیح کے  
 ساتھ مسائل جو مینیہ بیان فرماتے۔



صاحب مجمع البرکات کی روایت ہے کہ سمجھدار زود نویس کا ثبوت آپ کے ملفوظات اور خواص و عوام کے سامنے وعظ و نصیحت کی باتوں کو بالالتزام لکھ کر محفوظ کیا ہے اور اس طرح تین کتابیں اس قسم کی تیار ہو گئی تھیں۔ جمعہ کے روز کا وعظ عام فارسی زبان میں مرتب ہوا اور پنجشنبہ کے روز کے خاص مواعظ تصوف و سلوک کی دقیق باتیں اور رموز و معارف عربی زبان میں منقح لساوک کے نام سے مرتب کئے گئے۔ اور پنجشنبہ اور جمعہ کے خاص خاص حقائق کشف الحقائق کے نام سے عربی زبان میں لکھے گئے تھے۔ اور اسی طرح آپ نے آیت وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ کی تشریح و تفسیر میں جو عام وعظ کے ان عام وعظوں کو نصیحت نام کے نام سے فارسی زبان میں مرتب کیا گیا تھا اور خواص کے سامنے اس آیت کی جو تشریح و تفسیر ہوئی اس کو عربی زبان میں قواعد العارفین کے نام سے جمع کیا گیا تھا۔ لکھا ہے کہ فارسی کی یہ کتابیں توسند و خراسان میں اہل علم طبقہ کے اندر مشہور و نداول ہیں اور عربی کتابیں چونکہ عبارات و معانی دونوں لحاظ سے کافی مشکل اور دقیق ہیں اس لئے ان کا زیادہ رواج عام طور سے نہیں ہوا۔ (مجمع البرکات ص ۳۲۳) صد افسوس کہ یہ کتابیں ہماری بد قسمتی اور نااہلی کی وجہ سے اب موجود نہیں اور دستبرد زمانہ سے ضائع ہو گئیں۔ ورنہ ان سے حقیقتاً اندازہ ہو سکتا تھا کہ حضرت شیخ کے علمی فیوضات کیلئے۔ اور آپ کا علمی درجہ بھی کتنا بلند و برتر تھا۔

زبان۔ یہ بھی گویا آپ کی ایک کراہت تھی کہ اگرچہ آپ وعظ پشتو زبان میں فرمایا کرتے تھے عربی اور فارسی عبارات اور آیات و احادیث کا ترجمہ پشتو زبان میں کر کے بیان کیا کرتے تھے۔ لیکن اگر کوئی پشتونہ جاننے والا کوئی شخص بھی مجلس میں بیٹھا ہوتا تو وہ بھی تمام مضمون کو بالکل سمجھ جاتا۔ اور کوئی بات آپ کے وعظ میں سے اس سے مخفی نہ رہتی۔ وعظ کے علاوہ آپ کا طریقہ یہ تھا کہ جس زبان کا کوئی شخص

آ جاتا آپ اس سے اسی زبان میں گفتگو فرماتے۔ صاحب مجمع البرکات لکھتا ہے۔  
 در دنیا زبانی نبود کہ بدلیشاں نیامده و حضرت بہ ہمہ مطلع بود۔ بہ ہر زبان سخنناں  
 فرمودہ تو گوئی کہ خاصہ از اہل این زبان است (صفحہ ۳۴۶)  
 دنیا میں کوئی زبان ایسی نہ تھی جو آپ کو نہ آتی تھی حضرت سب جانتے تھے۔  
 اور ہر بولی آپ بولنے رہے ہیں۔ بولتے وقت یوں معلوم ہوتا تھا۔ گویا خاص کر  
 اہل زبان ہی ہیں۔

کرامت کے طور پر تو خیر۔ بہ ہر زبان سخنناں فرمودہ نہیں بھی کوئی تعجب کی بات نہیں  
 اور انکار کرنا غلطی ہے البتہ عام معمول کے مطابق شاید "بہ ہر زبان سخنناں" اور در  
 دنیا زبانی نبود کہ بدلیشاں نیامده کو عقیدہ تندرہ مبالغہ پر محمول کیا جاسکتا ہے اس لئے  
 صحیح یوں معلوم ہوتا ہے کہ "ہر زبان" سے اس وقت کی متعارف اور علمی زبانیں  
 عربی، فارسی یا ابتدائی اردو ہندی مراد لی جائے تو بہتر ہے پس صاحب مجمع کی  
 عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت کی متعارف و متداول زبانیں آپ جانتے  
 تھے اور ان میں صاف بلا تکلف اہل زبان کی طرح گفتگو کر سکتے تھے۔

**اہل علم کی تسلی**۔ صاحب مجمع البرکات نے بڑی تفصیل کے ساتھ بہت سے  
 واقعات و حالات ذکر کر دئے ہیں کہ علماء کرام دور دور سے آکر آپ سے علمی مسائل  
 پوچھتے مناظرے کرتے اور علمی اشکالات کو حل کیا کرتے تھے ان واقعات کو تفصیل کے  
 ساتھ پڑھنے کے لئے نہایت مفید علمی نکتے حاصل ہو جاتے ہیں۔ اور حضرت شیخ کی حاضر  
 جوابی وقت فہم اور علمی کمالات کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ صاحب مجمع نے نہایت عمدہ اور  
 بلیغ عبارت میں اس مضمون کو ادا کر دیا ہے۔ کہ آپ کی مجلس میں بیٹھنے سے بیٹھنے والوں  
 پر کہا اثر ہوتا تھا۔ اور بس طرح اہل مجلس آپ کی نظر ہی سے عالم و فاضل بن جاتے  
 تھے (صفحہ ۳۵)

لکھا ہے کہ ایک دفعہ ایک بہت بڑے عالم کو فلسفہ کے ایک مسئلہ میں علمی اشکال پیش ہوئے اور شرح حکمت العین کی ایک عبارت نہایت متعلق اور پیچیدہ تھی اس کا مطلب حل نہ ہو سکتا تھا۔ وہ شخص کتاب کو ساتھ لاکر حاضر خدمت ہوا اور آپ سے استفسار کیا آپ نے نہایت عمدگی سے اس مقام کو حل کیا اور مطلب واضح کر کے اس کی تسلی کر دی۔ (صفحہ ۳۵)

اخون زفر کو ہستانی جو آپ کے خلفاء و مسترشدین میں سے ایک مشہور عالم و فاضل تھے۔ اپنے ایک عربی مکتوب میں اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نہایت بے تعلبی میں علاقہ یوسف زکی کے ایک گاؤں غلاما میں تحصیل علم کے لئے ایک جید عالم کے ہاں سکونت پذیر تھا۔ ان دنوں اپنے استاد اہل سے شرح عقائد جلالی کا حاشیہ اخون یوسف پڑھا کرتا تھا۔ میرے استاد کا تعلق استفادہ بطنی حضرت شیخ المشائخ شیخ رحمہ اللہ العزیزی کے تھا۔ اور بار بار وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جایا کرتا تھا۔ حاشیہ اخون یوسف پڑھتے وقت ایک مقام آیا آیا کہ بہت مشکل اور پیچیدہ تھا۔ میرا وہ فاضل اہل استاد بھی اس کو حل نہ کر سکا اور مجھے سمجھانہ سکا۔ پندرہ روز تک سبق اس غرض کے لئے ناغہ ہوتا رہا کہ سوچ کر اس مقام کو حل کیا جائے مگر کامیابی نہ ہوئی۔ اور وہ مسئلہ لائیکل ہی رہا۔ انہی ایام میں استاد حسب معمول اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوا۔ اس دفعہ میں بھی ساتھ ہو گیا۔ اور ول میں پیرا وہ کیا کہ وہاں پہنچ کر مناسب موقع کی تلاش میں رہوں گا۔ اور کتاب کے اس مقام کے متعلق استفسار کر کے تسلی حاصل کروں گا اگر وہ واقعی ولی کامل اور خدا سپدہ بند ہے تو وہ ضرور حل کر سکے گا۔ دل میں یہی خیال لے کر میں حاضر دربار ہوا۔ پنجشنبہ کا دن تھا میں جب داخل مجلس ہوا تو حضرت شیخ اس وقت حسب معمول پنجشنبہ اپنے خاص مریدوں کو نصوص و سلوک کے متعلق

وعظا ارشاد فرمایا ہے تھے۔ اثنائے وعظ ہی میں میرے اور میرے استاد کا اکرام و اعزاز  
 کیے گئے ہیں تو آرا۔ سلسلہ وعظ و نصیحت یوں جاری تھا آپ زبان فیض ترجمان سے  
 پوری فصاحت و بلاغت کے ساتھ سلوک کے مسائل بیان فرما رہے تھے۔ باتوں باتوں  
 میں آپ نے علم کلام اور علم معقول کے مسائل شروع کئے اور پھر کلامی مسائل کو نہایت  
 تحقیق و تدقیق کے ساتھ غائرانہ طور پر بیان فرماتے گئے یہاں تک کہ ان مسائل کے متعلق  
 آپ نے ایسی فصیح و بلیغ تقریر کی کہ حاشیہ اخون یوسف کا وہ لایجل مسکنہ اس سے  
 خود بخود بڑی آسانی کے ساتھ حل ہوا۔ آپ کی توجیح سے میرے دل کا عقدہ ڈا ہوا  
 اور کتنے دنوں کا وہ مطلق اشکال یک دم کا فور ہوا۔ پھر آپ نے مجھ فقیر کی طرف  
 نظر اٹھا کر دیکھا۔ تبسم فرمایا۔ جس کے بعد آپ کی عقیدت میرے دل پر نقش ہو گئی (۳۵۵)  
 حضرت شیخ کے ان چند واقعات علمی مشعلہ ان کے ہاں کتابوں کی کثرت وعظ و نصیحت  
 اور مسائل علمیہ کی عالمانہ تحقیق و تدقیق اور علمی مجالس سے قارئین نے اندازہ لگایا ہوگا۔ کہ  
 حضرت شیخ المشائخ رحمہ اللہ تعالیٰ کی علمی شان کس قدر بلند و برتر تھی۔ بد قسمتی سے آج حضرت  
 شیخ کی اولاد و اخفاد و مریدین و متقدمین کی نظروں سے آپ کی یہ حیثیت اور آپ کا یہ  
 علمی رتبہ بالکل اوجھل ہے اور وہ یہ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ آپ کی عالمانہ شان کیسی تھی۔  
 حقیقت یہ ہے کہ کامل درویشی علم کے بغیر ہو بھی نہیں سکتی۔ **رَبَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ**  
**الْعُلَمَاءُ** اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علماء ہوتے ہیں اللہ  
 تعالیٰ سے خشیت ہی تو کامل بزرگی اور اعلیٰ درجہ کی درویشی ہے۔ اور نص قرآنی کے رو سے  
 یہ مرتبہ خشیت ان کو حاصل ہو سکتا ہے جو علماء ہوں۔ بڑے پڑھنے لکھنے والے حروف  
 شناس نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور احکام و اوامر کے جاننے والے مراد  
 ہیں۔ حضرت شیخ عبد الحلیم لکھتے ہیں ”فقر ہمہ وقت اقتداء بعلما کتد“ یعنی درویشی و  
 فقیر لوگ ہمیشہ مسائل میں علماء کی پیروی کیا کرتے ہیں۔ اور فرمایا۔ عزیز من! علما را باید

کہ درویشی یا شد و درویشی را باید کہ عالم بود۔ (مناجاتِ قطبیه ص ۲۲)۔ (سیرتِ عزیزی  
عالم کو چاہیے کہ وہ درویش ہو جائے اور درویش کو چاہیے کہ وہ عالم ہو)  
اور حضرت شیخ رحمکار کا جو مقولہ گزر چکا ہے کہ علم بہ عالماں گذشتہم وہ محض نورضا  
اور جذبہ کمال عبدیت کی بنا پر فرمایا ہے۔ ورنہ ان علوم ظاہریہ اور فنون مختلفہ کے  
جاننے میں بھی وہ بہت بلند پایہ بزرگ گزرے ہیں۔ کذواللہ صراحدہ و رزقنا  
اللہ من علومہ حظار اخرایک۔

## فائدہ علمیہ

عبدیت کے متعلق حضرت شیخ کا مقولہ پہلے بھی گزر چکا ہے۔ اور اب اس  
موقعہ پر پھر اس کا ذکر آگیا۔ میں تو جب بھی آپ کا یہ مقولہ دیکھتا ہوں۔ کہ  
”شیخی بہ شیخاں نجشیم و پیری بہ پیران نجشیم و سلوک بہ سالکان نجشیم  
و تصوف بہ صوفیان نجشیم و من براتم کہ اللہ تبارک و تعالیٰ زنجیر بندہ گری  
در گردن من انداختہ و او تعالیٰ زنجیر از گردن من بدر نہ گردانند“  
تو خدا شاد ہے کہ دل پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اور حضرت شیخ  
کی عظمت و حرمت کا ایک خاص اثر اپنے قلب میں محسوس کرتا ہوں۔ اور اس کے  
ساتھ ہی جب ان تمام کمالات اور فضائل و مناقب کا تصور کرتا ہوں۔ جو اللہ  
کے کسی بندہ میں جمع ہو سکتے ہیں۔ تو یقین ہو جاتا ہے۔ کہ واقعی حضرت شیخ رحمکار  
جامع الکمالات و الفضائل تھے۔ آپ نے خود تو اپنے آپ کو جذبہ عشق و عبدیت  
میں کچھ نہ سمجھا تھا اور درویشی۔ علمیت۔ مشیت۔ پیری، تصوف، سب کچھ دوسروں  
کو چھوڑ گئے تھے۔ لیکن درحقیقت یہ سب چیزیں آپ میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔  
بلکہ اس زمانہ میں ان علاقوں میں جس کسی کو ان کمالات و فضائل میں سے جو کچھ بھی

ملا آپ ہی کی توجہ و صحبت سے نصیب ہوا ہے۔ آپ ہی منبع فیوض و برکات تھے اور آپ ہی کی ضیاء افشانی سے تمام ملک منور ہو رہا تھا۔ اور سو رہا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس موقع پر میں عبدیت کی ذرا تشریح و تفسیر بھی عرض کر دوں۔ تاکہ اس سے بندہ گری کی پوری حقیقت قارئین کے سامنے واضح ہو جائے۔ اور وہ پھر اسی آئینہ میں حضرت شیخ رحمہ اللہ جیسے بندہ خدا کی ساری زندگی کی تصویر دیکھ سکیں۔ اور پھر خود یہ فیصلہ کر سکیں۔ کہ جس بندہ خدا نے یہ فرمایا تھا کہ

رشتہ در گردنم افگندہ دوست مے بردہر جا کہ خاطر خواہ اوست

اس نے دنیا میں رہ کر اپنی زندگی کن پابندیوں میں گزار دی ہوگی۔ اور اس نے دوست

کے خاطر خواہ کتنے کام کئے ہوں گے۔ میں عبدیت و معبودیت کی ان اصطلاحات شرعی

کی تشریح حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب

"التکشف عن مہات التصوف" اور حضرت قدس سرہ کے بعض دوسرے مواضع سے

استفادہ کر کے لکھ رہا ہوں۔ نیز مولانا عبدالباری ندوی مدظلہ نے اپنی کتاب "تجدید تصوف

سلوک" میں جو کچھ لکھا ہے۔ اس سے بھی اخذ کر کے لکھا ہوں۔

**عبدیت کی تفسیر و تشریح**۔ شریعت کی اصطلاح میں عشقی اور طبعی حال

یا ایمان و عمل کے کمال کا نام عبدیت یا غلامی ہے۔ یعنی خدا و رسول کی ہر بات کو

بے چون و چرا ماننا اور کرنا اور اس کی رضا اور خوشی میں اپنی خوشی دیکھنا اور پانا۔

شریعت مطہرہ کے احکام و اوامر کے ساتھ ہمارا طرز و انداز اور طریق کار بار کُل وہ ہونا

چاہئے۔ جو ایک عاشق کا معشوق کے ساتھ اور مملوک یا غلام کا اپنے مالک کے ساتھ

ہوتا ہے۔ کسی نے ایک غلام خریدا اور پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے۔ کہا جو آپ مقرر کریں

پھر پوچھا کہ تو کیا کھایا کرتا ہے۔ کہا جو آپ کھلائیں۔ اسی طرح لباس کے متعلق سوال

کیا۔ تو جواب دیا جو آپ پہنائیں۔ غرض غلامی کی حقیقت ہی یہ ہے۔ کہ مالک و مولیٰ

کے حکم و مرضی کے سامنے اپنی خواہش و مرضی کو فنا کر دینا۔ جب مجازی غلامی کا یہ  
 اقتضائے ہے۔ تو کیا خدا کے ساتھ جو علاقہ ہے۔ وہ غلامی نہیں۔ بلکہ اگر غور کرو تو خدا  
 کے ساتھ تو ہم کو حقیقی غلامی کا تعلق ہے۔ انسانی غلامی سے تو انسان آزاد بھی  
 ہو سکتا ہے۔ برخلاف خدا کی غلامی کے۔ کہ اس کا طوق ہماری گردن سے کبھی نہیں نکل سکتا۔  
 کیونکہ اس غلامی سے آزادی کی یہی صورت ہے کہ نعوذ باللہ ہم بندے نہ رہیں اور خدا  
 خدانہ رہے۔“

انسان کی آفرینش کا مدعا عبودیت ہے وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون  
 پس معلوم ہوا کہ دنیا میں اس کو جس بات کے حاصل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ وہ یہی  
 عبودیت کی حالت ہے یعنی دنیا میں انسان کو اس لئے بھیجا ہے۔ کہ وہ ادا مرد تو اسے  
 کو پورا کر کے عبودیت حاصل کرے۔ ادا مرد تو اسے کا تعلق زیادہ تر افعال و اعمال  
 سے ہے۔ خواہ وہ اصطلاحی عبادات ہوں یا معاملات و معاشرت و اخلاق سب  
 کو پورا کرنا ہی عبودیت یا بندگی ہے۔ اسی طرح عبد کی حیثیت سے ہم کو ادا مرد تو اسے  
 اسرار و مصالح معلوم کرنے کا بھی نہ حق ہے نہ اس کی فکر میں پڑنا چاہئے۔ بس جو کچھ  
 حکم ہو بے چون و چہرا ماننا اور پورا کرنا اور اس کو عین حکمت و مصلحت جاننا چاہئے۔  
 بلکہ بالفرض اگر خلاف مصلحت بھی ہو تب بھی ہم کو دم مارنے کی گنجائش نہیں۔ کیونکہ  
 ہم عبد یا غلام ہیں۔ بلکہ اس نیت کی بھی مجال نہیں۔ کہ یہ ہمارے لئے مصلحت ہے  
 آخر ہم میں کیا چیز کچھ بھی نہیں۔

بہ درود و صاف ترا حکم نیت دم درش کہ ہر چہ ساقی ماریخت عین الطاوانت  
 حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے تو لکھا ہے۔ کہ وحدت الوجود سے بھی  
 اصل میں عبودیت ہی کا حال و کمال مطلوب ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی مرضیات و احکام  
 کے سامنے نہ صرف دنیا اور نفس کی خواہشات فنا ہو جائیں۔ بلکہ اس حال کا اتنا

غلبہ ہو جائے۔ کہ حق کے مقابلہ میں اپنا یا خلق کا وجود ہی سرے سے نظر نہ آئے۔  
حضرت مولانا مرحوم نے التکشف میں اس مضمون کو یوں بیان فرمایا ہے۔

یہی وہ کیفیت ہے جس کو اہل فن نے وحدۃ الوجود کہا ہے۔ یہ معنی نہیں  
جو عوام میں مشہور ہیں کہ میں بھی خدا، تو بھی خدا، اور درود یوار بھی خدا۔ یہ  
بالکل غلط ہے۔ اور بعضے یہ سمجھتے ہیں کہ خدا کے سوا کوئی بالکل موجود ہی  
نہیں۔ یہ بھی بالکل غلط اور قرآن و حدیث کے بالکل خلاف ہے۔ ارشاد  
خداوندی ہے۔ اللہ خالق کل شیء و هو علی کل شیء وکیل۔

حقیقت میں یہ مسئلہ حالی ہے قالی نہیں۔ وہ حال یہ ہے۔ کہ جب خدا تعالیٰ  
کی ذات پیش نظر ہوتی ہے۔ تو دوسروں کا اور اپنا وجود کا عدم معلوم  
ہوتا ہے۔ بالکل ایسی مثال ہے کہ اگر ایک شخص کسی خیال میں منہمک ہو تو  
اس کو دوسری چیزوں کی طرف مطلق التفات نہیں ہوتا۔ اگر کوئی آواز  
دیتا ہے تو وہ سنتا نہیں بلکہ بعض اوقات اس قدر اہٹماک ہوتا ہے۔ کہ  
کوئی سر کے پاس آکر آواز دے یا کھڑا ہو جائے۔ تو بھی مطلق خبر نہیں ہوتی  
اس کیفیت میں وہ محاورہ میں مجازاً کہہ سکتا ہے کہ لا موجود الا لاہر  
الفلائی۔ (ص ۲۸)

غرض تصوف کی اصطلاح میں وہی وحدۃ الوجود ہے  
وہی وحدۃ الشہود ہے۔ وہی ثن ہے وہی قرب ہے

## عبدیت یعنی قرب

وہی وصال ہے جو شریعت کی اصطلاح میں عبادت یا بندگی ہے۔ اور جس کے مشہور  
احادیث کے اتباع میں قرب نوافل و قرب فرائض کے عنوانات سے حضرات صوفیاء  
کرام نے تعبیر فرمایا ہے۔ جس کی تفصیل حضرت حکیم الامت کے ارشاد کے  
مطابق یہ ہے کہ



جب بندہ ریاضت و مجاہدہ کرتا ہے۔ تو اس کے صفات اور شہرت و غضب کے داعی یا محرکات زائل ہو جاتے ہیں اور نفس میں مرضیات سے محبت اور نامرضیات سے بغض کا ایک راسخ ملکہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جس سے اعمال حسنہ و افعال محمودہ بے تکلف صادر ہوتے و اعمال قبیحہ و افعال ذمیہ قریب قریب معدوم ہو جاتے ہیں۔ ایسے شخص کی نسبت حدیث میں آیا ہے کہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ و لصرہ الذی یراہ البصر بہ و الی سبطش بہا و یرجلہ الی یجشی بہا (رواہ البخاری) یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اس کے کان اور آنکھ اور ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں۔ جن سے وہ سنتا۔ دیکھتا۔ پکڑتا اور چلتا ہے۔

جب وہ مرضی حق کے خلاف نہ کان سے کچھ سنتا ہے نہ آنکھ سے دیکھتا ہے۔ نہ اس کے خلاف ہاتھ پاؤں ہلاتا ہے۔ بلکہ جو کچھ بھی دیکھتا، سنتا یا کرتا ہے بالکل حق تعالیٰ ہی کی مرضی اور حکم کے تابع رہ کر۔ تو ظاہر ہے۔ کہ اس کے کان آنکھ۔ ہاتھ پاؤں اپنے کیا رہے عملاً خدا ہی کے ہو گئے۔ ورنہ ظاہری معنی عقلاً و شرعاً محال ہیں مطلب یہ ہے کہ چونکہ اس کے اعضا و جوارح سے سارے افعال اللہ ہی کی مرضی کے موافق سرزد ہوتے ہیں۔ اس لئے یوں فرمایا کہ گویا میں ہی اس کے اعضا (یعنی کان۔ آنکھ۔ ہاتھ۔ پاؤں) بن جاتا ہوں۔

مولانا مرحوم فرماتے ہیں

چونکہ مجازاً اس حدیث میں حق تعالیٰ کو آلہ اور عبد کو فاعل کہا گیا ہے اس لئے صوفیاء کرام نے اس کا اتباع کر کے یہ عنوان مقرر کیا ہے۔ کہ بندہ فاعل اور حق تعالیٰ آلہ بن جاتے ہیں۔ اور چونکہ حدیث میں اس مرتبہ کا حصول تکثیر نوافل پر وارد ہے۔ اور مجاہدہ و ریاضت میں تکثیر نوافل

لازم ہے۔ خواہ نماز ہو یا روزہ یا کثرت مراقبات یا تقلیل شہوات، اس لئے صوفیہ حدیث کی پیروی میں اس مرتبہ کو قُربِ نوافل کہتے ہیں۔ اور چونکہ اس میں صفات و افعالِ رذیلہ کا ازالہ ہوتا ہے۔ اس لئے فنا و صفات سے تعبیر کرتے ہیں۔

ایک دوسرا درجہ قُربِ فرائض کا ہے۔ جو قُربِ نوافل سے بھی اعلیٰ ہے۔ اور مطلب یہ کہ عبد کی ہستی ایسی مضمحل ہو جائے۔ کہ اپنی قدرت و ارادہ کو حق کی قدرت و ارادہ کے سامنے ذوقی طور پر کالعدم جاننے لگے۔ اور افعال و اعمال میں محض بمنزلہ آلہ حق کے ہو جائے۔ اور حق کی مستقل مؤثریت پیش نظر ہو جائے۔ چونکہ یہ اول سے اعلیٰ ہے۔ کیونکہ اول میں صرف فنائے رذائل تھا فنائے اختیار نہ تھا۔ اس لئے اس سے اعلیٰ ہوا۔

اور حدیث میں تَقَرُّبٌ بِالْفَرَائِضِ كَوَتَقَرُّبٍ بِالنَّوَافِلِ سے اعلیٰ و افضل کہا گیا ہے چنانچہ اس حدیث کا سب سے اول جزء یہ ہے وَ مَا تَقَرَّبَ الِیَّ عَبْدٌ بِشَیْءٍ اَحَبَّ الِیَّ مَا افْتَرَضْتُ عَلَیْهِ۔ اس لئے حدیث ہی کی موافقت میں صوفیہ اس کو قُربِ فرائض کہتے ہیں۔ اور چونکہ اس میں سالک کو اپنے ذاتی صفات قدرت و اختیار پر بھی نظر نہیں ہوتی۔ اس لئے اس کو فنائے ذات سے تعبیر کرتے ہیں۔ (التکشف ص ۳۸)

**تَفَوُّضٌ** اسی عبدیت کا ایک اور عنوان تَفَوُّضٌ الِی اللہ بھی ہے۔ تَفَوُّضٌ کا خلاصہ بھی وہی بندگی و غلامی یا عبدیت ہے۔ کہ مالک کے سامنے ہم ہماری ذات و صفات کچھ بھی ہمارا نہیں۔ سب اسی کی ملک ہیں۔ اور ہم نرے غلام اور اس درجہ تَفَوُّضٌ الِی اللہ اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگنے میں کوئی تعارض نہیں۔ کیونکہ

تَفَوُّضٌ کے یہ معنی نہیں کہ مانگے نہیں بلکہ عزم یہ رکھے کہ مانگنے پر بھی نہ ملا تو

اس پر بھی راضی رہوں گا۔ ورنہ مانگنے کا امر نہ فرمایا جاتا۔ البتہ عین دعا یا مانگنے کے وقت بھی اس کا استحضار رہے کہ مانگنے پر بھی نہ ملا تو اس پر بھی دل سے راضی رہوں گا۔ خوب مانگے اور خوب الحاح و زاری کر کے مانگے۔ مانگنا سرگز تفریض کے منافی نہیں۔

بعض لوگ خود دعا کو تو مقصود سمجھتے ہیں۔ لیکن جس حاجت کی دعا مانگتے ہیں۔ اسکو مقصود نہیں سمجھتے۔ یہ غلطی ہے اور درحقیقت بڑی غلطی۔ جس کو لوگ تفریض سمجھ پیٹھے ہیں۔ اس لئے کہ یہ استثناء ہے۔ حق تعالیٰ کے سامنے جو عبادت کے سراسر خلاف ہے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کے بعد دعا میں یہ اذانہ فرمایا کرتے تھے غیر مودع ولا مستغنی عنہ رہنا۔ یعنی ہم اس کھانے کو رخصت نہیں کرتے۔ نہ اس سے مستغنی ہیں۔ صد ہا حدیثیں ہیں جن میں حضور سے حاجتوں کا مانگنا ثابت ہے۔ تو ایسی چیز تفریض کے خلاف کیے ہو سکتی ہے۔

پس معلوم ہوا کہ شریعت و طریقت دونوں کا کمال مقصود بندگی و عبادت ہی ہے۔ جس کو قرب و رضا بھی کہا گیا ہے۔ اور تفریض بھی یعنی مرضیات نفس کو مرضیات حق میں فنا کر دینا اور اپنے اعمال کو بالکل حق تعالیٰ کے احکام کے تابع کر دینا۔ عشق و محبت۔ قرب و معیت۔ وحدۃ الوجود۔ وحدۃ الشہود سب دراصل ایک ہی معنوں ایک ہی حقیقت یعنی عبادت کی (جو خالص کتاب و سنت کا سچوڑ ہے) تعبیر و تفسیر کے مختلف عنوانات و اسالیب یافتی اصطلاحات ہیں۔ اور تقریب فہم کے لئے نئی نئی تعبیرات و عنوانات یا اصطلاحات دینی و دنیوی کس علم و فن میں مناسب وقت و موافق حاجت اختیار اور وضع نہیں کر لی جاتی ہیں؟ ورنہ بڑا منشا و مدعا ان سب عنوانات و اصطلاحات کا عہد و رب کے اسی

ما خلقت الجن والانس الا ليعبدن والے مخصوص تعلق عبادت و عبادت یا بندگی و سرانگندی کو واضح کرنا اور عملی زندگی میں اس کو پیوستہ کرنا ہے تاکہ حق تعالیٰ سے ہمارا وہی تعلق پیدا ہو جائے۔ جو کسی ہمہ وقت کمر بستہ و بے عذر غلام کو اپنے مالک سے ہوتا ہے۔ نیز ذات و صفات احاطت و معیت اور قرب و اقربیت کی معرفت سے کاندک تراہ فان لم تکن تراہ فانک یواک کا وہ احسانی رنگ پیدا ہو جائے جو کسی غلام کو اپنے مالک کی عین حضوری و پیشی میں حاصل ہوتا ہے کہ اس کے چھوٹے بڑے احکام سے سربموتجاوز نہیں کرتا۔ اور یہی عمل و اطاعت کا کمال ہے۔

اور مالک بھی کیسا جو بڑے شرح "کمال و جمال و نوال" کا مالک و جامع ہے۔ جس کے ساتھ نہ صرف خشک غلامانہ بلکہ عاشقانہ وابستگی بھی لازم ہے۔ اگر عبادت و بندگی کا یہ تعلق عشق و محبت کے جذب و شوق سے بالکل خالی اور ترا مملوکانہ و مجبورانہ نوعیت کا ہو تو بڑی بھلی طرح احکام کی عملی اطاعت تو ہوگی لیکن قلبی رضا کارانہ علاقہ مفقود ہوگا۔ اور "ہرچہ از دوست می رسد نیکو" کا مقام تسلیم و رضا نصیب نہ ہوگا۔ کمال عبادت و بندگی کے ساتھ کمال تسلیم و رضا کا تو یہ عالم ہونا چاہئے کہ

دل فدائے یارِ دل رنجان من	ناخوش تو خوش بود بر جان من
سردستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی	نشود نصیب دشمن کہ شود دلاک شہوت
کہ حیف باشد از و غیر او تمنائے	فرق و وصل چه باشد رضائے دوست

حضرات صحابہ کرام کی عملی زندگی میں خدا و رسول کی محبت نے یہی عاشقانہ رنگ تو غالب کر دیا تھا۔ جس کی بدولت احکام کے سامنے جان و تنہیلی پر لئے پھرتے تھے۔ نہ تیر سے ڈرتے تھے۔ نہ تلوار سے۔ نہ اہل و عیال کی محبت مزاحم اتباع و اطاعت ہوتی

کھی نہ وطن و دیار کا اُنس مانع غربت و ہجرت ہوتا تھا۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ  
عشق و محبت، وجودیت، و شہودیت سب کا بڑا مقصود وہی عبدیت کی  
عملی زندگی اور اس کے کماں یعنی مقام احسان و رضا کا حصول ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا  
کسی کا وجود نظر میں نہ رہ جائے۔ نہ اس کے احکام کے مقابلہ میں دوسروں سے خودت و  
رجا کا خیال ہو۔ نہ اپنے نفع و ضرر کا پاس ہو۔ ہر حال و خیال پر احکام کی اطاعت  
فرماں برداری غالب ہو۔

اس تشریح و تفصیل کو پڑھنے اور اچھی طرح سمجھنے کے بعد حضرت شیخ رحمہ اللہ کا وہ  
مقولہ پھر پڑھئے۔ اور اس سے اندازہ لگائیے۔ کہ اس "بندۂ خدا" کی عملی زندگی کیا ہوگی  
اور آپ کا رنگ کس طرح عاشقانہ اور محسنانہ تھا۔

## بندۂ خدا کے چند فضائل و مناقب

مقامات قطبیہ میں حضرت شیخ عبدالحلیم نے آپ کے اخلاق و شمائل کا جو نقشہ  
پیش کیا ہے۔ وہ مختصراً درج ذیل ہے۔

آپ صادق القول اور انتہا درجہ کے راستباز تھے۔ بلا ضرورت گفتگو  
اور بے مقصد کاموں سے ہمیشہ احتراز رکھتے اور دور رہتے تھے۔ معمول  
یہ تھا کہ یا تو دین کی کوئی بات فرماتے یا پھر خاموش رہتے تھے۔ سنت  
نبوی کے پورے متبع تھے۔ اور تمام عمل سنت رسول اللہ کے مطابق  
ہی کیا کرتے تھے۔ آپ نے حق و صداقت کے صراطِ مستقیم پر قدم رکھا  
تھا۔ اور ہوا و ہوس اور خواہش نفسانی سے بالکل انقطاع اختیار  
فرمایا تھا۔ آپ ہر قسم کے اخلاق حمیدہ اور ملکات فاضلہ سے متصف  
تھے۔ اور کسی ناپسندیدہ اخلاق کا آپ میں اثر تک بھی نہ تھا۔ معرفت

الہی آپ کو بدرجہ کمال حاصل تھا۔ اور اس راہ کی تمام منزلیں طے کر چکے تھے

(مقامات ص ۳۹)

افعال و اعمال حسنہ۔ اخلاق حمیدہ۔ علوم عالیہ سے آپ موصوف تھے۔ شیخ  
عبدالحمیم فرماتے ہیں۔ "حضرت ایشاں دریں صفات مذکورہ کامل تر زمان خود  
و ادلی تر اقران خود بود" محبت حق تعلقے بہ درجہ کمال رکھتے تھے۔ آپ انتہا  
درجہ کے صابر و شاکر تھے۔ آرام و راحت، ابتلاء و مصیبت ہر حالت میں یکساں  
شکر گزار رہے۔ اور کسی سخت سے سخت تکلیف کے وقت کوئی کلمہ شکایت زبان  
پر نہیں لایا۔ اور کسی شدت کے وقت آپ کی حالت میں کوئی تغیر و تبدل نہیں آیا۔ ہر  
حالت میں رضائے الہی کے مطابق قدم رکھتے تھے۔ آپ اپنی پسند و رضا کو ترک  
کر کے رضائے حق کو اختیار کئے ہوئے تھے۔ حضرت شیخ عبدالحمیم فرماتے ہیں کہ  
خود آپ کو تو یہ مرتبہ علیا حاصل تھا ہی لیکن آپ کی توجہ و تاثیر کی برکت سے آپ کے  
مریدوں کو بھی یہ درجہ کمال حاصل ہوا تھا۔ حتیٰ کہ آپ کے فیض یافتہ مریدوں میں  
سے ایک مرید حلیہ طور سے بیان فرمایا کرتے تھے کہ جس رات میرے گھر میں کچھ نہ ہو  
اور میرے بال بچے بھوکے سو جائیں۔ تو اس رات میں زیادہ خوش اور راضی ہوتا ہوں  
اور بھوک پیاس اور غریبانی کی تکالیف سے میرے قلب پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ اور کسی  
قسم کا رنج و غم مجھے پریشان نہیں کر سکتا۔ (ص ۴۳)

اس موقع پر حضرت شیخ عبدالحمیم نے شیخ فتح ٹٹک کا واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک  
دفعہ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک کالا سانپ حجرہ کے اندر سے نکلا۔ اور اس نے آکر  
سجدہ کی جگہ پر اپنا سر رکھ دیا۔ اس فقیر حقانی نے اس چیز کی مطلق پرواہ نہ کی۔ اور  
سجدہ ادا کرتے وقت پوری بے خوفی اور بے پردہی کے ساتھ اس مقام پر اپنی  
پیشانی رکھنے لگا۔ اور بالکل یہ خیال ہی نہ کیا کہ یہاں زہریلا سانپ پڑا ہوا ہے مجھے

کوئی گزند پہنچائے گا۔ جب آپ اس طرح پیشانی رکھنے لگے۔ تو اس سانپ نے وہاں سے اپنا سدا ٹھایا اور جگہ خالی کر گیا۔ جب انہوں نے سجدہ سے بہ اطمینان سر اٹھا کر جلسہ کیا تو سانپ نے پھر سجدہ گاہ پر سر رکھا۔ آپ نے پھر پوری دلاوری کے ساتھ اس جگہ اپنی پیشانی رکھنی چاہی۔ اس پر سانپ نے وہاں سے سدا ٹھایا اور جگہ خالی کر کے وہاں سے روانہ ہوا۔ حضرت شیخ عبدالحلیمؒ اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ ذکر فرماتے ہیں کہ بعد ارشاد فرماتے ہیں۔ "آنکہ از غیر نہ ترسد و غیرے نہ بنید و از غیرے نہ اندیشید" مثل ایشان اند (ص ۴۷) یعنی جو غیر اللہ سے نہ ڈرتے ہیں اور نہ غیر اللہ کو دیکھتے ہیں اور نہ غیر اللہ کے متعلق کچھ سوچتے ہیں وہ ایسے ہی حضرات ہوتے ہیں۔ اور پھر لکھا ہے کہ شیخ نوح رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس جنگل کے شیر چیتے وغیرہ درندے بے تکلف آجایا کرتے تھے اور زیارت کر کے واپس چلے جاتے تھے۔ اور پھر تحریر فرمایا ہے "الغرض مریدانش را این حال بود" یعنی حضرت شیخ رحمہ اللہ قدس سرہ کے مریدوں اور آپ کے تربیت یافتہ متقین کی حالت یہ تھی۔ تو ظاہر ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ جب پھلوں کی جلالت و لطافت اور کمال و خوبی کی یہ کیفیت ہو۔ تو اس سے اس شجرہ طوبی کا اچھی طرح اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

اس کے بعد حضرت شیخ عبدالحلیمؒ نے لکھا ہے کہ اسرار شریعت کے ماہرین نے فرمایا ہے۔ کہ ذکر و فکر دو بنیادی اور اہم چیزیں ہیں۔ اور حضرت شیخ رحمہ اللہ جس طرح ذکر رسانی اور ذکر قلبی میں بروقت مصروف رہتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی آپ طائفہ اہل نکر میں بھی داخل تھے۔ عشق الہی اور محبت خداوندی کی وجہ سے اس قدر استغراق و تفکر میں تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ آپ کسی غم و اندوہ کی وجہ سے محزون ہیں (ص ۴۸ و ۴۹) اور یہ اس لئے تھا۔ کہ "حضرت ایشان از عاشقان حق بود و عاشق سوختہ دل بود (ص ۵) اور لکھا ہے۔ "از فرط استغراق معرفت و محبت

مدہوش و متحیرے بودند و مجال دم زدن نہ داشتند (ص ۵۸) اور علاوہ ازیں لکھا ہے  
 حضرت شیخ المشائخ شیخنا غواص  
 بحر پردہ کبریا بود و دریں زمانہ قطب  
 وحدت الہی بود و ثانی بایزید بسطامی  
 بود (ص ۵۸)

نیر آپ کے متعلق یہ بھی لکھا ہے۔ کہ

حضرت ایشان از واصلان حق

بود و بہ دیگرے نہ پرداخت و بیح  
 مقصود غیر او نہ داشت۔ و بیح مطلب  
 را غیر او در ضمیر و سیرا گذر در راہ بود

و بیح موجود غیر از وجود او در نظرش

نہ بود و نہ وجود داشت و تمامی ہست

و نیست او وصلت دوست حقیقی

بود و دوستی غیر او گذشتہ و بہ وصل

دوست نوازش یافتہ برآں مکرم و

معظم بود و علی الحقیقت پیر تربیت و

پیر ارادت ہم اد بود قدس سرہ العزیز

(مقامات ص ۱۲۸)

آپ حق تعالیٰ کے دو صلین میں سے  
 تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے  
 کی طرف توجہ نہیں کی۔ اور اس کے سوا  
 اور کسی کو مقصود نہ رکھا۔ اور اس کے  
 قلب مبارک میں اللہ کے سوا کسی دوسرے  
 مطلب کا کبھی گذر بھی نہ ہوا۔ اور خدا تعالیٰ  
 کے وجود کے سوا کوئی اور موجود اس کی  
 نظروں میں نہیں تھا۔ نہ کسی موجود کا وجود  
 سمجھتے تھے۔ اور دوست حقیقی کا وصال  
 ہی آپ کے ہاں سب کچھ تھا۔ غیر اللہ کی  
 دوستی کو بالکل چھوڑ دیا تھا۔ اور دوست  
 حقیقی (اللہ تعالیٰ) کے وصال سے  
 نوازا گیا تھا۔ اور اسی سے مکرم و معظم تھا  
 اور حقیقت یہ ہے کہ وہی پیر ارادت اور  
 پیر تربیت تھے۔ قدس سرہ العزیز



یعنی وحدت الوجود کہیے یا وحدت الشہود، مرتبہ قرب وصال کہیے یا مرتبہ عبودیت  
عبودیت "آپ صرف اللہ تعالیٰ ہی پر نظر رکھتے تھے اور غیر اللہ کا وجود آپ کی نگاہوں  
کے سامنے بالکل نہ تھا۔

آپ کے تواضع و خاکساری کے واقعات و حالات بہت ہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت  
شیخ عبد الحلیمؒ کی یہ شہادت سب سے بڑھ کر ہے۔

حضرت شیخ المشائخ شیخنا قدس سرہ  
کثیر التواضع بود و از کبر و خودی بالکل  
منقطع بود و دور بود (ص ۱۱)

ہمارے حضرت شیخ بہت بہت تواضع  
و فروتنی کرنے والے تھے اور تکبر و  
خود پسندی سے بالکل علیحدہ اور بہت دور

آپ مخلوق خدا کی خاطر مدارات ہر حیثیت سے بہت زیادہ کرتے تھے۔ اور  
ان کی خبر گیری اور آرام رسانی میں خاص اہتمام سے کام لیتے تھے۔ بارہا ایسا بھی  
ہوا کہ چیونٹیوں کے بلوں میں جا کر غلہ ڈال دیتے تھے۔ تاکہ ان کو بہ آسانی غذا مہیا  
ہو۔ اور اسی طرح دوسرے جانوروں کو ان کے کھانے کی چیزیں مہیا کیا کرتے تھے۔  
حضرت شیخ عبد الحلیمؒ نے اس قسم کے واقعات نقل کر کے ان کے آخر میں ضیاء الدین  
نخشب کا یہ قطعہ لکھا ہے۔

طیب صندل بہ بر خسے نہ دہند  
این سعادت بہ بر کسے نہ دہند

نخشبی خوئے خوش کجا یا بند  
خلق نیکو سعادت ابدی ست

۱۱ حضرت صحابہ کرام میں سے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ، چیونٹیوں کو روٹی  
چرا کر کے کھلایا کرتے تھے۔ کیونکہ ان کو ان پر رحم آیا کرتا تھا

(اسوۃ صحابہ ج ۲ ص ۳۸۶)

## اولیاءِ عصر اور ان سے آپ کی ملاقاتیں

**اخون پخو بابا** پہلے بھی گذر چکا ہے کہ حضرت اخوند پخو بابا رحمۃ اللہ علیہ (اکبر پورہ) آپ کے والد ماجد اور اس خاندان کے مستشرقین

و مستفیدین میں سے تھے۔ اور اس سلسلہ میں حضرت شیخ بہادر کے ہاں ان کی آمد و رفت رہا کرتی تھی۔ حضرت شیخ رحمکار کے زمانہ طفولیت میں ان سے حضرت شیخ کی ملاقات ہوتی رہی ہے۔ آپ نے بچپن ہی میں اپنے مرشد زادہ کے چہرہ انور میں نجابت و شرافت اور ولایت و تقرب عند اللہ کے آثار محسوس کئے۔ دعائیں دیں۔ اور تمنا ظاہر کی کہ وہی طور سے محض خداوندی فضل و کرم اور رحمت بے پایاں کی بنا پر جو کچھ درجہ و مقام بلند آپ کو ملنے والا ہے۔ کاش وہاں پہنچ کر مجھے بھی اپنی عنایات سے بہرہ ور فرمائیں۔ بچپن ہی میں آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔ کہ مجھے بھی سب کچھ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اور ان کی توجہ سے مل رہا ہے۔ آپ بھی اُس دربار کی طرف متوجہ ہو کر اپنے لئے درخواست کیجئے۔

بعض روایات میں یہ بھی ذکر ہے۔ کہ حضرت اخون پخو رحمۃ اللہ علیہ کی جب وفات ہوئی تو آپ کو الہاماً وفات کی اطلاع دی گئی۔ آپ راتوں رات وہاں شریف لے گئے۔ اور نماز جنازہ میں بھی شامل ہوئے۔ والد اعلم۔

**پیر سباق** آپ کے عصر سے کچھ زمانہ پہلے کے مشہور بزرگوں میں سے سید سباق صاحب بھی تھے۔ جو پیر سباق کے نام سے مشہور ہیں۔

والد ماجد کی وفات کے بعد جوانی ہی کے زمانہ میں حضرت شیخ رحمکار دود فقہ سید سباق کی ملاقات کے لئے شریف لے گئے۔ ان کے پاس بیٹھے۔ گفتگو کی اور واپس ہوئے۔ (مجمع البرکات ص ۳۵۹)

## اخون سالاک

اخون سالاک یا اخون چالاک اصل میں ملک ترکستان کے ایک صاحب املاک و جائیداد بزرگ تھے۔ ترک وطن کر کے اخون پنچ صاحب سکنہ اکبر پورہ کے ہاں آئے۔ تاکہ مرشدِ کابل سے تزکیہ باطن کر کے پھر کافروں سے جہاد کرنے میں مشغول ہو جائے۔ حضرت اخون پنچ سے بیعت کی۔ اور مناسب تربیت حاصل کرنے کے بعد پیر سے اجازت حاصل کی۔ اور شمالی کوہستان ابا سین (دریائے اٹک) کے کفار سے جہاد کا ارادہ کیا۔ اور اس غرض کے لئے تیاریاں کیں۔ حضرت اخون پنچ نے دعائیں دیں اور بہ طور تبرک ایک سواری اور ایک تلوار حوالہ کر کے روانہ کیا۔ اور ساتھ ہی وصیت کی کہ میدانِ جہاد میں جانے سے قبل ایک دفعہ حضرت شیخ رحمکار کے پاس بھی ضرور زیارت کے لئے چلے جاؤ۔ اور اس سے دعا کی درخواست اور کچھ امداد طلب کرو۔ اخون سالاک کو پہلے سے کچھ عقیدت حضرت شیخ کے ساتھ تھی۔ محض اپنے مرشد کے حکم کی تعمیل میں ملاقات کے لئے حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ اور دل میں فیصلہ کیا کہ اگر وہاں جا کر میں نے کچھ بزرگی کے آثار محسوس کئے۔ شرعی احکام و قوانین کے مطابق سارا معاملہ دیکھا تب دعا اور امداد طلب کروں گا۔ ورنہ گفتگو کر کے اس کی صلاح کی کوشش کروں گا۔ جب وہاں پہنچ کر حضرت شیخ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ حضرت شیخ نے انتہائی اعزاز و اکرام کے ساتھ اخون صاحب کو مصیٹے پر بٹھایا۔ مصیٹے پر بیٹھنے کے ساتھ ہی اس نے باطنی طور سے روحانی اثرات محسوس کئے اور سمجھ گیا کہ حضرت شیخ کا رتبہ اور شان کیا ہے۔ آپ نے حضرت شیخ کو بار بار کہا کہ آپ بھی مصیٹے پر تشریف رکھئے۔ مگر آپ فرماتے رہے کہ "اے اخون مرا تو انائی نیست کہ یکجا بہ عالمان نشینم" (اے اخون میری یہ طاقت نہیں کہ علماء کے ساتھ یکجا بیٹھ جاؤں) اخون صاحب نے فرمایا "عالم کلاں تو ای (بڑے عالم تو آپ

ہی ہیں) اسی طرح گفتگو سوتی رہی۔ پھر حضرت اخون سالاک نے ایک مسئلہ چھیڑا جس پر جانبین سے دلائل شروع ہوئے۔ اور چاشت کے وقت سے لے کر وقت زوال تک علمی بحث جاری رہی۔ آخر اخون صاحب لاچار و عاجز ہوئے۔ اور آزرده سے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا اے اخون ناراض نہ ہو جائیے مسئلہ کی حیثیت تو یہ ہے جو واضح کر چکا ہوں۔ لیکن اگر آپ چاہیں اس بارے میں جو شرعی عذر ہو سکتا ہے وہ بھی آپ کے سامنے بیان کر دوں گا۔ اور اس طرح اخون صاحب کی پوری تسلی کرادی جب آپ کی مجلس سے رخصت ہو کر اخون صاحب چلے گئے۔ تو ان کے مریدوں نے پوچھا کہ حضرت آپ نے کیا دیکھا اور سمجھا۔ فرمانے لگے۔

یہ باخدا شخص اتنا بلند مرتبہ رکھتا ہے کہ اس کی برکت کے طفیل سے میں نے یہاں مکہ معظمہ دیکھا۔ کہ نماز پڑھتے وقت اس کے سامنے آیا۔ میں چالیس سال سے یہ آرزو رکھتا تھا مگر یہ سعادت حاصل نہ ہو سکی تھی۔ بحمد اللہ آج ان کی برکت سے میں نے دیکھ لیا۔

اس مرد خدا چنیں مرتبہ عالی دارد  
کہ از طفیل برکتش خدائے تعالیٰ مرا مکہ  
معظمہ درینجا نمودہ کہ وقت نماز بدوشان  
آمدہ و فقیر چہل سال آرزوئے آں  
داشتہ میسر نشدہ کنوں بحمد اللہ  
کہ بروئے او دیدیم۔ (مجمع البرکات ص ۳۸۶)

میاں شمس الدین صاحب مرحوم کی کتاب اور تحفۃ الاولیاء اخون پتو بابا میں لکھا ہے۔ کہ بحث و گفتگو کے بعد جب اخون صاحب کی عقیدت مستحکم ہو گئی اور متاثر ہوا۔ تو آخر میں اس نے کہا کہ حضرت! میں کافروں سے جہاد کرنے میں مشغول ہوں اور اب بھی ان سے لڑنے کے لئے اور کلمہ اسلام پھیلانے کے لئے کوہستان اباسین کی طرف جا رہا ہوں۔ آپ دعا بھی کیجئے اور اس موقع پر کچھ مالی امداد و اعانت بھی کیجئے۔ آپ نے مشرق کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔

کہ جاؤ وہاں کچھ مل جائے گا۔ اخون صاحب مجلس سے نکلے۔ اور مشرق کی جانب حسب اشارہ حضرت شیخ روانہ ہو گئے۔ مشرق کی جانب دامن کوہ میں ایک بہت بڑے جنگل کے اندر آپ کے خلیفہ ارشد حضرت فقیر جمیل بیگ صاحب مقیم تھے۔ یہ اشارہ ان کی طرف چلے جانے کے لئے تھا۔ اخون صاحب ان کے پاس گئے۔ فقیر صاحب نے بڑی ادبگت کی۔ اور اعزاز و اکرام کے ساتھ پیش آئے۔ تھوڑی دیر گفتگو کے بعد اخون صاحب نے فرمایا کہ مجھے تو حضرت شیخ رحمکار نے اس مقصد کے لئے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ کہ آپ میری مالی امداد کریں گے۔ فقیر صاحب نے فرمایا کہ میری کیا بساط ہے میں تو ایک فقیر آدمی ہوں۔ لیکن خیر حرج آپ کو ایسے شیخ کامل نے بھیجا ہے تو لیجئے تو کلاً علی اللہ۔ کپڑے بچھا دیجئے۔ انہوں نے کپڑے بچھا دیئے۔ اور آپ نے ان کو سنگریزوں سے بھر کر اور باندھ کر ان کے حوالے کر دیئے۔ اور اخون صاحب کے خادم اور شکر کے سپاہی اسے اٹھا کر لے گئے۔ کچھ فاصلہ پر لے جانے کے بعد انہوں نے کھولا کہ دیکھیں۔ اس میں کیا ہے سنگریزوں کے اٹھانے کے لئے پھرنے سے کیا فائدہ؟۔ کھول کر دیکھا تو وہ سونے اور چاندی کے ٹکڑے تھے۔ چنانچہ اسی مال سے جہاد کفار میں بہت بڑا کام لیا گیا۔ اور حضرت شیخ رحمکار اور ان کے متعلقین کے ساتھ حضرت اخون صاحب کی عقیدت و ارادت اور بھی بڑھ گئی۔ (مناقب میاں شمس الدین صاحب قلمی ص ۲۱۹)

سے حضرت شیخ رحمکار کے ہاں سے بزرگانہ دعائیں اور بطور کرامت سیم و زر کی امداد لیکر اخون صاحب روانہ ہوئے۔ جہانگیرہ کے قریب دریائے کابل کو عبور کر کے علاقہ صوابی میں پہنچے۔ تمام قوم اباخیل اور قوم زر کو مقام شیخ جانان پر جہاں کا سردار عمر خان ایک مرد صالح تھا۔ جمع کیا۔ تمام شکر کو لے کر وہاں سے پنجاب آیا۔ باگو خان خان پنجاب بھی ان کے ساتھ شامل شکر ہوا۔ وہاں سے اخون صاحب اس تمام شکر مجاہدین کو ساٹھ لے کر

## حضرت سید آدم بنوریؒ | حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ العزیز

کے خلفاء نامدار اور اُس عصر کے مشہور بزرگوں میں سے حضرت سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ ایک دفعہ ہندوستان سے افغانستان جاتے ہوئے سرانے کوڑھ پہنچے۔ حضرت شیخ المشائخ شیخ رحمہ کار کو جب ایک ایسے ولی کامل اور مرد با خدا کے اس علاقہ میں پہنچنے کی اطلاع ہوئی۔ تو اعزاز و اکرام کے طور پر خود کوڑھ تشریف لے گئے۔ ان سے ملاقات کی اور اپنی خانقاہ میں تشریف

(تہیہ حاشیہ ص ۱۰۹) مداحیل اور حسن زئی گیا۔ کفار کا بڑا سردار ڈومانی تھا۔ اس کے ساتھ شدید لڑائیاں ہوئیں۔ اور علاقہ پکلی۔ الائی۔ نندیار اور کوہستان چیلہس تک کے کافروں کو شکست دیا اور مسلمان کرتا رہا۔ اور اس طرح تمام کوہستان اباسین میں ان خون صاحب نے اسلام پھیلایا۔ ان علاقوں کی تسخیر کے بعد ان خون صاحب نے خصوصی انعام کے طور پر باگو خان خان پختار کو اپنی خاص تلوار۔ عمر خان خان زرز مشیرہ کو اپنا سجادہ خاص اور ایک دوسرے خان زرز کو ڈوما کی لڑکی نکاح میں اور تیسرے خان زرز کو ڈوما کی بیوی نکاح میں دیدی کہتے ہیں۔ کہ قبیلہ رانی زئی ان خواتین کی اولاد ان دو عورتوں سے ہے (واللہ اعلم) ان خون سالاکؒ اسی علاقہ کے مقام کابل گرام میں مقیم ہو گئے۔ وہاں ذنات پائی اور وہاں مدفون ہوئے۔ اور ان علاقوں میں آپ کی اولاد ہزاروں کی تعداد میں موجود ہے۔ ان خون سالاکؒ کے بہت سے مریدین تھے۔ جن میں سے ایک شاہ ڈند بابا (سوتی مردان) بھی ہیں۔ حضرت خون سالاکؒ صاحب تصانیف بزرگ تھے۔ جن میں سے فتاویٰ عربیہ۔ بحر الانساب۔ اور غزویہ مشہور کتابیں ہیں۔ اس آخری کتاب میں آپ نے وہ تمام واقعات تفصیل کے ساتھ درج کئے ہیں۔ جو ہندوستان وغیرہ علاقوں کے کفار کے ساتھ جہاد کرتے وقت پیش آئے تھے۔ تینوں کتابیں فارسی زبان میں ہیں۔ جنمنا کچھ کچھ عربی بھی آجاتی ہے۔ اور ایک کتاب اپنے مرشد ان خون پختار کے مناقب فضائل میں لکھی ہے۔

(تخفۃ الادبیا ص ۳۳ و ۳۴)

لانے کی دعوت دی۔ وہ اکوڑہ سے خانقاہ میں تشریف لے آئے۔ حضرت شیخ نے ان کی خوب مہمان داری خاطر تواضع کی۔ جب ظہر کی نماز کا وقت ہوا۔ تو حضرت بنوریؒ نے آپ سے ارشاد فرمایا۔

اے حضرت شیخ! آپ آجائے کہ آپ کی اقتداء میں نماز ادا کروں شاید کہ اللہ تعالیٰ آپ کی نماز کی برکت سے مجھ پر اور میرے ساتھیوں پر رحم فرمائے۔

اے حضرت شیخ! شبایا نید نماز پس شبایان گذارم شاید کہ اللہ تعالیٰ اجل شانہ بر برکت نماز شبابہ من و بہ یاران من رحم فرماید۔

حضرت شیخ نے فرمایا۔ کہ ہرگز امامت شمانہ کتم (میں آپ کی امامت نہیں کروں گا) اس طرح طرفین میں اس بارے میں گفتگو ہوئی۔ آخر کار حضرت بنوریؒ نے فرمایا برائے امامت کن دیگر ہرچہ کنی (میں نماز پڑھائیے باقی آپ جو کرنا چاہیں کریں۔ آخر کار حضرت شیخ رحمکارؒ اٹھے۔ مصلے پر کھڑے ہو گئے اور نماز پڑھائی۔ تین دن تک حضرت بنوریؒ وہاں مہمان رہے۔ علمی صحبتیں رہیں۔ اور تیسرے روز رخصت ہو گئے۔ اور راستہ میں مریدوں سے فرمایا۔

چند نمازیں میں نے شیخ احمد سرہندیؒ کے پیچھے پڑھی تھیں۔ اور پندرہ نمازیں اب ان کے پیچھے پڑھیں۔ ان کے علاوہ نماز پنجگانہ میں سے کوئی نماز نہ میں خود اس طرح پڑھ سکتا ہوں اور نہ اور کوئی ایسا ہے کہ اس کے پیچھے اس طرح ادا کر سکوں

چند نماز ہا پس شیخ خود احمد سرہندیؒ گذاردہ بودم و این پانزدہ پس ایشان دیگر هیچ نماز پنجگانہ بدیں طریق نہ بخود توانائی دارم کہ بگذارم نہ دیگرے ہداں نوع طاقت دارد

(مجمع البرکات ص ۵۵)

جاتے وقت حضرت بنوریؒ نے فرمایا۔ کہ میں حج بیت اللہ کے لئے جا رہا ہوں

اے حضرت آدم بنوریؒ کے سفر حج کا یہ واقعہ سنو کہ ہے۔ حضرت شیخ سے ملاقات

آپ اپنی اولاد میں سے کسی کو ساتھ کیجئے۔ کہ اس سفر میں میرے ساتھ رہے۔ آپ نے صاحبزادہ محمد گل صاحب کو ان کے ہمراہ سفر حج پر بھیجا۔

**حاجی بہادر صاحب کوہاٹی** حاجی عبداللہ کوہاٹی جو حاجی بہادر کے نام سے مشہور و معروف ہیں۔ اُس دور کے اولیاء

نامدار اور بزرگانِ باوقار میں سے تھے۔ حضرت شیخ رحمکار کے ساتھ ان کی آٹھ ملاقاتیں ہوئی ہیں۔ صاحبِ مجمع البرکات کا بیان ہے کہ تین مرتبہ خود شیخ رحمکار اُس کی ملاقات کے لئے کوہاٹ تشریف لے گئے ہیں۔ اور پانچ مرتبہ حضرت حاجی صاحب ملاقات کے لئے تشریف لائے تھے۔ دو مرتبہ تو ہندوستان آتے جاتے وقت ملاقات کی۔ اور تین مرتبہ پشاور میں ملاقات ہوئی۔ یہ ساری ملاقاتیں ظاہر و باطن کے فوائد اور آپس کے اخذ و استفادہ کے اعتبار سے نہایت کامیاب ملاقاتیں تھیں۔ خوب علمی اور روحانی صحبتیں ہوئیں۔ اور ایک دوسرے سے روابط و تعلقات بڑھ گئے۔

**حضرت مجدد الف ثانی** "الف ثانی" کے مجدد اور ایک شہرہ آفاق بزرگ حضرت شیخ احمد سرہندی قدس اللہ

سرہ العزیز ہیں۔ آپ کی وفات ۳۴۲ھ میں ہوئی ہے۔ اور اسی زمانہ میں حضرت شیخ المشائخ شیخ رحمکار بھی ہزاروں بندگانِ خدا کی تربیت باطنی کرتے اور احکامِ خداوندی کی اشاعت فرماتے تھے۔ حضرت مجدد سے آپ کی ملاقات کی کوئی روایت ثابت نہیں۔ البتہ صاحبِ مجمع البرکات نے باہمی مکاتبت کی تفصیل ذکر کر دی ہے۔ لکھا ہے۔ کہ حضرت مجدد نے اہم معتبر مریدوں کا ایک وفد آپ کی خدمت میں بھیجا۔ اور ان کے ہاتھ اپنا ایک خاص والا نامہ ارسال کیا۔ جس کا مکمل مضمون کسی کو معلوم نہیں

دقیقہ ص ۱۱۱ حضرت شیخ سے ملاقات بھی گویا اس سنہ میں ہوئی۔ یعنی آپ کی وفات ۱۳ سال قبل؟



ہو سکا۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ نے حضرت مجدد کا وہ مکتوب گرامی بڑے احترام سے لیا۔  
 اور مطالعہ کیا۔ ان حضرات کو خلوت میں لے جا کر ان سے باتیں کیں۔ استفسارات فرمائے  
 اور فرمایا۔ کہ تم کچھ عرصہ یہاں خانقاہ میں ٹھہرو۔ پھر جواب لکھ کر تم کو واپس رخصت  
 کر دوں گا۔ وہ کافی دنوں تک خانقاہ میں رہے۔ بہت دنوں کے بعد انہوں نے پچھلے  
 کے روز نماز ظہر کے بعد عرض کیا۔ کہ کافی مدت گزر گئی ہے۔ حضرت شیخ سرمندیؒ  
 بھی انتظار میں ہوں گے۔ جواب عنایت فرما کر رخصت کیجئے۔ حضرت شیخ کے خاص  
 مریدوں میں سے شیخ جمال الدین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ نے مجھے  
 طلب فرمایا۔ خلوت خاص میں تشریف لے گئے۔ اور ایک مفصل جواب لکھوایا۔  
 آپ نے کیا لکھا تھا۔ ان اسرار و رموز کو اشارات ہی میں نقل کیا گیا ہے۔ بہر حال  
 اس روایت سے اتنی بات ثابت ہوئی کہ حضرت مجددؒ سے آپ کا ربط و تعلق  
 ضرور رہا ہے۔

## واقعہ وفات

آپ کا مرض وفات یوں تو سال بھر تک ممتد رہا۔ لیکن ۴۱ روز تک بالکل صاحب فراش رہے۔ اور ۳۰ رجب کو مرض نے شدید صورت اختیار کی۔ اس بیماری میں سال بھر تک آپ با وضو قیام کے ساتھ باقاعدہ معاد طریقہ سے نماز پڑھتے رہے اور عزیمت پر عمل کیا۔ حالانکہ آپ کو مرض کی سخت تکلیف لاحق تھی۔ اور عزیمت کے ساتھ ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ عموماً دو آدمی پکڑ کر آپ کو اپنے مقام تک پہنچاتے تھے۔ اس بیماری سے قبل حیات طیبہ میں اور بیماریوں میں آپ ایسا نہ کرتے تھے۔ بلکہ رخصت شرعی پر عمل پیرا ہو کر تیمم کیا کرتے تھے اور بیٹھ کر یا اشارہ سے جس طرح طاقت رکھتے نماز ادا کیا کرتے تھے۔ (مقامات مجمع البرکات) آپ کے بھائی شیخ عقیان ہمیشہ تیمارداری اور خبر گیری کے لئے حاضر خدمت رہتے تھے۔ آپ نے شیخ عقیان کو وصیت فرمائی تھی۔ کہ جب مرض کی شدت بڑھ جائے تو بوقت وفات کسی بیگانہ شخص کو میرے قریب آنے نہ دیجئے۔ کیونکہ

حق سبحانہ تعالیٰ نے مجھے خداوندی اسرار اور راز کی باتوں کے اظہار سے محفوظ رکھا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ مرض کی شدت میں میں کوئی بات ظاہر کروں۔ اور لوگ اس کو فاش کر کے عام کر دیں۔ تو یہ اچھا نہ ہوگا

حق سبحانہ تعالیٰ مرا از اظہار اسرار ربی محفوظ داشته مبادا کہ من در شدت مرض چیزے ظاہر کنم و آہنا آں رافاش کنند خوب نخواہد بود

(مقامات قطبیہ ص ۱۷۱)

حضرت شیخ جمال الدین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ۱۶ رجب کو آپ نے اپنے خواص مریدین و خلفاء میں سے ۷۰ آدمیوں کو بلایا اور انہیں خاص خاص نصیحتیں کیں۔ باریک علمی مسائل تصوف و سلوک کے مجملے اور چار روز تک متواتر اسی طرح

ہر نوع کی بہت سی وصیتیں ہم کو فرمائیں  
اور ان دنوں میں ہم ان خاص آدمیوں  
کے سوا کسی اور کو آپ کے پاس نہیں  
چھوڑتے تھے۔

بسیار وصیت ہا ازہر نوع بمایاں  
فرمودند۔ دیگر صبح کس تر دایشاں دران  
روز ہا نہ گذاشتیم  
(مجمع البرکات)

اس بیماری میں آپ کی زبان مبارک سے دو باتیں نکلی تھیں۔ جن کو صاحب  
مجمع البرکات نے شیخ جمال الدین صاحب کی روایت سے نقل کیا ہے۔ اور مقامات  
قطبیہ میں بھی موجود ہیں۔ ایک یہ کہ آپ نے فرمایا کہ یہ بستی جہاں میں اب سکونت پذیر  
ہوں۔ بالکل اُجڑ جائے گی۔ اور فرماتے۔ یا رب العالمین! اس مقام کو اس طرح  
ویران و غیر آباد کرو گے کہ اس کو دیکھنے والوں میں سے پھر کوئی یہ نہ سمجھ سکے گا کہ  
یہاں بھی کبھی آبادی رہی ہے۔ اور اُن کو مہ تک نہ لگ سکے گا۔ کہ یہاں بھی کبھی  
جو افراد کے مکانات تھے اور یہاں وہ سکونت کر گئے ہیں۔

اور دوسری بات یہ کہ آپ نے شیخ عقیان کو مخاطب کر کے بار بار اپنے بقا باللہ  
اور فنا فی اللہ کے متعلق تقریر فرمائی۔ اور اس سلسلہ میں اپنی حیاتِ طیبہ کا ایک واقعہ  
ذکر فرمایا۔ جو ایک دفعہ اکوڑہ سے واپس آتے ہوئے راستہ میں پیش آیا تھا۔ اور  
جب کہ

برق معرفت از ابر محبت درخشید و  
حقیقت مکاشفہ جمال ذات روئے  
داد و بہ کمالیت فنا فی اللہ و بقا باللہ  
رسانید و از کون و مکان درگذشتہ  
کہ آنجا نہ شب بود و نہ روز و نہ آسمان  
و نہ زمین و نہ یمن و نہ یسار و نہ تحت

محبت کے بادلوں میں معرفت کی بجلی  
کوندی۔ اور جمال ذات کے مکاشفہ کی  
حقیقت ظاہر ہوئی۔ اور فنا فی اللہ و  
بقا باللہ کے درجہ کمال تک پہنچایا۔ اور  
کون و مکان سے آگے بڑھ کر وہاں پہنچا  
جہاں نہ رات تھی نہ دن۔ نہ آسمان اور

نہ زمین۔ نہ دائیں نہ بائیں نہ نیچے نہ اوپر  
 نہ آگے نہ پیچھے۔ اس لئے کہ اللہ کے ہاں  
 تو نہ رات ہے نہ دن۔ اور میری عقل اس  
 تمام حقیقت کو سمجھ گئی۔ اور اس حقیقت  
 کو سوائے اس شخص کے کوئی نہیں سمجھ سکتا  
 جس کو خود سمجھا دیا جائے اور حقیقت  
 منکشف کرائی جائے۔

دنہ فوق دنہ پیش و نہ پس کہ لالیل  
 عند اللہ ولا نهارا و اورا در فہمائید  
 فہم من و این را کسے فہم نہ کند مگر آنرا  
 کہ فہم کُنانتہ (مقامات قطبیہ ص ۱۴۲)

شیخ جمال الدین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ نے ۲۱ رجب کو ارشاد  
 فرمایا۔ کہ

ہمہ یاراں را حاضر کنید باز وصیت  
 ہائے عام از ہر نوع بیان فرمودند  
 (مجمع البرکات)

تمام دوستوں کو حاضر کر کے لائے  
 (اور جب سب دوست مجلس میں حاضر  
 ہوئے) تو پھر آپ نے ہر نوع کی عام وصیتیں  
 بیان فرمائیں

آخری رات کو برادر خوشحال خان نے صاحبزادگان آنجناب سے اجازت طلب

لے مجمع البرکات کے قلمی نسخہ میں ایسا لکھا ہوا ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اصل لفظ  
 "برادر خوشحال خان" تھا۔ جیسا کہ آگے تحقیق آئے گی۔ صاحب مجمع البرکات شیخ جمال الدین  
 کے نام سے جس بزرگ کا ذکر کرتے اور ان سے روایتیں نقل کرتے ہیں۔ غالباً اس سے مراد فقیر  
 صاحب ہیں۔ جن کو جمیل بیگ یا جمیل خان کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ یہ جمیل بیگ صاحب  
 ... خوشحال خان کے بھائی تھے۔ چونکہ اس مندرجہ بالا روایت کے راوی شیخ جمال الدین  
 ہیں۔ اس لئے خیال ہوتا ہے۔ کہ وہ "برادر خوشحال خان" لکھ کر اپنے بھائی خوشحال خان  
 کا ذکر کر رہا ہوگا۔ کہ خوشحال خان نے آخری وقت میں آپ کی خدمت کی سعادت حاصل کرنے کے

لئے اجازت طلب کی۔ (واللہ اعلم) مؤلف

کی۔ کہ میں جناب شیخ کی خدمت میں حاضر رہوں گا۔ انہوں نے اجازت دی۔ رات بھر تک وہ بیدار رہ کر خدمت میں حاضر رہے۔ صبح صادق کے وقت آپ قضاء حاجت کے لئے اُٹھے۔ خوشحال خان نے فوراً کوزہ بھر کر وضو کے لئے پیش کیا۔ اور آپ نے وضو کر کے نماز ادا کی۔ اس کے بعد دوست آتے رہے۔ اور فیوضات سے بہرہ مند ہوتے رہے۔ قریب بزوال آپ نے حاضرین سے استفسار فرمایا۔ کہ کیا زوال ہوا ہے یا نہیں۔ کسی نے کہا حضرت! ہوا ہو گا کسی نے کہا نہیں ابھی نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا۔ ذرا خوب تحقیق کر کے مجھے بتا دو کہ نماز کا وقت ہوا یا نہیں۔ حضرت شیخ گل نوز نے فرمایا۔ کہ حضرت! آپ اس قدر عجلت کیوں فرما رہے ہیں۔ فرمایا۔ ملک الموت نے صبح آ کر بتلایا تھا۔ کہ

شمارا حق تعالیٰ بہ وصال خود خواند۔  
گفتم می خواہم الحمد للہ تا وقت پیشین  
داخل شود۔ نماز آخریں بگذارم۔ و  
تھیہ برم و بد دروم۔ و تہوہ از ہمہ روز  
افضل است۔

(مجمع البرکات)

حق تعالیٰ نے آپ کو اپنے وصال کے لئے بلا دیا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ ہاں میں بھی یہ چاہتا ہوں۔ الحمد للہ۔ اچھا جب ظہر کا وقت داخل ہو جائے آخری نماز ادا کر دوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے سامنے جمعہ کی نماز تحفہ لے جاؤں۔ جمعہ تمام دنوں سے افضل دن ہے

جب زوال ہوا۔ تو آپ اُٹھے۔ پورے طور سے وضو کیا۔ اور اس کے بعد نماز قیام کے ساتھ ادا کی۔ اور آپ نے ظاہری اور باطنی دونوں طرح سے نماز کے تمام شرائط و ارکان اور آداب و سنن کا پورا پورا اس میں لحاظ رکھا۔ اور

نماز را بہ قیام ظاہراً و باطناً چہ بود  
از شروط و ارکان و آداب از سنن و  
فضائل بہ استقامت ہرچہ در حیات داشتہ  
ادا نمود (مجمع البرکات)

جیسا کہ آپ نے زندگی بھر صحت کی حالت میں پوری استقامت کے ساتھ نمازیں پڑھیں۔ اسی طرح استقامت کے ساتھ نماز ادا کر دی۔

نماز ادا کرنے کے بعد فرمایا۔ کہ اچھا اب مجھے مسجد میں لے چلو۔ کہ وہاں جا کر خطیب مسجد کا خطبہ بھی سُن لوں۔ شیخ اخ الدین صاحب امام مسجد تھے۔ خواجہ جمال الدین صاحب رادی ہیں کہ آپ نے میرے اور خواجہ گلنور کے کندھوں پر ہاتھ رکھے۔ اور اس طرح سہارے مسجد میں تشریف لے گئے۔ اور وہاں بھی ہم دونوں پر تکیہ لگا کر تشریف فرما ہوئے۔ جب خطبہ جمعہ شروع ہوا اور خطیب جناب شیخ اخ الدین صاحب نے پڑھتے پڑھتے زبان مبارک سے یہ جملہ نکالا۔ الموت جس یوصل المحبیب الی المحبیب (موت ایک پل ہے جو ایک دوست کو دوسرے دوست تک پہنچا دیتا ہے) تو میں اسی وقت واصل بہ حق ہو گئے۔ اور یہاں زماں حق را توصل کردند و پروانہ جانان گشت و عالم قدس را پرواز کرد (مجمع البرکات)

انا للہ وانا الیہ راجعون ۱۰۶۳ھ یہ واقعہ ۲۴ رجب ۱۰۶۳ھ بہ روز جمعہ المبارک پیش آیا۔ جو سن عیسوی کے حساب سے ۲۰ یا ۲۱ جون ۱۶۵۲ء ہے۔ بہ وقت وفات آپ کی عمر اسی برس تھی۔ مشہور شاعر اور سردار افغانان خوشحال خان خٹک نے قطعہ تاریخ وفات لکھا ہے۔

۱۰ صاحب مجمع البرکات لکھتے ہیں۔ و حضرت بہ اجازہ سلطان دریں جا ہمیشہ نماز جمعہ کردہ دہر سہ پدراں در جائے خویش نگر در حضرت شیخ غالب خلاف است (۱۳)

رجب بود جمعہ بسہ دسہ ہفت

چہیں گفت بابا کہ با فقر رفت

چو رفت از جہاں شیخ دین رحیم کار  
چو تارخ نوشتش بستم ز عقل

آپ کے خلفاء نامدار میں سے شیخ عبداللطیفؒ اور خواجہ  
شمس الدینؒ نے غسل دیا۔ خواجہ جمال الدین اور خواجہ گلنور کوزہ  
ہاتھ میں لئے ہوئے پانی ڈالتے رہے۔ اور فقیر محمد سعیدؒ اور خواجہ مسکین صاحبؒ پردہ  
کئے ہوئے تھے۔ خواجہ جمال الدین صاحب فرماتے ہیں۔ کہ آخر میں شیخ اخوان دین صاحب  
اور برادر فقیر بھی کفن پہناتے وقت پردہ کے اندر گئے۔ اور کفن پہناتے وقت  
شریک خدمت ہو کر مشرف ہوئے۔ اور سب نے اسی طرح اپنے ہادی و مرشد کی آخر  
خدمت میں شرکت کر کے سعادت دارین حاصل کی۔

ایساں شمس الدین مرحوم نے اپنی کتاب میں سردار خوشحال خان خشکؒ  
سے یہ واقعہ نقل کیا ہے۔ کہ وہ بیان کرتا ہے۔

” بہ وقت وفات میں وہاں حاضر تھا۔ نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد جنازہ کی تیاری  
ہوئی۔ ہر علاقہ کے عقیدتمند اور مرید حاضر تھے۔ اور ہر قوم کی خواہش تھی کہ ہمارا علاقہ  
آپ کے مدفن و مزار بننے کی سعادت سے مشرف ہو۔ اور ہر ایک یہ تقاضا اور مطالبہ  
کرتا تھا۔ آخر کار بحث و تمحیص کے بعد فیصلہ یہ ہوا کہ آپ کو علاقہ قوم یوسف زئی  
اور علاقہ قوم خشک کی سرحد پر دفن کیا جائے۔ تاکہ دونوں قوموں کو یکساں حیثیت  
اور یہ شرافت و سعادت حاصل ہو جائے۔ چنانچہ یہ فیصلہ کر کے جنازہ اٹھایا گیا  
لوگ جنازہ لئے جا رہے تھے۔ حتیٰ کہ اس مقام تک پہنچے جہاں اب مزار مبارک واقع

۱۔ یہاں بھی برادر فقیر سے غالباً سردار خوشحال خان خشکؒ مراد ہیں۔ جو ممتاز ترین

خاص میں سے تھے (۱۲)

ہے۔ تو جنازہ اٹھاتے والوں نے ذرا حقوڑی دیر سستانے اور دم لینے کے لئے وہاں چارپائی رکھ دی۔ اور آرام کرنے لگے۔ کچھ دیر آرام کرنے کے بعد پھر جنازہ اٹھانے لگے۔ تو جنازہ وہاں سے اٹھتا نہ تھا۔ سب حیران و پریشان ہو گئے۔ کہ الہی یہ کیا ماجرا ہے۔ اتنے میں اچانک حسن بیگ اتمان خیل جو مریدانِ خاص میں سے تھے آ پہنچے اور اُس نے کہا کہ مجھے خوب یاد ہے۔ ایک دفعہ اکوڑہ سے آتے وقت جب ہم یہاں پہنچے تو حضرت شیخ نے مجھے فرمایا کہ یہاں کی زمین مجھے کہتی ہے کہ مجھ کو اس شرافت و سعادت سے مشرف و مقدر کیجئے۔ کہ آپ کا مدفن میں بنوں گے۔ میں نے اس کی وہ درخواست منظور کی۔ پھر آپ نے بطور نشان ایک پتھر نصب کیا اور فرمایا تھا۔ کہ میری وصیت یہ ہے۔ کہ مجھے یہاں دفن کر دو۔ حسن بیگ کے واقعہ بیان کرنے کے بعد لوگوں نے اُس نشان دہی پتھر کی تلاش شروع کی۔ چنانچہ وہ نشان مل گیا۔ جس سے پورا یقین حاصل ہوا۔ اور فیصلہ ہوا کہ یہاں ہی دفن کیا جائے۔ اُس جگہ دفن کرنے کی نیت سے جب جنازہ اٹھانا چاہا تو اٹھ گیا۔ اور وہاں دفن کے لئے لگے۔ آپ کی نماز جنازہ میں بے شمار لوگ حاضر تھے۔ اگرچہ وقت کم تھا۔ لیکن پھر بھی ہزاروں لوگ فوراً پہنچے اور جنازہ میں شامل ہوئے۔ قبر بڑی آسانی کے ساتھ کدال کی دو تین ضربوں ہی سے تیار ہو گئی۔ جس کو آپ کی کرامات میں شمار کیا جاتا ہے۔ صاحبِ مجمع البرکات نے لکھا ہے

۱۔ صاحبِ مجمع البرکات کی روایت ہے۔ برائے دیدن حاضرین ہنارہ شد یعنی حاضرین کے دیکھنے کی غرض سے رکھے گئے۔

۲۔ فرمایا۔ حسن بیگ دانی کہ میں فقیر را چہ گوید۔ گفتم نے۔ حضرت فرمود چنین

گوید۔ فطوبی لنا ان کان قبرک فینا۔ بسیار عاجزی و زاری کندا بخ

(مجمع البرکات)



کہ پہلی ضرب سے شق تیار ہو گئی۔ اور دوسری سے لحد۔ آپ لحد میں دفن کئے گئے ویسے  
 اس علاقہ میں لحد بنانے کا دستور نہیں۔ خلفاء میں سے خواجہ جمال الدین اور خواجہ گلنور  
 نے آپ کو قبر مبارک میں اتارا۔ اور یہ شراقت ان دونوں حضرات کو حاصل ہوئی۔ الغرض  
 عصر تک تدفین وغیرہ سارا کام بحسن و خوبی سرانجام ہوا۔ اور اس طرح وہ آفتاب التاب  
 رشد و ہدایت جس نے تقریباً ساٹھ برس تک ایمان و اسلام اور کتاب و سنت کی روشنی  
 پھیلانے سے اقصائے عالم کو منور کیا تھا۔ بظاہر آنکھوں سے اوجھل ہوا۔ اور وہ مرد باجدا  
 جس نے مخلوق خدا کو اپنے خالق کے ساتھ جوڑنے میں اپنی زندگی گزاری تھی۔ واصل  
 بحق ہوا۔ نور اللہ ہر قدرہ و قدرہ سے اسرارہ و اوصالہ الی غایتہ مایتمناہ۔

انہوں زفر گوستانی اور شیخ شمس الدین بردی نقل فرماتے ہیں۔ کہ جب آپ کو  
 دفن کیا گیا۔ تو شیخ جمال الدین نے بظاہر تاسف کے کچھ کلمات رنج و غم کہے۔ اور ایک مصرعہ  
 پڑھ دیا۔ جس کے سبب ہی حاضرین پر ایک خاص اثر ہوا۔ چاروں طرف شور و غوغا، نالہ و  
 فغان اور آہ و بکا کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور لوگ نہ پینے لگے۔ اس منظر کو دیکھ کر حضرت  
 شیخ گل نور اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ نے غصہ و نصیحت اور صبر و استقامت کی  
 تلقین شروع کی۔ اور فرمایا

اے عرض کیا ہے۔ کہ شیخ جمال الدین سے مراد فقیر صاحب ہیں۔ یہ مشہور روایت بھی  
 ہے۔ کہ بعد از وفات فقیر صاحب نے مزار کے سامنے کھڑے ہو کر نہایت متأسفانہ انداز  
 میں اور موثر ادا کے ساتھ یہ افغانی شعر پڑھا تھا۔

پہ بوئی دتھول عالم خوشبوئی شو

اصیل چند نرہ پہ تا پر یوتل کر دونہ

شاید مندرجہ بالا روایت میں اس واقعہ اور شعر کی طرف اشارہ کیا گیا ہو۔

خاموش باشید! اس وقت درود و  
قرآن خواندن و دعا کرنا است۔  
و اس وقت تسبیح و تہلیل است۔

اسے لوگوں کو خاموش ہو جاؤ یہ وقت تو درود  
شریف اور قرآن مجید کے پڑھنے اور دعا  
مانگنے کا ہے اور یہ وقت تو سبحان اللہ  
اور لا الہ الا اللہ پڑھنے کا ہے یہ تم  
کیا کر رہے ہو۔

اور پھر لوگوں کو خاموش کرنے اور اپنی طرف متوجہ کرنے کے بعد آپ نے ایک طویل  
تقریر کی۔ جس کو صاحب مجمع البرکات نے مفصل نقل بھی کیا ہے۔ اور جس میں فلسفہ  
موت اور اولیاء اللہ و شہداء فی سبیل اللہ کی ذفات کی حقیقت کو خوب کھول کر  
بیان کیا گیا ہے۔ اور اس تقریر میں لوگوں کو صبر و استقامت کی تلقین کی گئی ہے۔

صاحب مجمع البرکات نقل فرماتے ہیں۔ کہ  
اس وقت اور بھی بہت سی دقیق اور  
علمی عجائبات و نوادر نصیحت کے طور  
پر زبان مبارک سے نکلے تھے۔

و دیگر بسیار غرائب از سخنان دقیق  
به طریق پند از زبان ایشان سرزده اند

حضرت شیخ گل نور صاحب سے اس کا خلیفہ میاں گل صاحب راوی ہیں۔ کہ وہ  
فرماتے تھے کہ دفن کرتے وقت میں نے آپ کی پیشانی مبارک کو ذرا غور سے دیکھا  
تو میں نے جبین اقدس پر یہ لکھا ہوا محسوس کیا۔ ہذا حبیب اللہ مات فی  
حُبِّ اللہ (مجمع البرکات)

## خلفاء و مترشدين

جیسا کہ شروع کتاب میں ذکر کر چکا ہوں کہ آپ کی سب سے بڑی اور نمایاں کرامت یہ تھی۔ کہ جو شخص بھی طلب صادق لے کر آپ کے پاس آیا۔ آپ کی توجہ ہی سے اس کی سابقہ حالت بدل جاتی تھی۔ روحانی منازل آناً فاناً طے کر کے وہ اُن مدارج کو حاصل کرتا جو دوسری جگہ بڑے مجاہدوں اور ریاضتوں کے بعد بھی بمشکل حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ اس لئے آپ کے مریدین و مترشدين کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ اُن کا شمار بھی نہیں ہو سکتا۔ دُور دُور سے لوگ آتے اور اپنی استعداد و قسمت کے مطابق فیض یاب ہو کر جاتے۔ ان لاکھوں ہزاروں عوام مریدین کے علاوہ کافی تعداد اُن خاص حضرات کی ہے جنہوں نے بہت کچھ آپ کی توجہ اور فضل خداوندی سے حاصل کیا۔ اور اپنے زمانہ کے مشاہیر اولیاء اللہ اور اکابر بزرگان دین میں سے شمار ہونے لگے۔ صوبہ سرحد اور ملحقہ پنجاب کے وہ مشہور مشہور بزرگ جو اُس عصر میں گزرے ہیں تقریباً سب کے سب حضرت شیخ رحمکار کے فیض یافتہ اور آپ کی کیمیا نظری سے زرخاں بلکہ سنگ پارس بن گئے ہیں۔ اُد اُس عصر کے بعد کئے اولیاء اللہ بھی زیادہ تر آپ کے خلفاء کے مریدین ہیں۔ اور جس بزرگ کا شجرہ طریقت و بیعت دیکھا جائے۔ آخر کار حضرت شیخ رحمکار تک پہنچتا ہے۔ اگر پوری طرح چھان بین سے کام لیا جائے۔ اور استقصاء کیا جائے تو خلفاء کی یہ فہرست بہت طویل ہو سکتی ہے۔ لیکن اس وقت میں مقامات قطبیہ کے ضمیمہ اور مجمع البرکات سے آپ کے خلفاء اور ممتاز مشہور مترشدين کی ایک فہرست تیار کر کے پیش کرتا ہوں۔

آپ کے چاروں صاحبزادے آپ کے خلفاء اور میدانِ طریقت و شریعت

کے شہسوار تھے۔ انہوں نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ اور پھر مخلوق خدا کی رہنمائی و پیشوائی کی۔ اور ان سے بہت سے اولیاء نامدار مستفیض ہوئے۔ چاروں صاحبزادوں کا مستقل ذکر آگے آنے والا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ ان کے علاوہ اور مشہور خلفاء کے نام یہ ہیں۔

دا، خواجہ شمس الدین ہرودیؒ | ان کا مزار توران میں ہے۔ اجل خلفاء میں سے ہیں۔ انہوں نے حضرت شیخ رحمکارؒ

کے فضائل و مناقب اور مسائل تصوف و سلوک کے بارے میں اسرار السائین کے نام سے ایک اہم کتاب لکھی ہے۔ جو بدقسمتی سے اب ہمارے سامنے موجود نہیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ صاحب مجمع البرکات نے اسے دیکھ کر مطالعہ کیا ہے۔ اور اس سے کافی استفادہ کیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔

وازیں جملہ مناقبات تصنیف خواجہ شیخ شمس الدین ہرودیؒ کہ در توران زیارت دار عمدہ تراست کہ آل مانندیج بہرہ بہ اندازہ تفسیر حسینی است۔ و ازاں در مناقبات و اصول مناقب دیگر عمدہ نصیب

حضرت شیخ کے مناقب میں سے خواجہ شیخ شمس الدین ہرودیؒ کی (جن کا مزار توران میں ہے) ایک نہایت عمدہ تصنیف ہے۔ جو تفسیر حسینی سے تقریباً پانچ گنا ضخیم ہے۔ اور اس سے بڑھ کر جامع مناقب اور کوئی نہیں۔

اور پھر آگے جا کر مناقب شیخ رحمکار کے سلسلہ میں لکھتا ہے۔ لیکن اے عزیز! در نظر باریک من فقیر آں اصول کہ در اسرار السائین مذکور اند۔ و مناقبات شریف حضرت بداں مرتب۔ و ہمہ حاصل مناقبات ہماں اند کہ بے آں یہ مناقبات حضرت اصل دانش نبیت پس آں از روئے استعمال و تنبیح بسیار صعب تراست۔ چہ آں جا

بجاست و طوالت نیز بسیار دارد۔ کہ مجموع کلاں تراست . . . .  
 دریں رسالہ فقیر بقدر وسع خود قدرے از ضروریات بہ طریقہ اختصار  
 از اں مجموعہ مطولہ ایراد کردہ و مرقوم ساختہ "

(۲) شاہ عبداللطیف در وطن بلخ۔ جو کمال الدین بلخی کے نام سے  
 ملقب ہے۔

۳۔ خواجہ جمال الدین حضرت شیخ رحمکار کے خلفاء میں سے وہ اس حیثیت بھی  
 مشہور ہو گئے ہیں۔ کہ انہوں نے بھی اپنے مرشد  
 کے احوال و مناقب تفصیل کے ساتھ قلمبند کئے ہیں۔ جس کے متعلق صاحب مجمع البرکات  
 نے لکھا ہے۔

الغرض مناقب شیخ بروی کے بعد  
 پھر شیخ جمال الدین کی لکھی ہوئی کتاب  
 مناقب سب سے عمدہ ہے۔

الغرض زیر ازاں (از مناقب شیخ  
 بروی) مناقب جمال الدین است  
 از عمدہ

یہ مجموعہ مناقب بھی اگرچہ اب موجود نہیں لیکن بعد کے سوانح نگاروں میں  
 اکثر نے اس سے استفادہ کر کے واقعات اس کے حوالہ سے نقل کئے ہیں۔  
 مجمع البرکات کے واسطہ سے ہم نے بھی اپنے اس مختصر مجموعہ میں اس کی اکثر روایتیں  
 نقل کی ہیں۔ حضرت شیخ رحمکار کے سوانح زندگی کا مستند اور قابل اعتماد مجموعہ  
 ہے۔ کاش کہ اصل کتاب کہیں سے ہاتھ آجاتی!

صاحب مجمع البرکات نے خواجہ جمال الدین صاحب کے حالات و سوانح کرامات و  
 واقعات اور فضائل و مناقب تفصیل کے ساتھ ایک علیحدہ باب میں بیان کر دیے  
 ہیں۔ جن کو مطالعہ کرنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ جمال الدین سے مراد وہ بزرگ  
 ہیں۔ جو عام طور سے فقیر بابا کے نام سے مشہور ہیں۔ اور جن کے متعلق کہا جاتا ہے

کہ ان کا اسم گرامی جمیل بیگ یا جمیل خاں تھا۔ اور وہ دراصل خواتین اکوڑہ میں سے تھے اور افتانوں کے مشہور دار خوشحال خان کے بھائی تھے۔ ریاست و سرداری چھوڑ چھاڑ کر حضرت شیخ رحمکار کے حلقہ عقیدت و ارادت میں داخل ہو گئے تھے۔ نہایت جذب و مستی و لے بزرگ تھے۔ اور اس قسم کے بہت سے واقعات مشہور ہیں۔ جن سے آپ کی مستانہ اور مجذوبانہ کیفیات کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ حضرت شیخ کے ممتاز خلفاء اور علائقہ خٹک کے مشہور اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ آپ کا مزار موضع تڑگاڑو کے قریب علائقہ خٹک تحصیل نوشہرہ میں اکوڑہ سے بجانب جنوب اور زیارت کا صاحب سے بجانب مشرق واقع ہے۔ آپ کی اولاد فقیر خیل کے نام سے تحصیل نوشہرہ کے مختلف دیہات و قصبات میں موجود ہے۔ اور وہ اب تک قوم کا خیل کے ساتھ سابقہ روایات کے مطابق عقیدت و احترام کا تعلق رکھتی ہے۔

۴۔ حضرت شیخ اخ الدین صاحب | ان کا اسم گرامی قبل ازیں اساتذہ شیخ کے عنوان سے ذکر کیا گیا ہے

وہ اصل میں حضرت شیخ کے پاس امور باطنی کے استفادہ کے لئے تشریف لائے تھے اور اس سلسلہ میں آپ کے کتاب فیض کیا۔ ان کی خواہش کے مطابق حضرت شیخ رحمکار نے مشکوٰۃ تشریف کے چند سبق ان سے پڑھے۔ تاکہ ایک گونہ ظاہری طور سے استاذی کا عنوان رہے۔ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ کہ ایک حدیث کے متعلق دونوں کی آپس میں ضعف و قوت کے متعلق بحث ہوئی۔ جس میں حضرت شیخ غالب آئے

حاشیہ ص ۱۲۵

اگرچہ مجھے اب تک اپنی اس رائے کی تائید میں کوئی تصریح نہیں ملی۔ لیکن حالات و واقعات کی ہم زنگی کی بنا پر میں نے یہ رائے قائم کی ہے۔ کوئی صاحب اس بارے میں اور تحقیق فرما سکیں۔ تو اس پر بھی غور کر دیا جائے گا۔

میں نے مولانا منظر الحق گلاب آقا صاحب سے (جو حضرت شیخ ابرار الدین کی اولاد میں سے ایک مستند اور جید و فہیم عالم دین اور موجودہ دور میں ایک ممتاز خطیب ہیں) خود سنا ہے۔ کہ مشکوٰۃ شریف کا وہ نسخہ جس میں اس حدیث مجتہد عنہ پر نشان کیا گیا تھا۔ اور یہ واقعہ بھی درج تھا ہمارے ہاں موجود تھا۔ اور میں نے خود دیکھا ہے نواب ٹیری کو جب اس کے متعلق خبر ہوئی۔ چونکہ وہ حضرت کا صاحب کا نہایت معتقد تھا۔ اس لئے اس نے اصرار کر کے ہمارے ہاں سے وہ نسخہ حاصل کیا۔ اور اپنے ساتھ ٹیری لے گیا ہے۔ اور غالباً اب بھی وہ کتاب وہاں ٹیری میں موجود ہوگی۔

حضرت شیخ ابرار الدین صاحب کی وفات حضرت شیخ رحمکار کی وفات کے گیارہ سال بعد ہوئی ہے۔ اور اکوڑہ خشک میں آپ کا مزار پر انوار اب بھی موجود اور مشہور معروف ہے۔ قطعہ تاریخ وفات یہ ہے۔

چورفت از دار فانی شیخ ابرار الدین  
 قدم برداشت بر آئین پیشین  
 طلب کردم ز ہاتف سال تاریخ  
 ندا این داد بود اس شہ اخ الدین

آپ کی اولاد زیادہ تر زیارت کا صاحب اور اکوڑہ خشک میں ہے۔ علاوہ ازیں اور مقامات میں بھی کچھ کچھ افراد پائے جاتے ہیں۔ زیارت کا صاحب اور اکوڑہ میں وہ قاضیوں کے خاندان سے مشہور و معروف ہیں۔ اور اکثر اہل علم اور پیشوایان دین ہیں۔ قوم کا کاحیل کے افراد ان حضرات کو نہایت عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے اور ان کی قدر کرتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ اساتذہ و اکابر کا سامنا کرتے ہیں۔

(۵) خواجہ گلنور رحمہ اللہ تعالیٰ | حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کے خادم خاص اور مشہور خلیفہ ہیں۔ بقول صاحب مجمع البرکات

خوش بوی او در ولایت بالابسیار است و زینت دنازگی دین در او وقت طفیل

ادبیتز بود" اور لکھا ہے کہ حضرت خواجہ گلنور حضرت شیخ المشائخ کے اخص خواص،  
خلفائے عظام اور ثقات مشائخ کرام میں سے تھے۔ اور زنیہ دلایت میں اکل منتہین  
اور افضل سالکین اور قدوة العارفين تھے۔ اور استقامتہ علی الشریعہ میں جو کہ  
تمام کمالات کا اصل منشا ہے اس حد تک بڑھے ہوئے تھے۔ کہ

در پنجاہ سال ترک مستحب نہ کردہ و  
فعل مکروہ بجز رحم صدور سے نہ یافت  
ہمہ کردار و گفتار ایشاں عین کتاب اللہ  
و سنت رسول اللہ بود۔ و اورا تو ہم  
خیال ماسوی اللہ گاہے بسر نژدہ

پچاس سال کے عرصہ میں عذر کی وجہ سے  
بھی نہ کسی مستحب کو ترک کیا۔ اور نہ کسی مکروہ  
کا ارتکاب کیا۔ اس کا کردار و گفتار  
کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے  
مطابق تھا۔ اور کبھی اس نے ماسوی اللہ  
کی طرف توجہ کرنے کا خیال بھی نہیں فرمایا۔

صاحب مجمع نے اس طرح کے بہت سے فضائل و مناقب بیان فرمائے ہیں۔ اور  
لکھا ہے۔ کہ مندرجہ ذیل بڑے بڑے علماء نے ان کے مناقب میں پانچ کتابیں تصنیف  
کی ہیں۔ ۱۔ محمد رفیق تورڈھیری ۲۔ اخون شیر محمد بنو بی ۳۔ ابوالقاسم کابلی۔ اور یہ  
لکھا ہے۔ کہ یہ تینوں میں نے مطالعہ کئے ہیں۔ ۴۔ شیخ ابراہیم سنگرہاری ۵۔ اخون خلیل  
عمر زئی۔ اور اس کے بعد ان تصنیفات سے چند واقعات حضرت شیخ گلنور کے کرامات  
و فضائل کے نقل کئے ہیں۔ اور لکھا ہے۔ کہ

حضرت قدس سرہ العزیز در مطہیان  
حق نظیرے نہ داشت گاہ در طاعت و  
عبادت اثر تغافل و تکاسل را ہے  
نیافت و ہم در شگستگی و نفس از ہمہ عالم  
زمانہ گوئے از میدان پرودہ

آپ مطہیان حق تعالیٰ میں بے نظیر تھے  
اور طاعت و عبادت میں سستی اور غفلت  
کو پاس آنے نہ دیتے تھے۔ اور اپنے نفس  
کو شکستہ رکھنے میں بہت آگے بڑھ  
گئے تھے۔



اور پھر ایک واقعہ لکھا ہے۔ کہ ایک دفعہ آپ کے ہاں بہت سے علمائے کرام جمع تھے۔ اور دُور دُور سے طالبانِ علوم و دینیہ بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ ظہر کے وقت آپ نے وضو کیا۔ اور پھر فرمایا کہ اے حضرات اہل علم آپ دیکھ لیجئے کہ میرے اس وضو میں کچھ کمی تو نہیں۔ اگر آپ کو ذرہ بھر بھی کوئی چیز اس میں سنت کے خلاف نظر آئے۔ تو خدا و رسول کا واسطہ ڈے کر میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ میری رعایت نہ کرو اور صاف صاف مجھے بتا دو کہ میں اس کی اصلاح کروں۔ سب نے تصدیق و توثیق کی کہ جیسا آپ نے کیا ہے یہ بالکل درست اور مطابق سنت ہے۔ پھر آپ نے نماز پڑھی اور بعد از نماز پھر سب حضرات علمائے کرام کے سامنے یہی درخواست کی کہ اگر تم نے کچھ بھی نقصان محسوس کیا ہو۔ تو بتا دو۔ سب علمائے کرام نے متفقہ طور سے کہا کہ آپ نے بالکل قانون شرعی کے مطابق نماز ادا کی۔ اور میں تو کوئی نقص محسوس نہیں ہوا۔ طالب علموں میں ایک کم عمر طالب علم ابتدائی کتابیں پڑھنے والا بھی موجود تھا اس نے جرات کر کے آگے بڑھ کر علماء سے بھی خطاب کیا کہ آپ حضرات نے بھی پورا خیال نہیں فرمایا اور تصدیق کی اور حضرت شیخ سے بھی کہا۔ کہ حضرت؟ فقہا کے ہاں بہتر طریقہ یہ ہے کہ قیام کے وقت قدین کے درمیان چار انگشت کا فاصلہ ہو۔ اور آپ نے ایسا نہیں کیا۔ آپ نے یہ سنا تو مسکرائے اور اس نو عمر طالب علم کو دعائیں دیں۔ فرمایا۔ "آخرین بادیر تو دبر ابوبین تو" اور لکھا ہے کہ آپ کی توجہ سے وہ بہت جلد عالم و فاضل بنا اور تھوڑے ہی عرصہ

لے وینخی ان یکون بینہما مقدار اربع اصابع البید لانه اقرب الی الخشوع  
 هکذا روی عن ابی نصر الدبوسی انه کان یفعله کذا فی الکبری

(شامی جلد ۱ ص ۳۱۲) مصری

میں دلی اللہ اور قطبِ وقت ہوا۔ یہ نو عمر طالب علم اصل میں

اداز ننگر ہار بود تا ہنوز در آنجا در  
بلدہ خود زیارت کریم و روح عظیم دارد  
(مجمع البرکات)

علاقہ ننگر ہار کا تھا۔ اور اب بھی وہاں  
پر اس کا مزار مقدس موجود ہے۔ اور  
عام طور سے اس کی بڑی شہرت اس علاقہ  
میں ہے۔

صاحب مجمع البرکات نے متعدد کرامات نقل کئے ہیں۔ اور لکھا ہے کہ

وجود مبارکش تاثیر سے داشت بے نظیر  
بہ مجرد دیدن کافر مسلمان شد سے و  
مریدان اکثر بہ نظرش شفا سے تمام یافت  
(مجمع البرکات)

آپ بے نظیر تاثیر رکھتے تھے۔ آپ کے  
دیکھتے ہی کافر متاثر ہو کر مسلمان ہو جاتا  
اور آپ کے اکثر مرید آپ کے نظر ڈالنے  
سے شفا پاتے۔

حضرت خواجہ گلذرنے اپنے مرشد شیخ رحمکار کے احوال و سوانح اور مناقب و  
فضائل لکھے تھے۔ بعد کے تذکرہ نویس اکثر ان کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔ مجمع البرکات کی  
ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شیخ بابر ان کے بہنوئی تھے۔ اور انہی کی سفارش  
اور درخواست سے شیخ بابر کو حضرت شیخ رحمکار کے ہاں سے خلافت حاصل ہوئی۔  
اور وہ عصائے کرامت عطا ہوئی جو ہر قسم کے ریحی دردوں کے لئے وہ استعمال کرتے  
تھے۔ اور جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ مرصیوں کو شفا دیا کرتے تھے۔

حضرت شیخ رحمکار کے عزیزوں میں سے تھے۔ زیارت  
غازی خان بابا کا صاحب ہیں روضہ شیخ سے بجانب مغرب محلہ قنبر خیل  
میں ان کا مزار ہے۔ اور اسی نام سے مشہور و معروف ہے۔

میاں عبدالرحیم صاحب مشہور بہ میاں جی گل صاحب  
بخاری سادات میں سے تھے۔ بچوں کو پڑھایا کرتے

تھے۔ اس لئے میاں جی صاحب کے نام سے مشہور ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ پہلے حاجی بہادر صاحب کو ہاٹی سے تعلق تھا۔ پھر بعد میں حضرت کا صاحب کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ تھوڑے عرصہ میں راہ سلوک کی منزلیں طے کیں۔ اور خلافت حاصل کی۔ آپ کا مزار موضع شویچی میں ہے۔ جو ضلع کوہاٹ میں لاچئی سے شکر درہ جانے والی سڑک پر لاچئی سے قریباً ۹ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ضلع کوہاٹ کے اکثر علاقوں کے لوگ خصوصاً ساغری اور گھنگی خیل آپ کے نہایت معتقد و مرید ہیں۔ مزار پر اکثر لوگ آتے جاتے ہیں۔ آپ کی اولاد شویچی میں اور اس کے علاوہ شکر درہ اور بعض دوسرے دیہات میں موجود ہے۔ اور پیر صاحبان کے نام سے یاد کے جاتے ہیں۔ لوگ ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اسی شویچی گاؤں میں دو بلند پہاڑوں کے درمیانی درہ میں بند باندھ کر ایک عظیم الشان تالاب بنایا گیا ہے جس میں تمام پہاڑوں کا بارانی پانی جمع ہو جاتا ہے۔ اور پھر سال بھر تک اسی تالاب سے گاؤں کے لوگ خود بھی پانی پیتے ہیں اور جانوروں کو بھی پلاتے ہیں۔ اس بند کے متعلق تو اتر کے ساتھ یہ روایت چلی آرہی ہے۔ کہ حضرت شیخ عبدالرحیم میاں جی گل صاحب نے جب اس علاقہ میں زراعت اور پینے پلانے کے لئے پانی کی ضرورت محسوس کی تو مضبوط بند باندھ کر اس پہاڑی درہ کو ایک عظیم الشان تالاب کی شکل دینے کا ارادہ کیا۔ چند مرتبہ بڑی محنت اور کافی خرچ کے ساتھ وہ دیوار اوپر تک چن لیتا۔ اور بند باندھ لیتا۔ مگر جب پانی کا زور آجاتا۔ تو وہ بند ٹوٹ جاتا اور دیوار گر جاتی۔۔۔ آخر کار عاجز و لاچار ہو کر اُس نے اپنے مرشد کے سامنے حقیقت حال واضح کر کے دعا و امداد کی درخواست کی۔ آپ نے سر مبارک سے اپنی ٹوپی اتار کر دیدی (بعض روایات میں ہے کہ پاؤں سے جو تانکال کر دیا) اور فرمایا کہ جا کر اس دفعہ دیوار بناؤ اور نلتے وقت بیچ میں یہ ٹوپی رکھ دو۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بند ایسا مضبوط بندھے گا کہ کبھی گرے گا نہیں۔ چنانچہ اُس نے

آکر پھر تعمیر شروع کی۔ اور دیوار کے بیچ میں وہ ٹوپی بھی رکھ دی۔ اس طرح ایسا مضبوط بند مکمل ہوا۔ کہ پھر اس کے بعد وہ ٹوٹا نہیں اور تالاب تیار ہوا۔ اور اب تک وہی دیوار موجود ہے۔ اور اسی تالاب کے لوگ پانی حاصل کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ پہلے تو تالاب کی اتنی گہرائی تھی۔ اور اس میں اس قدر زیادہ پانی جمع ہوا کرتا تھا۔ کہ اس سے زمینوں کو بھی سیراب کیا کرتے تھے۔ اور ترکاریوں کی کاشت ہوتی تھی۔ مروجہ زمانہ سے اب آہستہ آہستہ وہ تالاب بھرنے لگا ہے۔ مگر پھر بھی اس میں کافی پانی جمع ہوتا ہے۔ اور حضرت شیخ رحمہ اللہ کی یہ کرامتی یادگار اب تک موجود ہے۔

شیخ علی گل و ملی گل رحمہما اللہ تعالیٰ | ان دونوں حضرات کا نام ایک ساتھ لیا جاتا ہے۔ غالباً دونوں بھائی تھے۔

یہ دراصل قوم دلہ زاک میں سے تھے۔ حضرت شیخ کے ممتاز اور خاص خادموں میں سے تھے۔ اخون اسمعیل صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ "سرد و ہر ہنگان درگاہ دہننگان محیط بارگاہ حضرت بودند" اور ایک جگہ لکھتے ہیں۔ "شیخ ملی کہ درخلا و ملا بہ آنحضرت محرم بود اکثر اوقات البواب گستاخی مفتوح داشتے" لنگر کے انتظام و انتہام کا سارا کام ان دونوں کے سپرد تھا۔ اور وہ خود اپنے ہاتھوں کھانا پکانے اور تقسیم کرنے کا تمام کام سرانجام دیتے تھے۔ ان کی یہ ایک کرامت بیان کی جاتی ہے۔ کہ بارہا ایسا ہوا کہ چھپے یا دوسرا کوئی آلہ موجود نہ ہوتا جس سے کھانا نکالا جائے تو دیگ یا ہانڈی میں ہاتھ داخل کرتے اور ہاتھ ہی سے گرم سالن یا چاول ہلاتے اور باہر نکال کر برتنوں میں ڈال دیتے تھے۔ اور ہاتھ کو کچھ تکلیف نہ ہوتی تھی۔ ان دونوں حضرات کی قبریں چار دیواری کے اندر روضہ حضرت شیخ المشائخ سے بجانب مغرب واقع اور مشہور و معروف ہیں۔

**شیخ بابر بابا** چند سال تک حضرت خواجہ شیخ گلنورؒ کی خدمت میں رہے  
 ان کی اہلیہ ان کی خواہر تھی۔ کچھ عرصہ کے لئے کشودکار  
 کے لئے درخواست کی۔ مگر انہوں نے فرمایا۔ کہ ابھی صبر کرو۔ آخر حضرت شیخ رحمکارؒ  
 ان کے ہاں تشریف فرما ہوئے۔ شیخ بابر نے خود بھی درخواست کی اور ان کی اہلیہ  
 اور خوشدامن نے بھی حضرت شیخ رحمکارؒ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ آپ کی توجہ سے  
 اس کی مقصد برآری ہو جائے تو بہتر ہوگا۔ خواجہ گل نوری نے بھی سفارش فرمائی۔ اس  
 پر حضرت شیخ رحمکارؒ نے نظر شفقت و رحمت سے توجہ فرمائی۔ اور ان کو باطنی فیوض  
 سے مالا مال کیا۔ اور ایک عصا دے کر ارشاد فرمایا۔ کہ جس شخص کو ریحی دردوں کی  
 تکلیف ہو اس کے پھیر دینے سے اللہ تعالیٰ اُسے شفا و کامل عطا فرمائے گا۔ چنانچہ  
 حضرت شیخ بابرؒ کی یہ کرامت تمام ملک میں مشہور ہو گئی۔ دُور دُور سے لوگ ریحی دردوں  
 کے علاج کے لئے آپ کے پاس آتے اور عصائے مبارک کے مس کرتے ہی شفا یاب  
 ہو کر واپس جاتے۔ صوبیدار پشاوَر جو بہت بڑا امیر اور حاکم وقت تھا بیمار ہوا کسی نے  
 اُس کو بھی عصائے کرامت کے متعلق مشورہ دیا۔ چنانچہ اس کا علاج بھی اسی طرح کیا  
 گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے شفا کامل دیدی۔ اس سے حضرت شیخ بابرؒ کی شہرت اور بھی  
 بڑھ گئی۔ حضرت شیخ رحمکارؒ کی وفات کے تین برس بعد کا واقعہ ہے۔ کہ پشاور شہر  
 کی جامع مسجد مہابت خان میں بہت سے علمائے وقت نے شیخ بابرؒ کے ساتھ مناظرہ  
 کیا۔ اور کچھ ایسے علمی اشکالات پیش کئے۔ جس کا وہ جواب نہ دے سکے۔ کیونکہ وہ علوم  
 ظاہری کے عالم اور ماہر نہ تھے۔ لکھتا ہے کہ اسی حالت پریشانی میں مرشدِ کامل حضرت  
 شیخ رحمکارؒ نے اُس پر روحانی طور سے ظہور کیا۔ اور ان کو علمی جوابات کی ایسی  
 تلیقین کی۔ کہ اُس نے نہ صرف یہ کہ اشکالاتِ علمی کا جواب دیا۔ بلکہ علماء کو لا جواب  
 کر دیا۔ بعد از وفات بھی مرضِ باد کے لئے اُس کا توسل ایک مجرب علاج ہے۔ اور اللہ تعالیٰ

اس کی کرامت سے شفا نصیب فرماتے ہیں۔ اُن کی اولاد ڈاک سبھیل خیل تحصیل نوشہرہ میں موجود ہے۔ اور مزار مقدس بھی وہاں پر موجود اور زیارت گاہ عام ہے۔ نور اللہ مرقدہ و علی اللہ درجہ۔

پہلے حضرت سید آدم ہنوری کے مرید و معتقد تھے۔  
**شیخ دریا خان چمکنی**

پھر حضرت شیخ رحمکار کے ساتھ تعلق عقیدت و ارادت قائم کیا۔ اور خلیفہ ہوئے۔ مشہور خلفائے شیخ رحمکار میں سے ہیں۔ ان سے بہت سے حالات و کرامات شیخ منقول ہیں۔ اصل میں چمکنی کے ایک رئیس تھے۔ مگر توفیق الہی سے سلسلہ امارت کو چھوڑ کر فقر اختیار کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے یشای اور دولت سردی نصیب کی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

حضرت شیخ رحمکار کے مشہور خلیفہ ہیں۔ اُن کے  
**شیخ فتح گل صاحب**

احوال و کرامات میں سے چند واقعات ذکر بھی کئے گئے ہیں۔ علاقہ خورہ سے بجانب جنوب ضلع کوہاٹ کی طرف جلتے ہوئے علاقہ نیلاب میں اُن کا مزار اب بھی موجود اور زیارت گاہ مشہور و معروف ہے۔

مشہور و معروف بزرگ ہیں۔ مقام جلوزئی تحصیل نوشہرہ  
**مزار گل بابا** میں ان کا روضہ موجود و معروف ہے۔

ان کا تذکرہ بھی حضرت شیخ رحمکار کے خلفاء کے  
**شیخ اوین صاحب** ضمن میں بہت بہت آتا ہے۔ خصوصاً حضرت شیخ

ضیاء الدین شہید بابا کے واقعات کے سلسلہ میں ان کا ذکر بار بار کیا جاتا ہے۔ اجل خلفاء میں سے تھے۔ ان کا مزار نیل نبر میں ہے۔

مشہور بہ شیخ رحیم خٹک۔ ان کا مزار موضع  
**شیخ عبدالرحیم صاحب** دوران علاقہ خٹک میں ہے۔

ان کا قصہ تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے

## شیخ محمد حیات صاحب

ان کا مزار موضع پلوٹ علاقہ ٹیکسلا و

حسن ابدال میں ہے۔ اور ان کی اولاد بھی وہاں پر موجود ہے۔ اور اس علاقہ کے اکثر لوگ ان کے معتقد و مرید ہیں۔ میاں صاحب کے نام سے مشہور ہیں۔ ہر سال ماہ بیساکھ کے پہلے ہفتہ میں وہ خود بھی اور ان کے مریدین بھی کثیر تعداد میں حضرت شیخ رحمکارؒ کے روضہ اقدس پر حاضری کے لئے ضرور آیا کرتے ہیں۔ عام طور سے فارسی اور پشتو کے تذکروں اور کتب مناقب میں یہ روایت بھی لکھی ہوئی ہے۔ کہ نواب سعد اللہ خان ذریعہ عظیم شاہ جہان پنجاب کا ایک غریب طالب علم تھا وہ حضرت شیخ رحمکارؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلسلہ خدام و مریدین میں داخل ہوا۔ اور جاتے وقت اس نے خدمت کے ساتھ یہ دعا کرائی۔ کہ مجھے ترقی و خوشحالی نصیب ہو۔ آپ نے دعا فرمائی۔ اور اسی کی برکت تھی کہ وہ بے سرعت تمام دنیوی ترقی کی تمام منازل طے کرتا ہوا ہندوستان کی عظیم الشان سلطنت کی وزارت عظمیٰ کے مرتبہ تک پہنچا۔ واللہ اعلم۔

مندرجہ بالا حضرات کے علاوہ مندرجہ ذیل اولیائے کرام اور مشہور بزرگان دین حضرت شیخ رحمکارؒ کے خلفاء کے سلسلہ میں ذکر کئے جاتے ہیں۔

- ۱) شاہ عبدالرحمن صاحب دلتانی
- ۲) شیخ چنگیر صاحب درملک زریستان
- ۳) خواجہ مسکین صاحب
- ۴) حاجی دریاخان صاحب
- ۵) حاجی یار محمد خان صاحب
- ۶) فقیر محمد سعید صاحب دردکن
- ۷) خواجہ نورالحق صاحب
- ۸) خواجہ عبدالحق صاحب
- ۹) خواجہ عبدالخالق صاحب
- ۱۰) خواجہ عباس صاحب
- ۱۱) خواجہ محمد عثمان صاحب
- ۱۲) خواجہ اخون بلال صاحب جامع مناقب شیخ رحمکارؒ
- ۱۳) خواجہ اخون یوسف قندھاری
- ۱۴) اخون اسماعیل صاحب بلاد
- ۱۵) اخون زفر کوہستانی علاقہ پالس ان دونوں حضرات

نے حضرت شیخ رحمہ کار کے فضائل و مناقب میں کتابیں لکھی ہیں۔ جن میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ مستند طریقہ سے اپنے مرشد کے کرامات و کمالات اور سوانح و حالات درج کئے ہیں

(۱۶) شاہ پتی خان علاقہ تنگش ضلع کوہاٹ۔ (۱۷) میاں شادی خان صاحب موضع

شادی خیل ضلع کوہاٹ۔ (۱۸) میاں کمال خان صاحب موضع کمال خیل ضلع کوہاٹ

(۱۹) کمال الدین بلخی ثانی (۲۰) شیخ رسول صواتی مشہور بہ سرتور بابا۔ (۲۱) فقیر بابا

اخوند خیل علاقہ ہشتنگر۔ (۲۲) شیخ مرتضیٰ کوہستانی۔ (۲۳) شیخ بختیار کوہستانی

(۲۴) شیخ حافظ صاحب در حضرت۔ (۲۵) شیخ نمیر صاحب (۲۶) شیخ سمرت

صاحب (دونوں حضرات تنگ زئی تحصیل چارسدہ میں) (۲۷) شیخ شہباز

صاحب (۲۸) شیخ میاں داد صاحب۔ دونوں حضرات اتمان زئی تحصیل چارسدہ

میں۔ (۲۹) عبدالرؤف صاحب (۳۰) شیخ سالار صاحب۔ دونوں حضرات شیراؤ

تحصیل چارسدہ میں (۳۱) عبدالمالک صاحب (۳۲) شیخ الہ داد صاحب (۳۳)

شیخ ذاکر صاحب۔ (۳۴) شیخ شاکر صاحب۔ (۳۵) شیخ مقرب صاحب۔

(۳۶) شیخ گل نور ثانی موضع جورہ۔ (۳۷) حیات خان صاحب (۳۸) شیخ خوش میر

صاحب (۳۹) شیخ مرتضیٰ صاحب ثانی۔ یہ تینوں حضرات تنگی علاقہ ہشتنگر

تحصیل چارسدہ میں۔ (۴۰) حسن بیگ اتمان خیل (۴۱) نور یوسف صاحب جس کا

مزار کوہ مورہ علاقہ بینیر میں ہے۔ (۴۲) فقیر صاحب شنگئی۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے نام ہیں۔ جن کو صاحب مجمع البرکات نے با تفصیل

بیان کیا ہے۔ پھر ان خلفاء نامدار میں سے ہر ایک کے پھر اور مستفیدین و خلفاء

ہیں۔ اور اسی طرح سلسلہ بسلسلہ یہ شجرہ طیبہ بہت دور دور تک پھیل گیا ہے

اور سرحد و یاغستان کے بزرگوں میں سے شاید کوئی ایسا بزرگ رہ سکے۔ جو اصل



ثابت کی شاخوں میں سے کسی شاخ کے ساتھ وابستہ نہ ہو۔  
 پس حضرت شیخ رحمکار قدس سرہ العزیز کے روحانی فیوضات کی مثال یقیناً  
 کشتی طیبۃ اصحاب ثابت و فرعها فی السماء تو عتی اکلھا کل حین باذن  
 ربھا ہے۔ اعلی اللہ درجاتہ و ادام اللہ فیوضہ و بركاتہ بجرمتہ جددہ  
 سید الابرار والاخیار محمد المصطفیٰ المجتبیٰ صلی اللہ علیہ و علی آلہ و سلم۔

## سلسلہ اولاد و احفاد

آپ کے پانچ صاحبزادے تھے۔ ۱، حضرت شیخ ضیاء الدین معروف بہ شہید بابا  
 ۲، حضرت شیخ محمد گل صاحب معروف بہ حاجی محمد بابا (۱۲) حضرت شیخ خلیل گل صاحب  
 معروف بہ مرزے بابا (۱۳) حضرت شیخ عبد الحکیم صاحب معروف بہ حلیم گل بابا و  
 سپین بابا۔ (۱۵) نجم الدین صاحب جو طفولیت میں وفات پا گئے تھے۔ اس کے  
 متعلق تمام تذکروں میں کوئی روایت منقول نہیں دیکھی کہ آپ کی صاحبزادی بھی  
 تھی یا نہیں۔ غالب خیال یہ ہے۔ کہ صاحبزادی نہیں تھی۔

حضرت شیخ رحمکار کی اولاد سے متعلق شیخ اسماعیل صاحب نے اپنی کتاب مناقب  
 میں مندرجہ ذیل فارسی نظم لکھی ہے۔

قطب حق آفتاب ملت دین      رحم درکار او نشستہ قرین  
 کام ہر خستہ می کند شیرین      حضرت شیخ رحمکار امین

خلف الصدق او ضیاء الدین

نافع المسلمین وزین عباد

نور نه بود ز آفتاب جدا      نظر رحمت ار کند به گدا  
 بگذراند سرش ز ارج سماء      صاحب مسند طریق بدا  
 هست نماند به قرص مهر ضیاء      می کند خلق را به حق ارشاد  
 قوت الاتقیاء ز عهد قدیم      می کند درس عشق را تعلیم  
 بر صغار و کبار هست رحیم      علم و حلم اند هر دو در یتیم  
 هر دو در گوش کرده عبد حلیم      از ازل آمده ست نیک نهاد  
 در فصاحت چو طوطی و بلبل      در سخاوت عرق نشانده ز گل  
 شجر جود را ثمر با لکل      لبش آب حیات و خط سنبل  
 سر و باغ کرم محمد گل      نیست چون اد درین مال جواد  
 بسندۀ خاص اوست مثل خلیل      وصف اد می کند به ذکر جمیل  
 از سر صدق این بصناع قلیل      گمراهان طریق راست دلیل  
 دستۀ گل بود ز نار خلیل      حق به کطف خودش نگه داراد  
 هست نو بادی شهرو سنین      از صغیر سن قوی به دین مین  
 همه تن دیده شو زیاده به بین      بجایش ز روئی صدق و یقین  
 محضه او که هست نجم الدین      مشعل ره روان بادا باد  
 من بیدل به معصیت غرقم      موج عصیان گذشته از فرقم

بہ تن کاہ د آہ چوں برقم سوز یکبار خرمین رزقم

آفتاب بدایت از شرمقم

گر برآید رہم زدام فساد

حضرت شیخ رحمکار کی اولاد میں سب سے

عمر میں بڑے تھے۔ اور والد ماجد کے بعد

شیخ ضیاء الدین شہید بابا

آپ ہی جانشین مسند ارشاد و بدایت ہوئے۔ اور آپ نے اسی طریقہ کے مطابق ہزاروں مریدوں کی تربیت و تزکیہ کا کام سرانجام دیا۔ اور خانقاہ رحمکاریہ کو آباد و پُر رونق رکھا۔ اور آپ کی برکت سے لوگوں کو بے اندازہ روحانی فوائد حاصل ہوتے رہے۔ عام مسلمانوں کی تربیت اور ان کی روحانی ترقی اور تزکیہ نفوس کے علاوہ بہت سے غیر مسلموں کو مشرف بہ اسلام کیا۔ اور انہیں دولت ایمان سے مالا مال کر دیا۔ حضرت شیخ رحمکار نے اپنی حیات طیبہ میں ان سے متعلق یہ پیشین گوئی فرمائی تھی۔ اور یہ توقع ظاہر کی تھی۔ کہ ان سے خلق خدا کو بہت فائدہ پہنچے گا۔ میری صحیح جانشینی کرے گا۔ حتیٰ کہ بہت سے بت پرستوں کو کفر و شرک کے اندھیروں سے نکال کر توحیدِ خالص کی روشنی سے منور کر دے گا۔ چنانچہ انہوں نے اسمعیل صاحب لکھتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضرت شیخ المشائخ شیخ رحمکار شہداء کی زیارت کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ شیخ علی اور شیخ علی بھی ساتھ تھے۔ اور صاحبزادوں میں سے "ضیاء آفتاب کہ دریں دلا صاحب مسند ارشاد بہت" یعنی شیخ ضیاء الدین صاحب اور شیخ

لے کہا جاتا ہے۔ کہ حضرت مست بابا کے دو صاحبزادے کافروں سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ اور جن کی قبریں مست بابا کے مزار سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ہیں۔ شہداء سے مراد یہاں وہ حضرات ہیں۔

عبدالحمید صاحب حالت صغیر سنی میں آپ کے ہمراہ تھے۔ شیخ ملیؒ مزید قُرب و خصوصیت اور خلا و ملا کے خادم خاص ہونے کی وجہ سے عموماً ذرا جرات کے ساتھ سوال کیا کرتا تھا اُس نے حضرت شیخؒ سے ذرا دلیرانہ انداز میں پوچھا۔ کہ

دُنیا سے آپ کے انتقال فرمانے کے بعد ایسا کون ہے جو سُننِ بَد کے مطابق اس ارشادِ ہدایت کے کام کو ٹھیک طور سے قائم رکھ سکے گا۔

بعد از نقل آنحضرت کیست کہ مطابق سننِ بَد ارشادِ را تواند قائم نگاه داشت۔

حضرت شیخ رحمہ کار نے حضرت شیخ ضیاء الدین صاحب کی طرف اشارہ کر کے زبانِ مبارک سے ارشاد فرمایا۔

بعد من ضیاء الدین را مراتب علیا است کہ کفار و عبادِ اصنام از برکت لمعات ضیاء او در بَشرف او مشرف خواهد شوند۔

کہ میرے بعد ضیاء الدین کو نہایت بلند مرتبے اور درجے حاصل ہوں گے۔ اور کفار و بت پرست اس کی روشنی کی چمک کی برکت سے اور اس کی شرافت سے مشرف و مشرف ہو جایا کریں گے۔

شیخ اسماعیل فرماتے ہیں۔ کہ یقیناً یہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔ اور شیخؒ کی وفات کے بعد جب آپ مندارِ شادِ ہدایت پر جلوہ گر ہوئے۔ تو عام فیوض و برکات کے ساتھ ساتھ یہ واقعہ بھی ہوا۔ کہ قصبہ بلگرام المعروف بہ پشادر کے ہندوؤں کے چند خاندان جو بت پرست اور کٹر مشرک تھے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور انہوں نے بت پرستی اور کفر و شرک سے توبہ کی۔ اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اور اس بارے میں اخون زفر رحمہ اللہ تعالیٰ کے چند فارسی ابیات نقل کئے ہیں۔ جن کا ذکر کرنا باذوق حضرات کے لئے خالی از دلچسپی نہیں۔

جہان می شود روشن از پر تو باد  
چو نورِ بدایت ضیاء داشت ظاہر  
ز قعر سفر سوئے ساحل برآمد  
ز شہد شہادت شدہ کام شیرین  
مرانفس بدکیش منہ خصال است  
ز عشق بیان نیک معلوم گشتہ

ضیاء دور نہ بود ز غور شیدا نور  
سوئے کعبہ راجع شدہ نسل کافر  
بہ دریائے دین متیں شد شناور  
نفی را بہ اثبات کردہ مکرر  
کہ ہر دم رود سوئے اصنام آذر  
ز فر بخش مارا کہ باشم منظر

حضرت شیخ ضیاء الدین کے حالات و سوانح اور کرامات و فیوضات کی تفصیل بھی بہت کچھ ہے۔ یہاں اُن کا مختصر اُذکر کیا گیا ہے۔ والد ماجد کی وفات کے بعد کافی عرصہ تک آپ نے جانشینی کی۔ آخر کار شہید کئے گئے اور اس لئے آپ زیادہ تر شہید بابا کے نام سے مشہور و متعارف ہیں۔ آپ کی شہادت کا واقعہ مجمع البرکات کی تفصیلی روایت سے اخذ کر کے اجمالاً عرض کرتا ہوں۔

سردار خوشحال خان کی وفات کے بعد اس کی اولاد میں سے بہرام خان اور اشرف خان کے درمیان آپس میں تنازعہ اور باہمی مخالفت شروع ہوئی۔ چونکہ اس وقت تمام افغانوں کا مرکز عقیدت و ارادت حضرت شیخ رحمکار اور اُن کی وفات کے بعد اُن

سے میاں محمد مبین صاحب محرم نے اپنی منظوم کتاب مناقب حضرت کا کا صاحب میں لکھا ہے کہ والد ماجد کی وفات کے بعد ۲۳ برس تک زندہ رہے۔ یعنی سنہ ۸۶ھ تک۔ لیکن بعض دوسرے واقعات کی بنا پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کی وفات اس کے بعد ہوئی ہے۔ واللہ اعلم۔

۲۔ بہرام خان کی حقیقی ہمیشہ سردار خوشحال خان کی صاحبزادی حضرت شیخ ضیاء الدین صاحب کے عقد نکاح میں تھی۔ اور یہ وقت وفات خوشحال خان نے آپ کو وصیت بھی کی تھی کہ یہ وقت نزاع میری اولاد کے درمیان آپ فیصلہ کیا کریں۔ اور بہرام خان کے حقوق کی رعایت کرنے کی تاکید کی تھی۔ (مجمع البرکات)

کے خلف الرشید اور صحیح جانشین شیخ ضیاء الدین تھے۔ خوشحال خان نے وصیت بھی کی تھی  
 کہ حضرت سے فیصلہ کرایا کرو۔ اس لئے انہوں نے اپنے نزاع کا فیصلہ ان سے کرانا  
 چاہا۔ چنانچہ تحقیق حال کے بعد حضرت شیخ ضیاء الدین نے فیصلہ یوں فرمایا۔ کہ بالائی علاقہ  
 بہرام خان کو اور نیچے کا علاقہ اشرف خان کو دیا جاوے دونوں کو آپس میں ملا کر ان  
 کی صلح و مصالحت کرائی جاوے دوستی و محبت کا عہد لیا جاوے اشرف خان اپنے وعدے پر  
 قائم نہ رہا۔ اور اُس نے ایسی تدبیریں کیں۔ کہ بہرام خان کو ملک بدر کر دیا۔ اور اپنے  
 علاقہ سے نکال کر علاقہ چھچھ کی طرف بھجوا دیا۔ پہلے تو ہزار روپیہ ماہانہ وظیفہ مقرر کیا  
 مگر پھر وہ بھی بند کر دیا۔ چھچھ کے خوانین بھی بہرام خان کے ساتھ اچھی طرح پیش نہیں  
 آئے۔ اور اس طرح وہ بچار پریشان حال پھرتا رہا۔ اور تمام علاقہ پر اشرف خان نے  
 ظالمانہ طور سے قبضہ کیا اور صلح و معاہدہ کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ بہرام خان حضرت  
 شیخ ضیاء الدین صاحب کے پاس آیا۔ اور اپنی مظلومی و بے چارگی اور اشرف خان  
 کے جور و ظلم اور تجاوز و عدوان کے واقعات سنا کر امداد طلب کی۔ آپ نے فرمایا  
 ”صبر کن ہرچیز حق تعالیٰ کند رضا باید“ یعنی صبر کرو اور جو حق تعالیٰ کو منظور ہو  
 اس پر راضی رہنا چاہئے۔ اس کے بعد بہرام خان حضرت ضیاء الدین صاحب کے پاس  
 رہنے لگا۔ اشرف خان کو حضرت کے پاس اس کا رہنا مخدوش اور اپنے لئے مضرب  
 نظر آیا۔ کچھ بدخواہوں نے چنبل خوریاں کر کے اُس کو بدظن کیا۔ اور غصہ دلایا چنانچہ  
 اُس نے بار بار تاکید و اصرار کے ساتھ کہلا بھیجا کہ میرا بھائی بہرام خان اپنے پاس سے  
 نکال دو۔ حضرت نے ہر دفعہ جواب دیا۔ کہ یہ الصاف و مردت سے بہت دُور ہے  
 کہ میں اُس کو اب اپنے پاس سے بھی جواب دیدوں۔ اور مجھے تیری دھمکیوں کی بھی کچھ  
 پرواہ نہیں ہے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے۔ چنانچہ اس جواب سے اشرف خان کا  
 پارہ غیظ و غضب اور بھی چڑھ گیا۔ اور وہ مشتعل ہوا اور اس کے بعد اس نے حضرت

شیخ ضیاء الدین کوستانا اور سر معاملہ میں دق کرنا شروع کیا۔ آخر کار تنگ آکر آپ نے اس علاقہ سے ہجرت کرنے کی ٹھانی۔ لکھا ہے کہ اپنے والد ماجد حضرت شیخ رحیم کا کے مزار پیرا نوار پر حاضر ہوئے روحانی طور سے عرض معروض ہوئی۔ اور وہاں سے آپ کو اجازت مل گئی اور ساتھ ہی ارشاد ہوا

بروئے فرزند غمگین و اندوہناک  
مشو۔ یقین است کہ شمارا در ہمہ امور  
اللہ تعالیٰ ہمراہ حسنین گرداند۔

اے بیٹے! جاؤ اور غمگین و درنجیدہ  
بالکل نہ جاؤ اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ  
تمام امور میں آپ کو حضرت حسنؑ اور  
حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ

کردے گا۔

الغرض حضرت شیخ ضیاء الدین نے ترک وطن کا عزم کیا۔ اور ضلع کوہاٹ کے علاقہ چوتترہ میں قوم بارک کے ہاں تشریف لے جانے کا قصد ہوا۔ اشرف خان کو جب یہ خبر پہنچی۔ بڑا پریشان ہوا اور سمجھا کہ ایک تو اس میں میری بڑی سحت بدنامی ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ وہاں اتنی دُور چلے جانے کے بند ہو سکتا ہے۔ کہ قوت حاصل کرے۔ اور پھر بہرام خان کی امداد و اعانت کر کے اُس کو اپنا علاقہ واپس دلانے کی کوشش کرے۔ اس لئے حضرت جمال الدین یعنی فقیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو درمیان میں واسطہ بنا کر نہایت عاجزی اور نرمی کے ساتھ یہ درخواست کی۔ کہ آپ یہاں سے کسی اور طرف نہ جائیں۔ بعض لوگوں نے یہ تجویز پیش کی۔ کہا گر خواہ مخواہ اس علاقہ سے جانے۔ تو اس قدر دُور نہ جائیے۔ علاقہ ہشتنر میں جو نساقصبہ پسند ہو وہاں رہیں۔ اس موقع پر فقیر صاحب نے بھی بہت زیادہ اصرار کیا۔ مجبوراً اس وقت یہ فیصلہ کیا۔ کہ فی الحال مستقل ترک وطن نہیں کرتا۔ علاقہ قوم بارک میں گئے وہاں کے حالات دیکھے اور فرمایا کہ چوتترہ میں جاہ پسند کروں گا۔ پھر آل و عیال اور سامان وغیرہ کو ساتھ

لے جاؤں گا۔ قوم بارک کے سردار آپ کے ساتھ ہو گئے۔ اور وہ اس پر خوش تھے۔ کہ  
 حضرت شیخ ضیاء الدین اُن کے ہاں اس علاقہ میں سکونت پذیر ہو رہے ہیں۔ چنانچہ  
 اشرف خان کے نامناسب رویہ کی بنا پر پھر سچتہ ارادہ کیا۔ کہ اب ضرور وہاں جانا،  
 اور اس سلسلہ میں تیاری مکمل کر دی۔ اشرف خان نے پھر کہلا بھیجا کہ آپ یہاں سے  
 کہیں بھی نہ جائیں۔ اور اگر ضرور جانا چاہتے ہو تو بارک کے ہاں بالکل نہ جاؤ۔ بلکہ قوم  
 حرم یا قوم ساغری کے ہاں چلے جاؤ۔ اور پھر اُس نے حرم کے بارے میں بھی انکار  
 کیا۔ اور کہا صرف ساغری اور ہند کی قوم کے ہاں جانے کی اجازت ہے۔ ورنہ اور  
 کہیں بھی آپ کو نہیں جانے دیتا۔ آپ نے انکار فرمایا۔ اور چونترہ کے ارادہ سے  
 روانہ ہوئے۔ جب علاقہ خوڑہ سے گذر کر علاقہ زیرہ میں پہنچے۔ (جو ضلع پشاور  
 اور ضلع کوہاٹ کی سرحد پر واقع ہے) تو اشرف خان کے سوار تعاقب میں پہنچے  
 اور کہا کہ اشرف خان نے کہلا بھیجا ہے کہ آگے نہ جاؤ۔ اور اپنے ہاں بلانے کے لئے  
 کہا ہے۔ اور اُن سپاہیوں نے اپنی مجبوری و معذوری ظاہر کر کے کہا کہ حضرت اہم  
 کیا کریں امیر نے یہی حکم دیا ہے۔ آپ نے وہاں سے اکوڑہ واپس آنے کی رضامندی  
 ظاہر کی۔ رفقاء سفر اور سردارانِ بارک نے منع بھی کیا۔ کہ آپ کا واپس جانا خطرات  
 سے خالی نہیں۔ جیسا بھی ہو ہم آگے اپنا سفر جاری رکھیں گے۔ مگر آپ نے اُن کی  
 رائے پسند نہ فرمائی۔ اور واپس ہونے لگے۔ سردارانِ بارک نے بھی ساتھ ہی واپس  
 ہو جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ مگر آپ نے بتا کید اُن کو فرمایا کہ تم اپنے وطن چلے جاؤ۔ ہر چند  
 انہوں نے کوشش کی مگر آپ نہ مانے اور اُن کو رخصت کر کے خود اکوڑہ واپس  
 تشریف لائے۔ جب اکوڑہ آئے تو اشرف خان ادب شرافت کے ساتھ پیش نہیں  
 آیا۔ اور بہ قول صاحب جمع البرکات  
 اس نے حضرت کی شان میں بہت

دریشانِ ایشاں بے ادبی و بے حرمتی



بسیار نمود۔ چہ گویم کہ استماع آں یہ  
مخلصان روا و لائق نیست

بے ادبی اور بے حرمتی ظاہر کی۔ اور کیا  
کہا جائے کہ کیا ہوا کیونکہ اس کا سننا  
مخلصین کو ہرگز گوارا نہیں ہو سکتا۔

لکھتے ہیں کہ اس سفر میں تقریباً پانچ سو تک آدمی آپ کے ساتھ رفیق سفر تھے۔  
لیکن آپ نے ان میں سے صرف چار یا سات کو اکوڑہ واپس ہوتے وقت اپنے  
ساتھ لیا تھا۔ اور انہیں رفقاء خاص میں سے شیخ رکن الدین بن شیخ ابن الدین صاحب  
بھی تھے۔ جو قاضیان زیارت کا صاحب کے جدا مجد تھے۔ اور آپ کے نہایت  
وفادار اور سراء و ضراء دونوں میں بہترین رفیق ثابت ہوئے۔ حضرت شیخ چند  
دنوں تک اکوڑہ میں رہے۔ اور کیسے رہے اس کی صحیح اور پوری تفصیل معلوم نہیں ہو سکی  
آخر کار اپنی ایام میں حضرت ضیاء الدین کو جرم بے گناہی میں اور حق و انصاف  
کی حمایت کے قصور میں جام شہادت پلایا گیا۔ اور دنیا کے ایک حریص نے  
اپنے زعم باطل میں اپنے سیاسی اقتدار کا ایک کانٹا نکال دیا۔ انا للہ وانا الیہ  
راجعون ٹھ لکھا ہے کہ اکوڑہ تشریف لے جانے کے گیارہویں روز بعد آپ کی

اس وقت سے لے کر اب تک اشرف خان کو اس عمل بدتر کے ارتکاب پر ملامت کیجاتی رہی  
اس وقت اس نے بھی اپنے کو بے گناہ ثابت کرنے کے لئے یہی کہا اور بعد میں برعصر میں اس  
کی اولاد بھی بدنامی کے اس سیاہ دماغ کو دھونے کے لئے یہ کہا کرتی ہے۔ کہ حضرت شیخ کو  
شہید نہیں کیا گیا۔ بلکہ وہ خود اپنی بیماری سے یا بقول بعضے سانپ کے کاٹنے سے حاصل  
بحق ہو گئے تھے۔ مگر ہزار صفائیوں کے باوجود وہ آج تک یہ دماغ دھونے سکے۔ اور یہی  
سمجھا جاتا رہا اور سمجھا جا رہا ہے۔ کہ ان کو باقاعدہ سازش کے ماتحت شہید کیا گیا تھا  
اور دوسری کوئی وجہ پیش نہیں آئی تھی۔ ۱۲۔

والدہ ماجدہ نے اکوڑہ خیر بھجوا دی۔ کہ جدائی کے صدمہ سے میں بہت بے قرار و پریشان ہوں۔ میں اپنے فرزند ارجمند کی ملاقات کے لئے آنا چاہتی ہوں۔ اگر اجازت ہو تو اکوڑہ حاضر ہو جاؤں۔ آپ کو داپس یہ اطلاع دی گئی۔ کہ اس کے والد ماجد یعنی حضرت شیخ رحمکار کے مزار کے قریب انتظار کرو کل وہاں پر ملاقات ہو جائے گی۔ والدہ ماجدہ اپنے فرزند رشید کی ملاقات کے اشتیاق و انتظار میں وہاں پہنچی۔ اور مشغول بہ دُعا و عبادت ہوئی۔ حقوڑی دیر کے بعد اس نے شور و غل اور ہر طرف ہاؤ ہو کی آوازیں سنیں۔ آپ نے پوچھا کہ کیا بات ہے۔ بتایا گیا کہ فرزند ارجمند کا جنازہ لوگ اکوڑہ سے لارہ میں۔ یہ رُوح فرسا خبر سن کر اس کے دل کو بے انتہا صدمہ ہوا پریشان حال ہو کر ہجوم کے پاس چلی گئی اور فرمانے لگی مجھے ملاقات کرنے دو۔ جب بدن مبارک سے پردہ ہٹایا۔ اور فرزند رشید کی حالت دیکھی۔ تو اس صدمہ جاں گسل کی تاب لاسکی اور وہیں اپنی جان بہان آفرین کو سپرد کر کے دنیا کے غموں سے فارغ ہو گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس کے بعد دونوں کو حضرت شیخ رحمکار کے مزار اقدس کے پاس دفن کیا گیا۔

حضرت شیخ ضیاء الدین کی شہادت کے اس واقعہ کے بعد اشرف خان کو بھی عزت و آرام کے ساتھ ریاست و امارت نصیب نہ ہو سکی۔ عتاب شاہی میں آیا اور اس کو اپنے کئے کی سزا بہت جلد دنیا میں بھی مل گئی۔ بڑی ذلت کے ساتھ گرفتار ہوا۔ اور اُسے دہلی لے گئے۔ وہاں سے دکن کی طرف لے جا کر اُسے جیل خانہ میں ڈالا گیا۔ اور مصائب و تکالیف میں مبتلا رہا۔ اس دوران میں وہ سمجھ گیا تھا۔ کہ مجھے یہ روزِ بد اس عملِ بد کی مکافات میں دیکھنا نصیب ہوا۔ وہ پشتو کا مشہور شاعر تھا اور ہجری تخلص رکھتا تھا۔ جیل خانہ کے ان آرام و مصائب میں وہ بار بار اس حقیقت کا اظہار کرتا۔ کہ حضرت شیخ رحمکار کو میں نے ناراض کیا ہے۔ مجھے اس

کی یہ سزا ہی رہی ہے۔ چنانچہ اس بابائے میں اس کے چند اشعار بہت مشہور ہیں۔ ان میں دو مندرجہ ذیل ہیں۔

زہ پد بندِ اورنگ نہ یم چہ بدِ خلاص شہم زہ بند کورے شیخ رحکار زبیری کا کایم  
 پہ دکن کبن پار و نشستہ چدم دحم کوری زہ خور لے اثر دہا تور سے بلا یم  
 چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ہندوستان ہی میں اس کی موت واقع ہوئی۔ اور اس کی لاشیں  
 وہاں سے لائی گئی۔

حضرت شہید بابا کی اولاد و احفاد اور خوینین اکوڑہ کے درمیان اس کے بعد  
 پھیلش شروع ہو گئی جس کی بہت کچھ تفصیلات ہیں۔ اس مختصر تذکرہ میں ان کے ذکر کرنے  
 کی نہ گنجائش ہے اور نہ ضرورت۔ اختصاراً اتنا ہی ذکر کرنا مناسب تھا۔  
 حضرت شیخ ضیاء الدین کے سات صاحبزادے تھے جن کے اسمائے گرامی مندرجہ  
 ذیل ہیں۔

۱) نجم الدین بابا ۲) شکور گل بابا۔ ۳) برہان الدین یا برہان گل بابا ۴) زین العابدین  
 باز گل بابا۔ ۵) قیاس الدین بابا ۶) عباس الدین بابا۔ ۷) دلدار الدین (یا دلدار گل) بابا  
 ان ساتوں حضرات کی اولاد موجود ہے۔ ہر ایک کا اجمالی تذکرہ عرض کرتا ہوں۔  
 ۱) نجم الدین بابا تمام بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ صاحب مجمع البرکات نے  
 ان کے متعلق لکھا ہے۔ کہ

اُس نے علم حاصل کیا تھا بہت ہوشیار و سمجھدار تھا اور تعلیم و تدریس میں مشغول رہا کرتا تھا	تحصیل علم نمود۔ بسیار دانشمند و دانا بود تعلیم و تدریس ساخت
--	--

۱) تاریخ قوم کا خیل کے مرتب کرنے کا بھی انشاء اللہ تعالیٰ ارادہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اسکی تدوین و  
 تکمیل کی توفیق عطا فرمائی۔ تو تمام واقعات، مفصلاً عرض کیے جا سکیں گے۔ بر مولف،

ان کے گیارہ صاحبزادے تین بیویوں سے تھے۔ قطب الدین، بہاؤ الدین، سعد الدین  
 پہلی زوجہ سے۔ نظام الدین، کرم الدین، شاد الدین، شرف الدین، دیندار دوسری  
 بیوی سے، خیر الدین، انوار الدین، صفدر الدین، تیسری زوجہ سے تھے۔ ان میں سے  
 نمبر ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱ اولاد فوت ہو گئے ہیں۔ اور باقی سات کی اولاد موجود ہے بعض  
 زیارت کا صاحب میں خاندان تھکان میاں کا ان یا وزیر خیل کے نام سے مشہور  
 ہیں۔ اور بعض اپنے قصبہ سے باہر کے علاقوں مثلاً ہوتی، گمبت، علاقہ دو آبہ، ڈاک  
 سین خاک چھچھ، معیار وغیرہ میں رہتے ہیں۔

نجم الدین بابا کا سن وفات معلوم نہ ہو سکا۔ قبر مبارک مشہور و متعارف اس چوتھی  
 پر ہے۔ جو شہید بابا کے روضہ متبرکہ کے کھوٹے کے دروازہ سے باہر بہ جانب مشرق اور  
 باز گل بابا کے گنبد کے دروازہ سے بہ جانب جنوب واقع ہے۔

(۱۲) شکور گل بابا ان کے تین صاحبزادے تھے۔ معاذ، روماد، سالار۔  
 معاذ اولاد تھا۔ باقی دو کی اولاد موضع جورہ (جرہ) میں

متصل تنگی علاقہ ہشتنگ میں ہے۔ مگر قلیل التعداد۔ صرف چند گھرانے ہیں۔

(۱۳) برہان الدین یا برہان گل بابا ان کے بھی تین صاحبزادے تھے۔ سید محمد  
 فضل محمد، حاجی گل۔ پہلے دو تو اولاد فوت

ہو گئے تھے۔ حاجی گل صاحب کی اولاد موضع ولسی متصل زیارت کا صاحب میں ہے  
 مگر وہ بھی صرف ایک ہی گھرانہ برہان شاہ میاں صاحب کی اولاد ہے۔

(۱۴) زین العابدین حضرت باز گل بابا آپ کی تاریخ ولادت ۱۳ جمادی الاولیٰ  
 روز دوشنبہ وقت فجر ۱۰۷۶ھ منقوال

شہید بابا کے چوتھے صاحبزادے تھے۔ لیکن سجادہ شیخ رحیم کار کی جانشین اور  
 متعلقین خانقاہ کی تربیت و ارشاد کا کام انہیں سپرد کیا گیا۔ جس کا واقعہ صاحب مجمع البرکات

نے تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اور تذکرہ میاں محمد مبین صاحب مرحوم میں بھی از صلا  
تا ص ۱۰۶ منقول ہے۔ لکھا ہے کہ حضرت شیخ رحمکار کی وفات کے بعد حضرت شہید  
بابا ۲۳ برس (یا اس سے زیادہ عرصہ) تک زندہ رہے اور ان کی جانشینی کی۔ آپ  
ایک سازش کے ماتحت جب شہید کئے گئے تو آپ نے خود اپنا کوئی جانشین مقرر نہیں کیا  
تھا۔ اور اپنے ساتوں صاحبزادوں میں سے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا تھا۔ اگرچہ آپ کے  
اور دوسرے خلفاء بے شمار تھے۔ اور ان میں سے بعض نہایت مشہور و ممتاز رہے بھی  
تھے۔ الغرض کچھ عرصہ تک اولاد میں سے کوئی جانشین نہیں تھا۔ موریز خان خادم خاص  
اور مرید باصفا کو اسی طرح دوسرے مریدوں کو اس بارے میں خاص تشویش لاحق  
تھی۔ تین سال کے قریب اسی حالت پریشانی میں گزرے۔ آخر موریز خان نے یہ  
طریقہ اختیار کیا۔ آدھی رات کو اٹھ کر اپنے مرشد حضرت شہید بابا کے مزار پر  
حاضر ہوتا اور دعائیں کرتا کہ پیر کامل کے بعد اس کی اولاد ہی میں سے کوئی مسند نشین اور  
صاحب ارشاد مل جائے۔ تو ہماری تسلی ہو جائے گی۔ اور تب یہ تشویش ختم ہوگی۔  
اسی سلسلہ میں ایک دفعہ پچھشنہ کی رات کو وہ دعائیں کرتے کرتے جوش میں آیا۔

اے موریز خان! نو شہرہ کلاں کے ایک ملک صاحب کا لڑکا تھا۔ لکھا ہے کہ ایک فقیر اس ملک صاحب کے  
ہاں آکر مہمان ہوا۔ اس نے خوب مہمان نوازی کی۔ جاتے وقت وہ کچھ ایسا تصرف کر گیا کہ  
موریز خان اسی کے قبضہ میں آ گیا۔ اور اس کی حالت بدل گئی۔ اور پھر دیوانہ ہو گیا۔ بہت کچھ علاج  
کیا گیا۔ مگر ناقہ نہ ہوا۔ آخر حضرت شیخ ضیاء الدین کی خدمت میں زنجیروں میں باندھا ہوا لے آئے  
آپ نے توجہ فرمائی۔ تو ساری دیوانگی دور ہوئی اور بالکل تندرست ہوا۔ اور اس کے قلب میں حضرت  
شیخ کی محبت جاگزیں ہوئی۔ والدین کی رضامندی سے لنگر کا خادم بن کر رہا۔ اور حضرت شیخ  
ضیاء الدین کی توجہ سے باطنی ترقی کی۔ خادم خاص اور مرید مخلص تھا۔ ۱۲

اور عجیب عاشقانہ اور دردمندانہ لہجہ میں یہ درخواست کی۔ وہاں سے روحانی القاء  
 کے ذریعہ سے اُسے بتا دیا گیا۔ کہ عین حیات میں خود تو مجھے موقع نہیں ملا۔ کہ اُن میں سے  
 کسی ایک کو خلیفہ بنا کر مقرر کرتا اور وہ جانشین ہوتا۔ اب تو یہ صورت ہے۔ کہ والد ماجد  
 شیخ رحمکار کے مزار پر حاضر ہو جاؤ اپنی یہ درخواست وہاں جا کر پیش کرو۔ وہ جس کو  
 اس کام کے لئے منتخب فرمائیں وہی اس کام کے لئے ہر طرح سے مناسب و موزوں ہوگا۔  
 اور وہی انتخاب قابل اعتبار و اعتماد ہے۔ چنانچہ اس القاء کے بعد موریرخان حضرت  
 شیخ رحمکار کے مزار مبارک پر حاضر ہو کر دعائیں مانگتا۔ وہاں سے ایک رات روحانی  
 القاء کے ذریعہ بتایا گیا کہ میرے پوتوں یعنی حضرت شیخ شہید کی اولاد میں سے ہر ایک کے  
 پاس ابھی راتوں رات جا کر گمہ دو کہ جد امجد تمہیں بلائے ہیں۔ میری اس دعوت پر ابھی  
 رات ہی کو جو یہاں آ کر حاضر ہو جائے۔ بس وہی جانشین مقرر ہوگا۔ اور فرمایا گیا کہ پہلے بڑوں  
 کے پاس جاؤ اور پھر اسی طرح بالترتیب ہر ایک کے پاس پہنچ کر پیغام دو۔ چنانچہ موریرخان  
 اسی وقت صاحبزادوں کے پاس گیا۔ پہلے نجم الدین صاحب کے ہاں چلا گیا۔ اور پیغام  
 سنایا۔ وہ سن کر یہ سمجھے کہ شاید یہ موریرخان کی مجذوبانہ بڑسی ہے۔ رات کو مزار شیخ  
 رحمکار پر جانا کیسے۔ فرمانے لگے کہ اچھا کل آ جاؤں گا۔ وہاں سے پھر شکر گل صاحب کے  
 ہاں گئے۔ وہاں سے بھی یہ جواب آیا۔ پھر۔۔۔ مان الدین صاحب کے ہاں گئے۔ آواز دی ادا  
 ساری بات کہہ ڈالی۔ وہاں سے بھی یہی جواب ملا۔ کہ اچھا کل حاضر ہو جاؤں گا۔ یہ تینوں  
 اچھے عالم و فاضل اور زائد و عابد تھے۔ اور عمر میں بڑے تھے۔ اُن کے بعد زین العابدین  
 باز گل صاحب کے پاس آئے۔ جو جوان تھے۔ اُن کو بھی موریرخان نے جد امجد کا یہی  
 پیغام سنایا۔ وہ اسی وقت گھر سے باہر نکلے۔ بقول صاحب مجمع البرکات اُس نے جا کر اپنے  
 بڑے بھائیوں کو تاکید کی کہ جب حضرت جد امجد بلائے ہیں۔ تو آپ کیوں نہیں جاتے۔  
 انہوں نے جواب دیا کہ موریرخان ایک مجذوب و دیوانہ شخص ہے۔ ویسے دل میں یہ

خیال آیا ہوگا۔ ورنہ رات کو بلائے کا کیا مطلب؟ حضرت باز گل نے فرمایا کہ میں تو اس کے قول پر اعتماد و یقین رکھتا ہوں۔ یہ مریدان با اخلاص میں سے ہے۔ اور اسی وقت مزار پر جا کر حاضر ہوئے حاضر ہوتے ہی اس کی حالت یکسر بدل گئی۔ اور تمام مدارج سلوک و طریقت باطنی اثرات سے بہ سرعت تمام اسی وقت طے کر گئے گئے۔ اور آپ کو جانشینی کے لئے مقرر کر دیا۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد خانقاہ رحمنکار یہ کے مسند ارشاد پر آپ جلوہ فرما ہوئے۔ اور والد ماجد اور جد امجد کی طرح آپ نے بھی فیوضات باطنیہ سے خلق خدا کو سیراب کرنا شروع کر دیا۔ آپ کی وفات کی تاریخ مجھے معلوم نہیں ہو سکی۔ قبر مبارک حضرت شیخ رحمنکار کے روضہ سے بہ جانب شمال مشرق واقع ہے۔ جس پر گنبد بھی ہے اور مشہور و متعارف ہے۔

ان کے تین صاحبزادے تھے۔ ۱۔ سرفراز گل بابا۔ ۲۔ فقیر محمد بابا۔ ۳۔ فاضل بابا۔ تینوں کی اولاد موجود ہے۔ قصہ زیارت کا صاحب میں بھی کافی تعداد میں رہائش رکھتے ہیں۔ اور خور میاں گال اور فصیل میاں گال کے نام سے مشہور ہیں۔ اور ان کی بہت بڑی تعداد باہر علاقوں میں بھی ہے۔ چنانچہ چونترہ علاقہ تحصیل تیرہ جی۔ ایردھم ٹیری۔ قریب باڑہ۔ تنگی تحصیل منگو زائد گال میاں گڑھی درہ آدم خیل، اور سرخ ڈھیر علاقہ مردان میں متحدہ گھرانے مدتوں سے سکونت پذیر اور ممتاز و متعارف ہیں۔ ان خاندان کو منسلک میاں گال اس لئے کہتے ہیں۔ کہ رسمی طور سے اب تک تباہہ جانشینی اسی خاندان میں منتقل ہوتی چلی آئی ہے۔ یہ تو اللہ بہتر جانتا ہے۔ کہ شیخ رحمنکار کی صحیح اور پوری جانشینی کا سلسلہ کب تک باقی رہے۔ لیکن آنا کہا جا سکتا ہے کہ پچھ سات پشتوں تک تو ضرور کچھ اثرات باقی تھے۔ پھر روزِ زمانہ طولِ عہد۔ اور ماحول کی خرابی سے وہ بات نہ رہ سکی۔ اور دل کی حسرت اور ہزار افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ جہاں تک بہ ظاہر دیکھا جا رہا ہے۔ اب منزل کی راہ و رسم کا

واقف کار و خبردار سالک کوئی نہیں رہا۔ ہائے ع

آں قدح بشکست و آں ساقی نہ ماند

سجادہ نشینی کے متعارف رسمی لوازمات اب بھی اس خاندان کی طرف سے سالی بھر کے بعد پورے کئے جلتے ہیں۔ آج کل امانی ملک میاں صاحب ابن زرناب گل بن طراز گل بن لباب گل بن حباب گل بن سرفراز گل رسوم سجادہ نشینی سرانجام دیتا ہے۔ فخر قوم میاں حمید گل صاحب مرحوم اسی خاندان سے تھے۔ جو اپنے اخلاق اور بہترین سیرت و کردار کی بنا پر واقعی فخر قوم اور مجاہد ملت تھے۔ (رحمہ اللہ تعالیٰ) استاذنا المحترم حضرت مولانا قیاس گل صاحب فاضل دیوبند کا تعلق بھی اسی خاندان سے ہے۔

حضرت شیخ ضیاء الدین شہید بابا کے ساتوں صاحبزادوں میں سب سے زیادہ کثیر الاولاد اور مشہور ہیں۔ حضرت شہید بابا

کی شہادت کے بعد خوانین اکوڑہ کے ساتھ جو کشمکش جاری رہی ہے۔ اس میں انہوں نے خصوصیت کے ساتھ نمایاں حصہ لیا ہے۔ اور اعلیٰ کردار کا نمونہ پیش کیا ہے۔

انہوں نے اپنے دست مبارک سے فقہ کی مشہور کتاب البحر الرائق اور دایہ اولین کی کتابت کی ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے۔ کہ آپ بہت بڑے عالم علم و دست اور مطالعہ کتب کے شوقین تھے۔ دایہ پر اپنے قلم سے متعدد حواشی بھی تحریر کئے ہیں۔ سنہ ۱۲۱۰ھ لکھا ہوا ہے۔ یہ متبرک نسخہ دایہ اولین استاذنا المحترم حضرت

مولانا عبدالحق صاحب نافع زید مجدہم کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ آپ کی تاریخ ولادت ۱۸ محرم الحرام ۱۱۰۰ھ وقت عشاء ۱۲۱۰ھ بتائی جاتی ہے۔ تاریخ وفات صحیح طور سے

مجھے معلوم نہ ہو سکی۔ شہید بابا کے مزار اور باز گل صاحب کے مزار کے درمیان جو ڈاٹ واقع ہے۔ اس کے نیچے دو قبریں متصل واقع ہیں۔ ان میں سے ایک قبر ان کی ہے اور

ایک بڑے صاحبزادے کا حاجی بابا کی۔



ان کے آٹھ صاحبزادے تھے۔ (۱) غیاث الدین بابا۔ (۲) غوث بابا۔ (۳) خانجان بابا۔  
 (۴) سیر الدین بابا، (۵) اسرار گل بابا، (۶) عیاذ الدین بابا۔ (۷) انور بابا، (۸) زبیر بابا۔  
 چونکہ ان حضرات میں سے ہر ایک کی اولاد ایک مستقل اور کثیر الافراد خاندان اور  
 علیحدہ نام سے موسوم ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک کا ذکر جدا جدا  
 تفصیل کے ساتھ کیا جائے۔

(۱) غیاث الدین معروف بہ کاجی بابا۔ عام طور سے کاجی بابا کے نام سے مشہور  
 ہیں۔ اور ان کی اولاد کو کاجی خیل کہتے ہیں۔ تمام خاندانوں میں سب سے زیادہ کثیر الافراد  
 خاندان شمار ہوتا ہے۔ ماضی قریب تک وہاں تک وجہ امت و اقتدار اور ہر لحاظ سے ممتاز و  
 نمایاں درجہ تمام قوم کا کاجیل میں سے اس خاندان کو حاصل تھا۔ اب تو وہ آن بان  
 اور امتیازی شان اگرچہ نہیں رہی ہے۔

کہ آئین جہان گاہے چنیں گاہے چناں باشد  
 لیکن پھر بھی اس کو کچھ نہ کچھ امتیاز اور خصوصی حیثیات حاصل ہیں۔ ماضی قریب میں  
 میاں مصباح الدین صاحب مرحوم اس خاندان کے نہایت وجیہ و بااثر اور ممتاز  
 بزرگ قوم گذر چکے ہیں۔

کاجی بابا کے چار صاحبزادے تھے۔ (۱) بدر الدین صاحب مشہور بہ حافظ بابا (۲)  
 دلبر الدین صاحب (۳) اکرام الدین صاحب (۴) حیاء الدین صاحب  
 ان میں سے بدر الدین صاحب کے چار صاحبزادوں عظیم الدین۔ صلاح الدین  
 رکن الدین اور قابل الدین کی اولاد زیادہ ہے۔ راقم الحروف مرتب تذکرہ شیخ رحمتکار  
 اکرام الدین صاحب کی اولاد میں سے ہے۔ یعنی سیاح الدین بن مولانا حکیم حافظ ملا  
 میاں محمد سعد گل صاحب مرحوم (المنوفی ۱۳۵۵ھ) بن محمد عارف بن برہان الدین  
 بن گلاب شاہ بن اکرام الدین صاحب۔ میرے والد ماجد مرحوم مشہور عالم دین اور

اچھے حکیم تھے۔ ہمارے اسی خاندان میں سے میرے نانا حکیم محمد مطہر صاحب مرحوم اور میرے ماموں مولانا ابوالمعانی حکیم آزاد گل صاحب مرحوم بھی مشہور و معروف تھے۔ اور عم محترم سپین میاں صاحب عیب گل جو ایک شاندار دور زندگانی گزار چکے ہیں اب حالت ضعف و بیماری میں بقید حیات ہیں۔ نواب تناؤں کی طرف سے علاقہ نزارہ کے لئے درآمد و برآمد مال تجارت کی محمول کی معافی کا ایک حکمنامہ اکرام الدین صاحب کے نام پر ہمارے ہاں موجود ہے۔ جس پر سب سے کتابت ۱۱۶۳ھ اور نام محمد اکرم لکھا ہوا ہے۔ جس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ زمانہ قدیم سے دور دراز کی تجارت خاندان کا مشغلہ رہا ہے۔ اور یہ بھی کہ روسا سرحد کے دلوں میں کس قدر وقعت و حرمت تھی اور وہ کس اعزاز و کرامت کے ساتھ پیش آتے تھے۔

قوم کا جی خیل کثیر تعداد میں زیارت کا نام صاحب جی میں بھی آباد ہے۔ لیکن بہت بڑی تعداد باہر بھی ہے۔ چنانچہ موضع دو بیاباں اور بازارگی تحصیل صوابی۔ سرخ ڈھیری نارنجی ضلع مردان۔ لاپچی ضلع کوہاٹ اور علاقہ تیراہ اور موضع چند گڑھی وغیرہ بہت سے مقامات میں کافی گھرانے عرصہ دراز سے سکونت پذیر ہیں۔ اس خاندان میں بہت سے اہل علم اور فضلاء و صلحاء گزر چکے ہیں۔

کاجی بابا کی قبر مبارک شہید بابا اور باز گل صاحب کے مزاروں کے درمیان اپنے والد ماجد کی قبر کے ساتھ ہی متصل موجود اور متعارف ہے۔

(۲) غوث بابا۔ ان کی اولاد خاندان بابا خیل کے نام سے مشہور ہے ان کے پانچ صاحبزادے تھے۔ عمر بابا، خاصہ بابا، آگون بابا، یونس بابا، الیاس بابا۔ ان میں سے عمر بابا کی اولاد کو زبابا خیل ہیں۔ اسی گھرانہ میں سے مولانا میاں مروان شاہ مرحوم اور اس کے بعد استاذ الاساتذہ علامہ دوران حضرت مولانا عبدالرشید صاحب مرحوم تھے۔ اور اس کے صاحبزادوں میں سے مولانا احمد اللہ

صاحب اور مولانا عبید اللہ صاحب وفات پانچکے ہیں اور استاذی المحترم مولانا محمد سید اللہ صاحب فاضل اولیٰ و پو بتا۔ یہ قید حیات ہیں۔ اور اپنے خاندان کے ان بزرگوں کی طرح تعلیم و تدریس کتب دینیہ میں مصروف رہتے ہیں۔ اطفال اللہ بقارکے اور خاصہ بابا کے چار صاحبزادوں کی اولاد ہر باخیل ہیں۔ اکون بابا کی اولاد مہری بانڈہ اور الیاس بابا کی اولاد نور شہرہ کلاں میں ہے اور یونس بابا اولاد ننھے۔

(۱۳) خان جان بابا۔ ان کے دو صاحبزادے بشیر بابا اور ظہیر بابا تھے ان کی اولاد میر کلانی میاں کلاں کے نام سے مشہور ہیں۔ اس خاندان کے بزرگ کسی زمانہ میں نقل مکانی کیے موضع میر کلان یا میر کلام علاقہ نور پور چلے گئے تھے جب وہاں سے واپس آکر پھر یہاں رہنے لگے تو میر کلان کی نسبت سے میر کلانی کہلائے۔ اب تک سب کے سب زیارت کا صاحب ہیں بودو باش رکھتے چلے آئے ہیں۔ صرف چند سال ہوئے ان میں سے رفیع اللہ میاں صاحب کی اولاد چار سارہ کے قریب جا کر اپنی مملوگہ زمین پر آباد ہوئی ہے۔ اس خاندان میں بھی نیک اور صالح لوگ گزرے ہیں مشہور خاندانوں میں سے شمار ہوتا ہے

(۱۴) سید الدین بابا۔ ان کے تین صاحبزادے تھے۔ عبید اللہ شکور۔ نبیب معروف۔ تیسرا اولاد تھا۔ نبیب کی اولاد موضع تنگی علاقہ ششغریں میں ہے عبید اللہ شکور صاحب کی اولاد زیادہ ہو گئی ہے۔ جن میں سے فقیر علی سہی اولاد زیارت کا صاحب ہیں اور کچھ تنگی اور گڑھی عثمانی خیل میں رہتے ہیں اور اسی خاندان میں برہان الدین بابا تھے۔ جس کی اولاد سرخ ڈھیری علاقہ مردان میں بہ آندا کثیر موجود ہے۔ اور آنگر بزی دور آندا ہیں ملازمتوں

اور مغربی تعلیم کے لحاظ سے انہوں نے کافی ترقی کی ہے افسوس ہے کہ ان میں اکثریت مغرب زدہ ہے اور ان میں قومی خصائص باقی نہیں رہے ہیں اس خاندان کے جو افراد زیارت کا صاحب ہیں رہے ان میں سے بہت اہل علم و فضیلت گزرے ہیں۔ مفتی میاں صاحب مرحوم اس خاندان کے مشہور و معروف عالم تھے ہمارے محترم دوست مولانا حکمت شاہ صاحب فاضل دیوبند و مولوی فاضل اسی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

(۵) اسرار گل بابا۔ ان کے چار صاحبزادے تھے فیاض بابا، محمد صلاح بابا، پہلوان بابا، عبید شاہ بابا۔ آخر الذکر لا ولد فوت ہوا۔ باقی تین حضرات سے سلسلہ اولاد چلا ہے۔ اکثر زیارت کا صاحب میں سکونت پذیر ہیں۔ فیاض بابا کی اولاد کا اکثر حصہ موضع گدر تحصیل مردان میں ہے مشہور عالم و فاضل اور استاذ الملک حضرت مولانا ملا میاں حضرت شاہ صاحب مرحوم اسی خاندان سے تھے جنہوں نے اپنے گھر سے طلبہ علوم دینیہ کے قیام و طعام کا انتظام کر کے مدتوں درس و تدریس کا مشغلہ جاری رکھا تھا۔ اور بہت سے لوگوں کو علوم دینیہ سے سیراب کیا تھا (جزاۃ اللہ تعالیٰ و نور ضریحہ)

اس خاندان کی ایک شاخ میں سے ایک صاحب نے کسی زمانہ میں نسوار کی فروخت کا کام شروع کیا تھا جس کی بنا پر عرف عام میں اب تمام خاندان کا نام نسواریاں میاں گاں مشہور ہو گیا ہے۔ اس نام میں کوئی تخریب مقصود نہیں محض تعارف کا ذریعہ ہے۔ ہمارے محترم دوست مولانا التوار الحق صاحب فاضل دیوبند اور مولانا خلیل گل صاحب مولوی فاضل اسی خاندان سے ہیں۔ اور گدر میں مولانا مقصر شاہ صاحب اسی خاندان

کے ممتاز افراد میں سے ہیں۔  
 (۶) عیاض بابا۔ ان کے دو صاحبزادے تھے۔ عزیز گل بابا۔ فیاض گل بابا۔ دوسرے لا ولد فوت ہوئے۔ صرف عزیز گل بابا سے سلسلہ اولاد و احفاد چلا ہے۔ ان کی اولاد خاندان سرشتہ میاں گال کے نام سے مشہور ہے۔ میاں محمد مبین صاحب جنہوں نے شیخ رحیمکار کا منظوم تذکرہ لکھا ہے اسی خاندان سے تھے۔ تقریباً تمام افراد خاندان زیارت کا صاحب ہی میں بستے ہیں۔ ہمارے محترم دوست مولانا التوار الحق صاحب صابر فاضل دیوبند مولوی فاضل و منشی فاضل مدرس دینیات کالجیٹ ہائی سکول پشاور کا تعلق بھی اسی خاندان سے ہے۔

(۷) النور بابا۔ ان کا ایک صاحبزادہ حسین بابا تھا۔ پھر ان کا ایک صاحبزادہ محمد بابا۔ پھر اس کے دو صاحبزادے سرور بابا اور قمبر بابا تھے۔ اور ان دونوں سے خاندان کا سلسلہ چلا ہے۔ اب تمام خاندان النور بابا کو قمبر خیل کہتے ہیں اس خاندان میں خصوصیت کے ساتھ مقدر شاہ میاں صاحب مرحوم کی اولاد بہت زیادہ ہے۔ اور انہیں کی وجہ سے یہ سارا خاندان مشہور و ممتاز اور صوبہ بھر میں شمار ہوتا ہے۔ مقدر شاہ میاں صاحب مرحوم کے صاحبزادے راحت شاہ میاں صاحب۔ امیر شاہ میاں صاحب۔ طاہر شاہ میاں صاحب اکبر شاہ میاں صاحب۔ رحیم شاہ میاں صاحب سب کے سب صاحب ثروت و جاہت علاقہ بھر اور حکومت میں یا اثر اور ہر لحاظ سے نمایاں رہے ہیں اب ان کے بعد ان کی اولاد تعداد اور مال و دولت ہر حیثیت سے بڑھ رہی ہے۔ میاں رحیم شاہ مرحوم اور اس کی اولاد نے خصوصیت کے ساتھ نام پیدا کیلئے سرحد کے موجودہ وزیر تعلیم اور پرانے مشہور قومی کارکن میاں جعفر شاہ صاحب

بھی میاں رحیم شاہ صاحب مرحوم کے فرزند ہیں۔  
 اکبر شاہ میاں صاحب مرحوم قصبہ زیارت کا صاحب کے مشہور اہل علم  
 عقید میں سے تھے۔ قوم کی قیادت و رہنمائی اور رفیاء عامہ کے کام کرتے ہیں  
 ان کے خصوصاً کا زمانے ہیں۔ اب ان کا بڑا صاحبزادہ اکرم شاہ میاں صاحب  
 جانشین مقرر ہوا ہے۔

حکمت شاہ میاں صاحب مرحوم سب سے بڑھ کر مخیر علم دوست۔ محب  
 علماء و طلبہ اور صالح و بیدار تھے۔ انہیں کی کوششوں سے ان کے صاحبزادے  
 مولانا میاں مسرت شاہ صاحب نے علوم دینیہ کی تحصیل کی اور کافی عرصہ تک اپنے  
 گھر سے طلبہ کے قیام و طعام کا انتظام کر کے ان کو علوم دینیہ پڑھاتے رہے۔  
 اور اسی طرح مولانا مسرت شاہ میاں صاحب کے بڑے صاحبزادے مولانا  
 ولایت شاہ صاحب فاضل دیوبند نے تحصیل علوم دینیہ کر کے فراغت حاصل  
 کی اور کچھ عرصہ تدریس کرتے رہے۔

مقدّر شاہ میاں صاحب کی اولاد کا اکثر و بیشتر حصہ زیارت کا صاحب  
 سے باہر نوشہرہ صدر اور علاقہ شمشاد میں سکونت پذیر ہے۔

(۸) زبیر بابا۔ ان کے دس صاحبزادے تھے۔ عنبر بابا۔ شاہ شاہ میاں  
 منور بابا۔ زیور بابا۔ شمس الدین۔ علم الدین۔ کمال۔ میر باز۔ قمر الدین۔ زبیر بابا  
 کی اولاد خاندان پیر سچ کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ اس خاندان کے  
 کچھ گھرانے شہاب خیل تحصیل پشاور میں اور بعض دوسرے مقامات میں رہتے  
 ہیں۔ لیکن اکثر زیارت کا صاحب اور اس کے متصل گاؤں و کئی میں سکونت  
 پذیر ہیں۔ ماضی قریب تک اس خاندان میں بڑے و جید و یا اثر حضرات گزرے  
 ہیں۔ اور قوم کا جی خیل کی طرح پیچھے سے ان کو بھی امتیاز می جانشین حاصل رہی ہے۔

انگریزی اقتدار کے دوران میں اسی خاندان کا تعلق حکومت کے ساتھ رہا ہے۔  
 تمبردار می اور ذبیدار می بھی اسی خاندان میں ہے۔ میاں شمس الدین مرحوم مصنف  
 تذکرہ شیخ رحکار اسی خاندان سے تھے۔ مولانا میراں جان صاحب مرحوم اسی  
 خاندان کے ایک ممتاز اور نمایاں فرد ماضی قریب میں گزرے ہیں۔ جن کے خاص  
 سیاسی کارنامے ہیں اور جو شجاعت صا وں گوئی، علم و وقار اور دوسری خصوصیات  
 اور اخلاقِ حسنہ کے حامل عالم و بزرگ تھے (رحمۃ اللہ تعالیٰ)  
 یہاں تک قیاس الدین بابا کے آنکھوں صاحبزادوں کی اولاد کا جنکو قیاس  
 خیل کہتے ہیں تذکرہ ختم ہوا۔ اب حضرت شہید بابا کے چھٹے صاحبزادے عباس الدین  
 بابا کا ذکر شروع ہوتا ہے۔

(۶) **عباس الدین بابا** ان کی اولاد خاندان عباس خیل کے نام سے  
 مشہور ہے۔ ان کے دو صاحبزادے تھے  
 جان عالم بابا اور نجم الدین بابا۔ جان عالم بابا کے تین صاحبزادے تھے۔  
 احمد شاہ، اکبر شاہ، صاحب عالم۔ ان میں سے اکبر شاہ کی اولاد نہیں اور باقی  
 دو حضرات کی اولاد موجود ہے۔ کچھ لونڈ خوڑ اور ایشورکم علاقہ خشک کوٹاٹ اور  
 چمڈیری میں اور کچھ زیارت کا صاحب ہیں۔ اور نجم الدین کے دو صاحبزادے  
 میر حمزہ اور سحاب تھے۔ اب سحاب کی اولاد موجود ہے۔

(۷) **دلدار الدین بابا** ان کے دو صاحبزادے تھے محمد مکارم بابا اور  
 محمد فییم بابا۔ اور دونوں سے اولاد کا سلسلہ چلا ہے  
 کسی زمانہ میں اس خاندان کے کچھ حضرات آفریڈیوں کے علاقہ میں جا کر کچھ عورتوں رہنے  
 لگے تھے۔ اس لئے اب سارا خاندان آفریڈی میں جا گیا ہے۔ نام سے مشہور ہو گیا  
 ہے کچھ بانڈھ اور بڈھ بیہ میں اور کچھ ناٹہ باجوڑ اور موضع بغدادہ میں اور کچھ

Handwritten text in Arabic script, consisting of approximately 10 lines. The text is mostly illegible due to fading and bleed-through from the reverse side of the page.

Handwritten text in Arabic script, consisting of approximately 10 lines. The text is mostly illegible due to fading and bleed-through from the reverse side of the page.



تاریخ شہار ربیع الثانی الف ومائۃ و سبعم واربعون  
 کتاب کے سرورق پر اس شکل کی مہر ہے <sup>ذوالرا الدین</sup> دوسرے ورق پر  
 ایک اور مہر <sup>شیخ رحمکار</sup> اس کے ساتھ ایک عبارت ہے۔ بدیں نسخہ متبرکہ  
 از دست حضرت ولی جو سرفراز شاہ اکیم و بندہ عند اللہ وقف نمودہ متولی  
 فرزند محمد اعظم۔

عام طور سے ذوالرا الدین صاحب کی ولادت کی تاریخ ۱۸ ذوالقعدہ  
 وقت چاشت روز دوشنبہ ۱۱۵۰ھ نقل کی جاتی ہے۔ مگر سندرجہ بالا عبارات  
 اور مہروں کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صحیح نہیں۔ اس کی پیدائش ۱۱۰۰ھ  
 سے تو یقیناً پہلے ہوگی۔ معلوم نہیں یہ غلطی کب سے اور کیوں لگی ہوئی ہے۔  
 یہاں تک شیخ ضیاء الدین صاحب شہید بابا کے ساتوں صاحبزادوں  
 اور ان کی اولاد کا ذکر ختم ہوا۔ اب حضرت شیخ رحمکار کے دوسرے صاحبزادے  
 محمد گل صاحب کا تذکرہ مختصر طور سے عرض کرتا ہوں۔

(۲) حضرت شیخ محمد گل صاحب <sup>پہلے گزر چکا ہے کہ غالباً سنہ ۱۰۵۰ھ</sup>  
 میں جب حضرت سیّد آدم بتوری  
 حج کے لئے تشریف لے جا رہے تھے اور حضرت شیخ رحمکار سے انکی ملاقات  
 ہوئی تو جب خانقاہ سے واپس تشریف لے جانے لگے حضرت شیخ نے صاحبزادہ  
 محمد گل صاحب کو حج کے لئے ساتھ کر دیا۔ اور اس طرح انہوں نے پہلی دفعہ  
 حج ادا کر دیا۔ پھر حضرت شیخ رحمکار کی وفات کے بعد صاحبزادہ محمد گل صاحب  
 دوبارہ حج کے لئے تشریف لے گئے۔ صاحب جمع البرکات کی روایت ہے  
 کہ حج ادا کر کے واپس آ رہے تھے کہ راستہ میں (غالباً ایران کے علاقہ میں)  
 کافروں کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ آپ نے یہ وقت وفات یہ وصیت کی

تھی کہ

مرا اگر تو اتید بہ دیار خود بریاد و بہ نزدیک حضرت ایشاں دفن کتیر۔  
 د اگر ہو سکے مجھ اپنے وطن پہنچاؤ اور اپنے والد ماجد حضرت شیخ رحمکار  
 کے مزار کے قریب دفن کر دو۔

انہی ایام میں حضرت شیخ رحمکار نے بھی خواب میں یا روحانی القار کے  
 ذریعہ حضرت شیخ دانشمند شیخ عبد الحلیم صاحب کو ارشاد فرمایا کہ ایسا  
 واقعہ پیش آیا ہے تمہارا بھائی فلاں جگہ وقات پاچکا ہے۔ آپ گھر تشریف  
 لے آئے ان کی اہلیہ کو بھی حال سنا کر واقعہ کی اطلاع دی اور پھر تیار کی کہ  
 ان کو یہاں لے آنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ بہت سے آدمیوں کو ساتھ لے گئے۔  
 اور اس مقام سے لاکر شیخ رحمکار کے مزار کے بالکل متصل ان کو دفن کر دیا اب  
 گنبد کے دروازہ سے داخل ہوتے ہی پہلی قبر جو سامنے آتی ہے وہ شیخ  
 محمد گل صاحب کی ہے۔ اور حضرت شیخ رحمکار کی قبر مبارک اس سے بہ جانب  
 مغرب اس کے ساتھ متصل واقع ہے۔ شیخ محمد گل صاحب کی اولاد میں سے  
 زیارت کا صاحب ہیں تو ایک فرد بھی نہیں بلکہ عام طور سے تو یہ مشہور ہے  
 کہ ان کی اولاد باقی نہیں رہی۔ لیکن مقامات قطیبہ کے مرتب اور ناشر میاں  
 متی اللہ صاحب مرحوم نے مقامات قطیبہ کے ضمیمہ میں لکھا ہے کہ

ایں صاحب بسیار کم اولاد دارد۔ ازیک نفر مردانہ در اولاد او زیادہ

نہ باشد و در موضع کوٹ علاقہ رانی زئی مے باشد (ص ۱۶۶)

(حضرت شیخ محمد گل صاحب کی اولاد بہت کم ہے۔ اس کی اولاد میں  
 ایک نفر مرد سے زیادہ کوئی نہیں رہتا اور وہ کوٹ علاقہ رانی زئی میں سکونت پذیر

(نہایت)

شیخ محمد گل صاحب کا ایک صاحبزادہ احمد گل صاحب تھا۔ اس کا صاحبزادہ

بہرہ مند صاحب اور اس کا زیور میاں تھا۔

شیخ تحلیل گل صاحب { معروف بہ مزرے بابا۔ آپ حضرت شیخ رحکار  
کی حیات ہی میں اس علاقہ سے لوطی علاقہ

اتمان خیل (یا غستان) کی طرف تشریف لے گئے تھے۔ اذرو پٹان رہنے لگے تھے  
یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہاں سے تشریف لے جانے کی خاص وجہ کیا تھی۔ آپ کی  
اولاد بھی اس علاقہ میں ہے۔ اور ان کی تعداد زیادہ نہیں۔ اب تری علاقہ ہشتنغر اور  
لوٹی، اور آگرہ علاقہ اتمان خیل میں چند گھرانے ہیں جو اس علاقہ میں مشہور و ممتاز  
اور ممتاز و با اثر ہیں۔

آپ کے دو صاحبزادے تھے میاں بچی صاحب اور کو صاحب۔ ثانی الزکر  
لاول تھے۔ میاں بچی صاحب کے دو صاحبزادے محمد غوث صاحب اور نور سید  
صاحب تھے اور ان سے آگے پھر سلسلہ اولاد چلا ہے۔ آپ کا مزار لوطی میں واقع

اور زیارت گاہ خلق ہے۔

شیخ الحدیث عبد الحلیم صاحب { ہمام طور پر آپ علیم گل بابا کے نام سے مشہور  
(۴) ہیں لیکن کتب مناقب میں آپ کا نام

عبد الحلیم ہی منقول ہے نیز آپ کو اکثر فرزند دانشمند کے لقب سے یاد کیا گیا ہے  
چونکہ آپ خصوصیت کے ساتھ علوم و فنون میں ماہر اور اعلیٰ درجہ کے عالم و دانش  
تھے اس لئے اس زمانہ کے علمی اصطلاح کے طور پر آپ کو دانشمند کا لقب دیا گیا

تھا۔ نیز عام طور سے آپ کو "سپین بابا" اور "صاحب ہندوستان" بھی کہا کرتے تھے  
آپ نے باقاعدہ طور سے علوم و بیہ کی تحصیل و تکمیل کی اور اس مقصد کے لئے  
آپ کافی عرصہ ہندوستان کے شہروں میں بھی رہے ہیں۔ والد ماجد کی زندگی

میں زیادہ تر آپ کا علمی مشغلہ جاری رہا۔ اور مشہور روایت یہ ہے کہ جس وقت حضرت شیخ رحمکار کی وفات ہوئی ہے اس وقت شیخ عبدالحلیم یہاں موجود نہیں تھے ہندوستان کی لاف تشریف لے گئے تھے۔ وہاں آپ کو ایک مجرب بزرگ کے ذریعے سے اس کی اطلاع ہوئی۔ اور وہاں سے روانہ ہوئے۔ اور والد ماجد کی وفات کے بعد روضہ مبارکہ پر حاضر ہو کر آپ نے طریقہ اویسی کے مطابق استفادہ کیا اور روحانی فیوض و برکات حاصل کئے۔ اس کے بعد یہاں ہی رہے۔ اور خالق خدا کو فائدہ پہنچاتے رہے۔ "مقامات قطبیہ اور مقامات قرسیہ" فارسی زبان میں آپ کی تصنیف ہے۔ جس میں حضرت شیخ رحمکار کے کچھ فضائل و مناقب اور حالات و سوانح بھی ہیں اور آپ کے مقامات و مراتب عالیہ کا متصوفانہ اصطلاحات کے مطابق ذکر بھی ہے اور اس کے ساتھ تصوف و سلوک کے مسائل بھی ہیں۔ اس کتاب میں حضرت شیخ عبدالحلیم شیخ محمد حسین اور اسکی کتاب بحر المعانی

لے مقامات قطبیہ کے مطبوعہ نسخہ میں بار بار محمد حسین ہی ذکر کیا گیا ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ محمد حسینی ہیں جن کا ذکر شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں یوں کیا ہے۔ "سید محمد بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ الملکی الحسینی از اعظم خلفاء شیخ نصیر الدین محمود است و در توحید و تفرید مقام عالی دارد۔ از افراد اولیاست۔ در آنچه او از احوال ظاہر و باطن خود نوشتہ است عقل حیران است۔ اگر اینہا بے شائبہ تاویل و صرف ظاہر مراد است پس از کمالان وقت خود است قدس اللہ سرہ اور تصنیف است مسنی بہ بحر المعانی" دروے بسیار از حقائق توحید و علوم قوم و اسرار معرفت بیان کردہ سخن را متانہ سے گوید۔ وہ دو کتاب دیگر لیکے ذائق المعانی و دیگر حقائق المعانی نیز وعدہ سے کندہ خدا داد آہنہ نیز تصنیف یافتہ اندیانی۔ و اور تصنیفات دیگر نیز است۔ رسالہ دارد در بیان روح۔ و رسالہ ایست مسنی بہ پنج نکات و بحر الانساب کہ در آنجا بیان (باقی آگے صفحہ)

کا نہایت کثرت کے ساتھ حوالے دیتے اور اس کے صوفیانہ مسائل کا ذکر کرتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ نے اس کتاب کو بہت زیادہ زیر مطالعہ رکھا ہے۔ اور اس کے مضامین سے خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں تصوف کی دوسری کتابوں مثلاً شاہ شرف الدین منیری کے مکتوبات۔ رسالہ قشیرہ۔ عوارف المعارف۔ احیاء العلوم اور مختلف رسائل صوفیہ کرام اور صحاح سنہ کے حوالوں سے مختلف مسائل ذکر کئے ہیں۔ یہ کتاب عرصہ تک قلمی رہی ہے۔ ۱۳۱۸ھ میں ابو اسد اللہ میاں مہتد اللہ مرحوم کا کانپور لے جو حضرت شیخ عبدالرحیم کی اولاد میں سے تھے پہلی دفعہ اس کو طبع کر کے شائع کیا ہے۔ عوام اس سے کما حقہ استفادہ نہیں کر سکتے۔ کچھ تو مسائل دقیق اور علمی ہیں اور زیادہ تر تصوف کی خاص اصطلاحات سے تعلق رکھنے والے ہیں اور کچھ اس کی تصحیح بھی پورے طور سے نہیں کی گئی ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ میاں صاحب موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے اس کی ہمت و برکت سے یہ علمی یادگار محفوظ ہوگی۔ ورنہ ہماری قوم کی غفلت و بے توجہی اور کتابوں کے بارے میں بخل و منع للخیر کی عادت کی وجہ سے سنیوں کی دوسری علمی اور مفید کتابوں کی طرح یہ بھی ضائع و برباد ہو جاتی اور کسی طاق زبان میں مٹی کے ڈھیر میں پڑی پڑی کپڑوں کی خوراک ہو جاتی۔

(بقیہ سابقہ صفحہ) نسب اہل بیت رسالت کردہ است۔ و نسبت آبا و اجداد خود را نسبت نمودہ۔ و سے کثیر الدعوی است۔ و از آنچہ از احوال خود بیان کردہ است بمحقق مے شود کہ دعویٰ او حق است۔ عمر و راز یافتہ بود از زمان سلطان محمد تغلق تا زمان سلطان بہلول و رجیات بود۔ سن شریفش از حد تجاوز بود۔ آبا و اجداد او از شرفاء مکہ آتے۔ بعد از آن بہ دہلی آمارہ و در سرستہ اقامت کردہ۔ الحال مقام او در ہماں شہر است۔ (اخبار الاخیار ص ۱۳۶)

اور اب ہمیں اس سے استفادہ کا موقع نہ ملتا۔

مجھے تحقیق کے ساتھ معلوم نہ ہو سکا کہ شیخ عبدالحلیم کی وفات کب ہوئی۔ اور کیسے ہوئی۔ ان کا مدفن زیارت کا صاحب میں حضرت شیخ رحمکار اور دوسرے بھائیوں بھتیجیوں کی قبروں سے علیحدہ بجانب جنوب مغرب تھوڑے سے فاصلہ پر واقع ہے۔ جس کے اوپر چھت بھی ہے۔ یعنی قبر مبارک ایک کوٹھہ کے اندر واقع ہے۔ اور اس کے ساتھ چند قبریں اور بھی ہیں۔ اور ہاں بہت بڑا قبرستان ہے۔ جس کے ارد گرد چار دیواری ہے۔ جن لوگوں پر جنات کا اثر ہوتا ہے۔ تو ایسے آسید زدہ لوگ عموماً قبر مبارک کے پاس لائے جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کی برکت و کرامت کے طفیل ان مرصیوں کو شفا یاب کر دیتا ہے۔ اور ان کی تکلیف دور ہو جایا کرتی ہے۔

آپ کے پانچ صاحبزادے تھے۔ (۱) افضل بابا (۲) گل حسن بابا (۳) فخر الدین بابا (۴) غنی دل بابا (۵) رحمت شاہ بابا

(۱) افضل بابا کی اولاد میں سے کوزخیل میانگان محلہ ستخ سر میں (۲) گل حسن بابا کے صاحبزادے میر گل صاحب تھے۔ (۳) فخر الدین بابا کے چار صاحبزادے تھے۔ (۴) عظمت اللہ بابا جس کی اولاد موضع تنگی اور کٹی مینہ میں ہے۔ (۵) محمد شاہ بابا جس کی ساری اولاد موضع زاخیل تحصیل نوشہرہ میں ہے۔ (۶) عصام الدین بابا جس کی اولاد خیبر میں ہے (۷) شیخ جنید صاحب۔

(۸) غنی دل صاحب کے چار صاحبزادے تھے (۱) شیخ دلیر صاحب (۲) قتلان صاحب (۳) حاجی گل صاحب (۴) عبد الجلال صاحب۔ آخر الذکر دونو حضرات لا ولد انتقال فرما چکے ہیں۔ دلیر صاحب کی اولاد میں سے نصر من اللہ میاں صاحب مرحوم اور حکیم لطف من اللہ میاں صاحب کا خاندان اور ہشتنغر کے میانگان کوزخیل میں۔ میاں مہت اللہ صاحب مرحوم طابع و ناشر مقامات قطبیہ بھی

اسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے اس نے خود اپنا نسب نامہ یوں لکھا ہے  
 مہتہ اللہ بن عطاء اللہ بن حبیب اللہ بن شیخ دلیر صاحب بن شیخ غنی دل  
 صاحب۔ ضلع ہزارہ کے علاقہ پکھلی پلے بھی اس خاندان کے کافی افراد عرصہ سے  
 آباد ہیں۔

(۲) قتلان صاحب کے دو صاحبزادے تھے (۱) عمر صاحب جو لا اولد فوت ہوئے  
 (۲) عبدالستار صاحب جس کے دو صاحبزادے تھے (۱) غابد گل (۲) واجد گل۔ ان میں  
 سے غابد گل صاحب کی اولاد میں اب صرف ڈرغاند گل میاں صاحب اور اس  
 کا فرزند ارجمند و بابت گل ہیں۔ واجد گل صاحب کے صاحبزادے فواد گل میاں  
 صاحب مرحوم المتوفی ۱۰ محرم ۱۳۱۵ھ تھے جس کے چار صاحبزادے تھے (۱) حلیم گل  
 میاں صاحب مرحوم المتوفی ۱۶ ذوالحجہ ۱۳۲۵ھ (۲) سمیع گل میاں صاحب مرحوم  
 محمد شاہد عرف شاہد گل میاں صاحب مرحوم المتوفی ۶ شوال ۱۳۴۳ھ (۳) زاہد گل  
 میاں صاحب۔

حلیم گل میاں صاحب مرحوم کے صاحبزادے محترم حمیم گل میاں صاحب  
 موجود ہیں جن کے پانچ صاحبزادے ہیں (۱) مولانا نسیم الحق صاحب فاضل دیوبند  
 مولوی فاضل (۲) مولانا تقییم الحق صاحب فاضل دیوبند مولوی فاضل  
 منشی فاضل وغیرہ (۳) تنظیم الحق (۴) نکریم الحق (۵) تنعم الحق۔ سمیع گل میاں صاحب  
 مرحوم کے دو صاحبزادے تھے (۱) رافع گل میاں صاحب مرحوم جس کی نرسیہ اولاد نہ  
 تھی (۲) فرید گل میاں صاحب مرحوم جس کا فرزند شاہد شاہد موجود ہے۔

محمد شاہد عرف شاہد گل میاں صاحب مرحوم کے سات صاحبزادے ہیں۔  
 (۱) شافع گل میاں صاحب جس کے صاحبزادے ہمارے محترم دوست  
 مولانا محمد ظفر صاحب فاضل دیوبند مولوی فاضل ہیں (۲) حضرت مولانا

محمد عزیز گل صاحب جو حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب قدس اللہ  
سرفہ العزیز کے نسیب رشید خادم خاص اور ان کے ساتھ اسیر بالٹا رہے ہیں۔ (۳)  
صمیم گل میاں صاحب مرحوم جو لا ولد فوت ہو چکے ہیں (۴) استاذنا و محمد و منا  
المحترم حضرت مولانا عبدالحق صاحب نافع و امت فیوضہم و اطلال اللہ بقارہم سابق  
استاذ دارالعلوم دیوبند (۵) ضیاء الحق میاں صاحب (۶) انوار الحق میاں صاحب  
(۷) شمس الحق ذت شدہ۔

حضرت شیخ عبدالحق کے پانچویں صاحبزادے رحمت شاہ صاحب کی اولاد  
میاں گان آگرہ چار سہ ہیں۔ حضرت شیخ عبدالحق صاحب کی تمام اولاد کو کوزخیل  
میانگماں کہا کرتے ہیں۔ قوم کا کانیخیل کے دوسرے خاندانوں کے افراد اس تمام  
خاندان کو سابقہ روایات اور سلف کے واقعات کی بنا پر زیادہ پاکیزہ اور نیک  
سمجھتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ اس خاندان میں بہت سے بزرگ اور صلحا و  
اتقیاء گزرے ہیں اور ان کی دعا و باریہ دعا مقبول اور تعویذ مؤثر ہوتے ہیں۔

ہم نے اجمالاً حضرت شیخ رحکار کی اولاد و احفاد اور مختلف خاندانوں کا ذکر  
کر دیا۔ اولاد کی اکثریت تو اہل مرکزی مقام زیارت کا صاحب میں آباد ہے۔  
لیکن اس کے علاوہ صوبہ سرحد کے مختلف علاقوں میں بھی کثرت کے ساتھ موجود ہے  
اور خصوصاً ضلع پشاور ضلع مردان اور ملحقہ علاقوں کے بارے میں اگر کہا جائے  
کہ کوئی بڑا قصبہ اور مشہور گاؤں ایسا کوئی نہ ہوگا جس میں قوم کا کانیخیل کے کچھ افراد  
نہ بستے ہوں تو شاید کہ مبالغہ نہ ہوگا لیکن جو خاندان بہت پہلے زمانہ میں باہر  
چلے گئے ہیں اور اب زیارت کا صاحب کے ساتھ ان کے آمد و رفت اور رشتہ  
داروں کے تعلقات نہیں رہے ہیں تو عام طور سے ان کے متعلق علم بھی نہیں  
ہوتا کہ یہ بھی قوم کا کانیخیل میں سے ہے چنانچہ ان میں سے ایک علمی خاندان کا



بطور مثال ذکر کرتا ہوں۔

شیخ عبد الحکیم کے صاحبزادے افضل بابا کے صاحبزادوں میں سے ایک صاحب عمر شاہ صاحب بھی تھے انہوں نے خاندانی روایات کے مطابق تحصیل علوم دینیہ کے لئے پوری کوشش کی اور کئی مقامات پر جا کر علمائے دین سے استفادہ کیا۔ طلب علم دین کے آخری مراحل انہوں نے علاقہ صوات میں طے فرما کر علاقہ غیر کے راستہ سے علاقہ اگرد میں وارد ہوئے۔ اس وقت علاقہ اگرد کے صواتی اقوام میں تقسیم جائیداد ہونے والی تھی قاعدہ کے مطابق یہ لوگ کسی مذہبی اور دینی معزز عالم کو یہ آپس کا قضیہ فیصلہ کے لئے سپرد کرتے تھے۔ حضرت مولانا عمر شاہ صاحب علوم ظاہریہ کے جید و مستند عالم ہونے کے ساتھ ساتھ علم باطن میں بھی کامل تھے۔ ویسے تو بڑے بڑے عالم و فاضل موجود تھے لیکن شیخ الشیوخ حضرت شیخ رحمکار کا صاحب کی اولاد کے سوا یہ مشکل و دشوار کام کوئی بھی سرانجام نہ دے سکتا تھا۔ آخر کار تمام اقوام صواتی نے یہ اتفاق حضرت عمر شاہ صاحب کو منتخب کیا حضرت نے کمال ظاہری و باطنی اور عقل خدا داد سے اس کام کو بہ حسن و خوبی نہایت بہترین طرز و انداز کے ساتھ سرانجام فرمایا۔ کسی کو کسی قسم کی شکایت نہ رہی۔ حضرت کے بے انتہا فیوضات دیکھ کر لوگ اس چشمہ رحمت کو یہاں سے دور رہنا پسند نہ کرتے تھے۔ اور تمام قوم نے آپ کو اس علاقہ میں رہنے بسنے پر مجبور کر دیا۔ اور سب نے یہ اتفاق تین گاؤں بہ طور ہا یہ خدمت میں پیش کئے۔ حضرت صاحب ان کی درخواست مان گئے وہیں شادی کی اور رہنے لگے۔ آپ کے تین صاحبزادے (۱) حضرت شاہ معظم صاحب (۲) حضرت شاہ مکرم صاحب (۳) حضرت شاہ محتشم صاحب یہیں پیدا ہوئے۔ حضرت صاحب کے انتقال کے بعد تینوں گاؤں تینوں بھائیوں نے باہم تقسیم کئے۔ حضرت مولانا معظم شاہ صاحب کو تراوڑہ۔ مولانا

مختتم شاہ صاحب کو بیلپا اور مولانا مکرم شاہ صاحب کو قلدہ گئے بالترتیب حصہ میں آئے۔ مولانا مختتم شاہ صاحب لا ولد فوت ہو چکے ہیں۔ اور مولانا مکرم صاحب کی اولاد پیا ہوئی جن کا آخری پسماندہ اب مولانا کلیم اللہ اور لطیف اللہ صاحب اور احسان اللہ صاحب ہیں۔ اور مقام تراوڑہ میں مولانا منظم شاہ کی وجہ سے علم کی رونق و بہار رہی اور جس کی نزہت و خوشبو اب تک باقی ہے۔ اس خاندان میں اب تک علمی دوسہئے۔ کہتے ہیں کہ اس خاندان کے علماء و فضلا سے اخذ و استفادہ علوم دین کے لئے ۴۰-۴۰ طلبہ ہمیشہ بہ یک وقت حاضر رہتے تھے اور دور دور سے لوگ آ کر ظاہری اور باطنی فیوضات حاصل کرتے تھے۔ ان کے صاحبزادے مولانا شیخ عبدالحق صاحب اور پھر ان کے فرزند عبید اللہ شاہ صاحب مشہور زمانہ عالم و عارف گزرے ہیں۔ جن کے علم و فضل اور ولایت و کرامت کے تذکرے علاقہ میں مشہور و زبان زد ہیں۔ پھر مولانا لطیف اللہ صاحب کے صاحبزادے ابو العلوم مولانا شاہ حنیف اللہ صاحب مرحوم و مغفور کے علوم سے سارا علاقہ روشن و منور ہو گیا تھا ان کے تلامذہ کثرت کے ساتھ اطراف و اکناف میں پھیلے ہوئے ہیں اب ان کی اولاد میں سے مولانا قاضی وہاب گل صاحب اور سید محمد ثناء اللہ شاہ ندیم امداد اللہ شاہ فصیح اللہ اور مختار اللہ باقی ہیں۔ اس خاندان کے موجودہ چشم و چراغ اور صاحب فضیلت بزرگ مولانا قاضی وہاب گل صاحب ہیں۔

۱۷ اس خاندان کے متعلق مندرجہ بالا معلومات مجھے اس خاندان کے صاحب علم فرد مولانا سید ثناء اللہ شاہ صاحب ندیم دارالجال خطیب جامع مسجد عید کلانہ مارکیٹ لاہور نے مہیا فرمائے ہیں۔ میں اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ تراوڑہ میں اس خاندان کی موجودہ حبا امداد زرخیز ہے۔

اس طرح قوم کا کاخیل کے اور بہت سے ایسے خاندان صوبہ کے طول و عرض میں موجود ہیں جن کا تدارف عام طور سے حاصل نہیں۔ الغرض حضرت شیخ رحمکار کی اولاد کثرت کے ساتھ پھیل گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جس خطہ ملک میں قوم کا کاخیل کے افراد موجود ہوتے ہیں ممتاز و نمایاں حیثیت حاصل کرتے ہیں اور یہ سب درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت شیخ المشائخ شیخ رحمکار کا اعزاز و اکرام ہے والہ مرحوم نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا تھا کہ مجھ سے اگر کوئی پوچھے کہ حضرت کا صاحب کی سب سے بڑی کرامت کیا ہے تو میں جواب میں یہی کہوں گا کہ اس سے بڑھ کر نمایاں کرامت اور کیا ہوگی کہ مین سو سال گزرنے کے بعد اس گئے گزرے زمانہ میں اور روحانیت سے خالی ماحول میں بھی بہت سی کمزوریوں اور خامیوں کے باوجود اس کی اولاد کو وہ مقام و مرتبت حاصل ہے جو کسی دوسرے خاندان کو نہیں ہے

گرچہ خوردیم نسبتے ست بزرگ      ذرہ آفتاب تا با یم

چنانچہ یہ آفتاب نصف النہار کی طرح ایک واضح اور روشن حقیقت ہے کہ صوبہ سرحد و افغانستان اور دوسرے ملحقہ علاقوں میں سادات کرام کے جس قدر دوسرے خاندان موجود ہیں ان سب سے بڑھ کر بالکل نمایاں طور پر اللہ تعالیٰ نے سادات کے اس خاندان کو خصوصی عزت و شرف کا مقام عطا فرمایا ہے اور لوگوں کے تلوپ کو ان کے اعزاز و اکرام کے لئے مستخر کیا ہے اور زمانہ قدیم سے مذہبی، روحانی، سیاسی ہر لحاظ سے اس خاندان کے افراد کو ایک مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے گذشتہ ہر دور میں صاحب نسبت اولیاء اللہ اور اصحاب تصوف و سلوک مستجاب الدعوات بزرگ بھی کثرت کے ساتھ اس قوم میں گزر چکے ہیں اور اب بھی شاید کہ یہ بیشیہ کسی پلنگِ خفت سے خالی نہ ہو۔

علوم دینیہ کے ماہر اچھے اچھے مستند جید اور فاضل علماء کرام بھی اس قوم

میں سے ہر دور میں موجود رہے ہیں۔ جنہوں نے تمام علاقہ کو علوم قرآن و حدیث اور فقہ و اصول اور فتویٰ عربیہ کی تعلیم و تدریس سے سیراب و فیضیاب کر دیا تھا۔ اور اب بھی کافی تعداد میں ایسے فضلاء اردو پو بند حضرات علماء کرام موجود ہیں جن کی علمی حیثیت ہندوستان و پاکستان اور ملحقہ علاقوں میں مسلم و نمایاں ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد عزیز گل صاحب دامت فیوضہم تلمیذ رشید حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت مولانا عبدالحق صاحب نافع زید مجاہد سابق استاذ دارالعلوم دیوبند اسی درجہ و رتبہ کے دو نمایاں اور مشہور و متعارف بزرگ ہیں اور جن کے وجود پر قوم بجا طور سے فخر و ناز کر سکتی ہے۔ اسی طرح ہمیشہ سے فارسی اور پشتو کے بہترین انشاء پرداز شعرا ادبا اور مصنفین کتب بھی اس قوم میں موجود رہے ہیں۔ نیز اچھے اچھے ممتاز و شہرہ آفاق طبیب بھی ہمیشہ سے رہے ہیں۔

سیاسی حیثیت سے بھی زمانہ قدیم سے قوم کا کاخیل کی خاص اہمیت و وقعت ہے۔ سرحد کی تمام ریاستوں مثلاً چترال، دیر، صوات اٹک اور طبری وغیرہ کے نوابوں اور حاکموں کے عزل و نصب اور وہاں کے سیاسی معاملات کو سلجھانے میں ہمیشہ سے اس قوم کے افراد کے مشوروں، صوابدید اور جدوجہد کا خاص حصہ رہا ہے۔ اور ماضی قریب تک حالت یہ تھی کہ ان ریاستوں کا ہر نیا نواب ریاست کی گدی نشینی کی دستار بندی یہاں زیارت کا صاحب میں آکر اس قوم کے بزرگوں کے ہاتھوں کرایا کرتا تھا۔ اور یہاں سے اجازت اور دعا حاصل کرنے کے بعد جا کر پھر اپنی ریاست کا انتظام سنبھال لیا کرتا تھا۔ والیان ریاست ہر معاملہ میں قوم کا کاخیل کا خاص لحاظ کیا کرتے تھے ان کے علاوہ تمام سرحدی قبائل آفریدی مہمند وغیرہ اپنے تمام انفرادی اور اجتماعی معاملات

اسی قوم کے فیصلوں اور مشوروں کے مطابق اب تک طے کیا کرتے ہیں اور وہ کسی کا کاخیل کے فیصلہ کی خلاف ورزی کو اپنے لئے وبالِ جان اور موجبِ ہلاکت و تباہی سمجھتے ہیں اور اسی عقیدت و احترام کا اثر ہے کہ ان کے نہایت نازک اور پیچیدہ لائیکل سیاسی قضیے قوم کا کاخیل کے عام افراد میں سے ایک فرد کے ذریعہ بہ آسانی سلجھ جاتے ہیں اور ہر شخص اپنی آپ کو مجبور پاتا ہے کہ وہ فیصلہ مان کر سر تسلیم خم کرے۔

گذشتہ دور میں آپس کی خانہ جنگیوں اور تقسیم جائیداد کے تنازعوں میں کا کاخیل کے فیصلوں کو آخری فیصلہ قرار دیا جاتا تھا اور عموماً اسی سلسلہ میں لوگوں نے ان بزرگوں کو زمینیں اور جائیدادیں بصد خوشی پیش کی ہیں اور وہ اس کو اپنے لئے ذریعہ سعادت سمجھتے تھے۔ کہ کوئی کا کاخیل ان کے ہدیہ کو قبول کرنے کی مہربانی فرمائے۔ افغانوں کے بڑے بڑے خانانوں نے بلکہ والیان ریاست تک نے اس بات کو اپنے لئے سرمایہ فخر و سعادت سمجھا کہ ان کی صاحبزادیاں قوم کا کاخیل کے خیالہ عقد نکاح میں آجائیں اور وہ حضرت شیخ رحیمکار کی بہو کہلائی جائیں اور ان کو کسی کا کاخیل کے خسر ہونے کا شرف حاصل ہو۔ چنانچہ سرحد کے بڑے بڑے خواتین اور نوابوں کے ساتھ اس قوم کا رشتہ اور تعلق مصاہرت اب تک ہے قوم کا کاخیل نے ہمیشہ سے اکثر و بیشتر تجارت میں ترقی کی ہے۔ کوہستان اسین اور کوہستان باجوڑ وغیرہ سے دریاؤں کے ذریعہ عمارتی لکڑی کی تجارت اور افغانستان سے خشک و تر میوہ کی تجارت اور چترال اور دوسری ریاستوں کے ساتھ درآمد و برآمد مال تجارت کا کاروبار تو صرف قوم کا کاخیل کا خصوصی اور بلا شرکت غیرے کام رہا ہے۔ اور ان دور دراز دشوار گزار اور غیر محفوظ مقامات کی تجارت قوم کا کاخیل کے سوا کسی اور کا کام ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ نہ کسی میں اتنی

جرات و ہمت تھی۔ نہ کسی اور کی اتنی وجاہت و وقعت۔ ان بڑی بڑی اہم تجارتوں کے علاوہ اور بھی مختلف قسم کی تجارتیں قوم کا اصلی خاندانی پیشہ ہے۔ کچھ لوگ نجی ملازمتیں بھی کرتے رہے ہیں اور بعض کا گزارہ اپنی جائیدادوں اور زمینوں پر رہا ہے اور آخر میں بہت ہی قلیل طبقہ ان چند افراد کا رہ جاتا ہے جن کو مخلص مریدین و معتقدین نے مخلصانہ ہدایا و تحائف اور فتوحات کے ذریعہ کسی اور کام میں مصروف رہنے سے مستثنیٰ کر دیا تھا اور وہ اس پر تانچ ہو کر قدر کفایت پر گزارا کر رہے تھے۔ اور اب آہستہ آہستہ اس کو بھی ترک کرنے کا جذبہ پیدا ہو رہا ہے۔

تحریک آزادی وطن کے سلسلہ میں بھی تناسب آبادی کے لحاظ سے قوم کا کاجیل نے سب سے زیادہ اور خاص حصہ لیا ہے۔ اپنے استاد محترم حضرت مولانا شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ کی سعیت و رفاقت میں حضرت مولانا محمد عزیز گل صاحب نے جو کارنامے سرانجام دئے ہیں ان کی ایک طویل تاریخ ہے۔ اور پھر حضرت کے ساتھ پانچ سال تک جزیرہ مالٹا کی اسارت ایک بے نظیر خدمت مذہب و ملت ہے ان کے علاوہ کاجیل کے سیاسی کارکنوں میں سے خاص کر مجاہد ملت فخر قوم میاں حمید گل صاحب مرحوم اور میاں جعفر شاہ صاحب نے جو بلوچی اور ملی خدمات سرانجام دئے اور مال و متاع کی قربانی دے کر آزادی کی تحریک میں شہداء اور نمایاں حصہ لیا تھا وہ کتابات کی روشن دلیل ہے کہ اس قوم کے افراد میں سیاسی سوجھ بوجھ اجرات و بے باکی، ایثار و قربانی کا مادہ اور خدمت ملک و ملت کا جذبہ بہ درجہ انتہا موجود ہے۔ آزادی ملک اور قیام پاکستان کے بعد اب موجودہ دور میں بھی سرحد کے سیاسیات میں اس خاندان کو خصوصی اہمیت اور حیثیت حاصل ہے چنانچہ میاں جعفر شاہ صاحب جو ڈاکٹر خان صاحب کے دور وزارت میں پارلیمنٹری سیکرٹری اور مشیر خاص رہے ہیں۔ اس کے بعد مسلم لیگ کی وزارت میں وزیر تعلیم مقرر کئے گئے اور تاحال وزیر تعلیم ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ گونا گوں حیثیات سے قوم کا کما جیل کو اللہ تعالیٰ نے اپنے انعامات اور خصوصی امتیازات سے نوازا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ محسوس و خلاق بھی ہے اور بے اندیشیوں کی "برکنہ ہاؤ" نہ نکھیں خواہ مخواہ اس کے عیب و نقائص کی تلاش میں لگی رہتی ہیں۔ اور بہت سے "شپرک" اس چشمہ آفتاب کے نور و تابانی سے انکار کرنے کا مشغلہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ اس قوم کے خلاف چند جاہل پسند عاصروں کا اراجیف و اکاذیب پھیلانا اور اس کی عزت و وقار کو کم کرنے کی کوشش کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ

گل است و سدھی و در چشم و شمنال فار است

اور یہ بالکل صحیح کہا گیا ہے کہ

وَإِذَا آتَيْتُكَ مِنْ تَمَتِّي مِنْ نَاقِصٍ فَهِيَ الشَّهَادَةُ لِي بِأَنِّي كَامِلٌ

یعنی جب کسی ناقص شخص کی طرف سے مجھے میری مذمت و برائی پہنچے تو یہ اس بات

کی گواہی ہے کہ حقیقت میں میں کامل ہوں۔

اللہ تعالیٰ تعالیٰ و تفاخر سے بچائے۔ یہ چند کلمات بے اختیار زبانِ قلم سے نکل

پڑے اور چند "کوئہ استینوں" کی "دراز و ستیوں" اور چاند پر ٹھوکتے دالوں کی جرات بے جہلے بالآخر مجبور کر دیا کہ میں اس پیرا پر بیان میں کچھ اظہارِ حقیقت کر جاؤں ورنہ طبعاً دل کو ہرگز یہ گوارا نہ تھا کیونکہ اپنا مسلک تو یہ ہے کہ ایسے موقعوں پر عموماً "جاہلوں" کے مقابلہ میں سلاماً کہنا اور "اذا هردوا باللغو مسروا لکراما کا طریقہ اختیار کرنے والے حضرات کی پیروی کرنا زیادہ مفید و مناسب ہے۔

نیز یہ بھی سائنس عرض کروں کہ میں نے اپنی قوم کے متعلق اجمالی اشارات ہیں جو کچھ ذکر کر دیا ہے اس سے مقصد خرد و سیادت اور سمجھ بوجھ کے نیت بہ ضرورت نعرہ باند کرنا نہیں چاہتا۔ واللہ تعالیٰ اس جانب نیت سے ہمیشہ محفوظ رکھے بلکہ

محض یہ چیز پیش نظر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور عطا کردہ وہی فضیلتوں کا ذکر  
 خود نیا للنعمة ہو جائے اور ساتھ ہی ان انعامات الہیہ کو ذکر کے میں اپنی قوم کو وہ  
 کچھ یاد دلاؤں جو اللہ تعالیٰ نے قریش کو مرحلت التثناء والصیفة کے انعامات  
 یاد دلا کر ارشاد فرمایا ہے فلیعبدوا رب هذا البيت الذی اطعمہم من  
 جوع وامنہم من خوف ان انعامات الہیہ کی بنا پر قریش کو چاہیے کہ اس  
 بیت اللہ کعبہ کے پروردگار کی بندگی کیا کریں جس نے انکو بھوک سے کھانا دیا اور خوف  
 سے امن و امان دیا۔ یعنی اپنے محترم برادران قوم کو یہ عرض کر دوں کہ وہ ان  
 انعامات خداوندی کا عملی شکر یہ ضرور ادا کیا کریں اور اپنے اکابر و اسلاف کے  
 نقش قدم پر چلتے اور شریعت مطہرہ کے صراط مستقیم پر گامزن ہونے کی جا  
 جہد جاری رکھیں اور میں یہ توجہ دلاؤں کہ جس مرد یا خدا اور قطب دوران  
 انتساب اور اس کی سند سے تین سو سال سے متواتر ہم بے شمار فوائد حاصل کر رہے  
 ہیں اس نے جس طرح اپنی زندگی گزارا ہے ہم کو بھی اسی پنج پر زندگی گزار  
 چاہیے۔ خدا کرے کہ میری یہ کوشش کامیاب ہو جائے اور اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے  
 "بنو خاص" کی برکت و وسیلہ سے ہم سب کو اس ابدی زندگی کی عزت و وجاہت  
 اور میدان حشر کی سرخروئی و سربلندی نصیب فرمائے۔ کہ اصل زندگی اور ہمیشہ  
 رہنے بسنے کا حقیقی ٹھکانا تو وہ عالم باقی ہے۔ وَاِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ



## شجرۂ اولاد حضرت شیخ رحمکار رحمہ اللہ تعالیٰ

یہاں پر حضرت شیخ رحمکارؒ کے چاروں صاحبزادوں اور پھر ان کی اولاد کا شجرہ درج کیا جاتا ہے۔ ہر صفحہ میں کچھ جگہ اس عرض کے لئے خالی چھوڑ دی گئی ہے تاکہ اس خاندان کے جو افراد اپنے شجرہ نسب کو اس خاندان کے بڑے بزرگ تک پہنچانا چاہے تو وہ اپنے قلم سے لکھ کر اوپر تک اپنا سلسلہ نسب مربوط کرے۔

سیاح الدین کا کا خیل

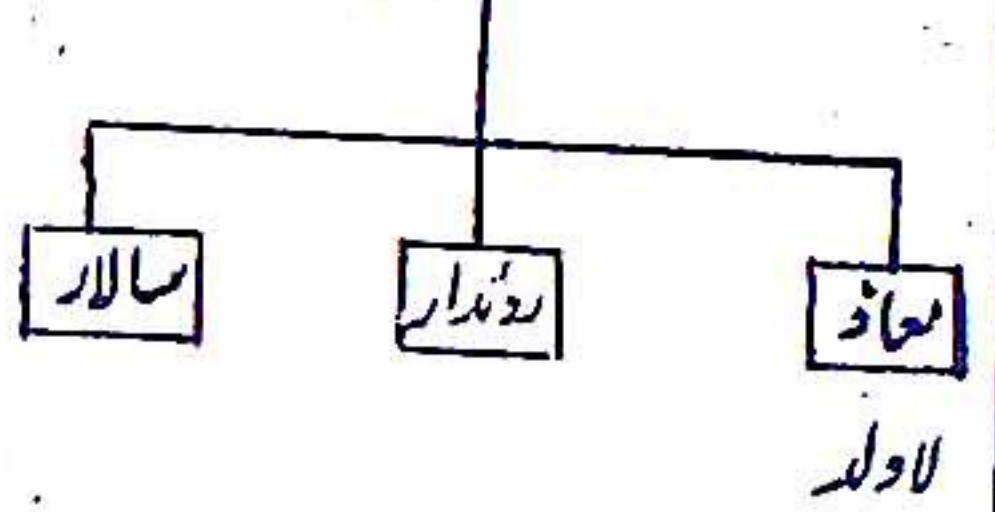
# ذکر اولاد شیخ ضیاء الدین شمس الدین بابا

۱	بخت الدین بابا	
۲	شکر گل بابا	صفحه ۱۴۹
۳	برهان گل بابا	صفحه ۱۴۹
۴	باز گل بابا	صفحه ۱۴۹
۵	قیاس الدین بابا	صفحه ۱۸۰
۶	عیاس الدین بابا	صفحه ۱۸۴
۷	دلدار الدین بابا	صفحه ۱۸۴
۸	دیندار	لاول
۹	خیر الدین	لاول
۱۰	انوار الدین	لاول
۱۱	صفر الدین	لاول
۱۲	قطب الدین	
۱۳	بهاء الدین	
۱۴	سعد الدین	
۱۵	نظام الدین	
۱۶	کرم الدین	
۱۷	شاه الدین	لاول
۱۸	مشرق الدین	لاول

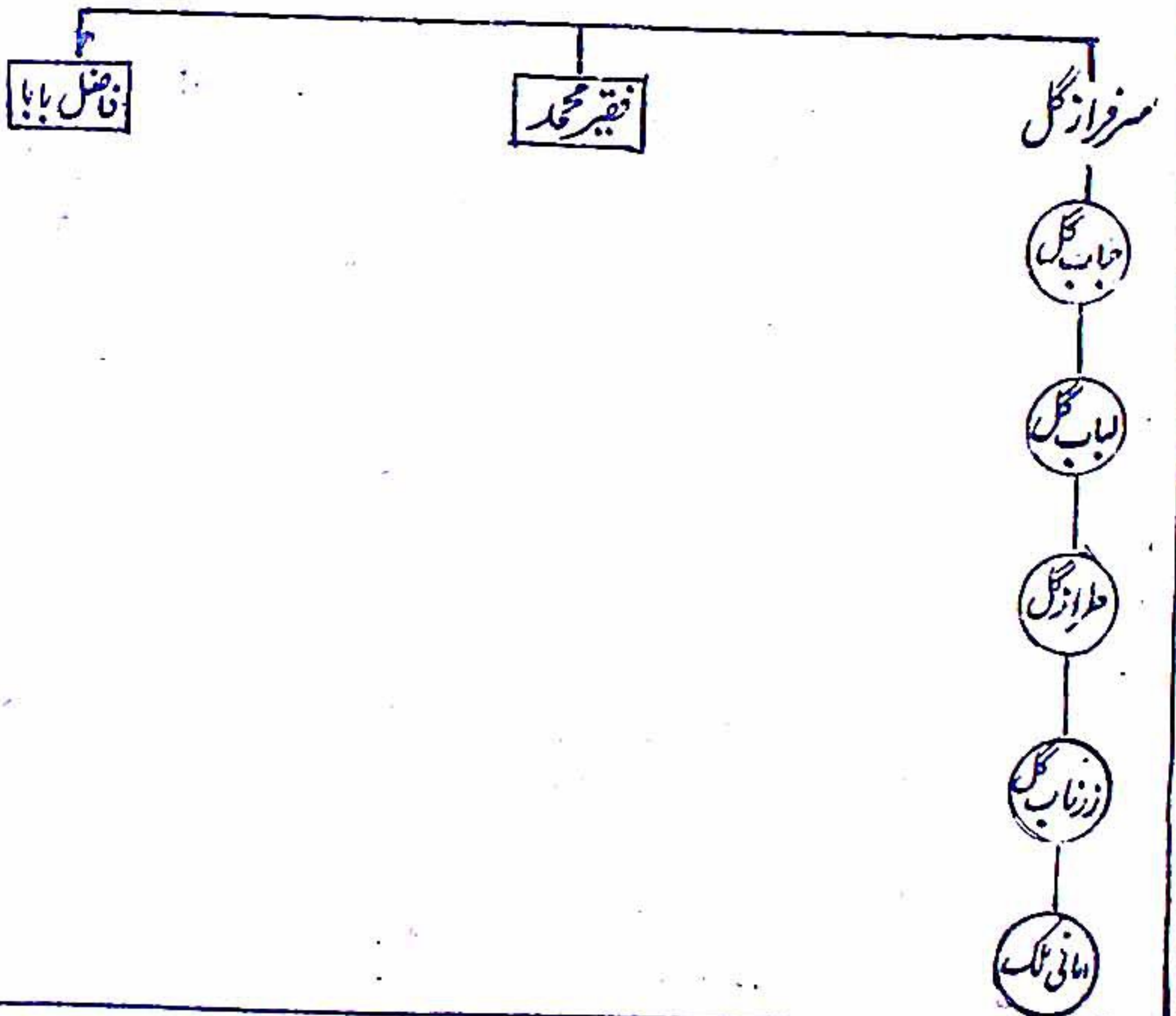
برهان گل بابا



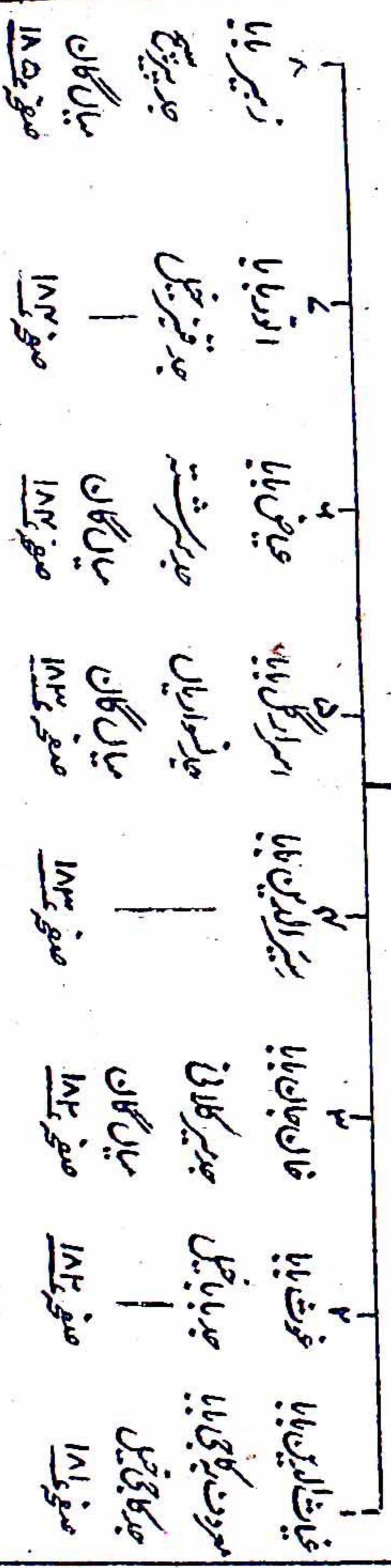
شکور گل بابا



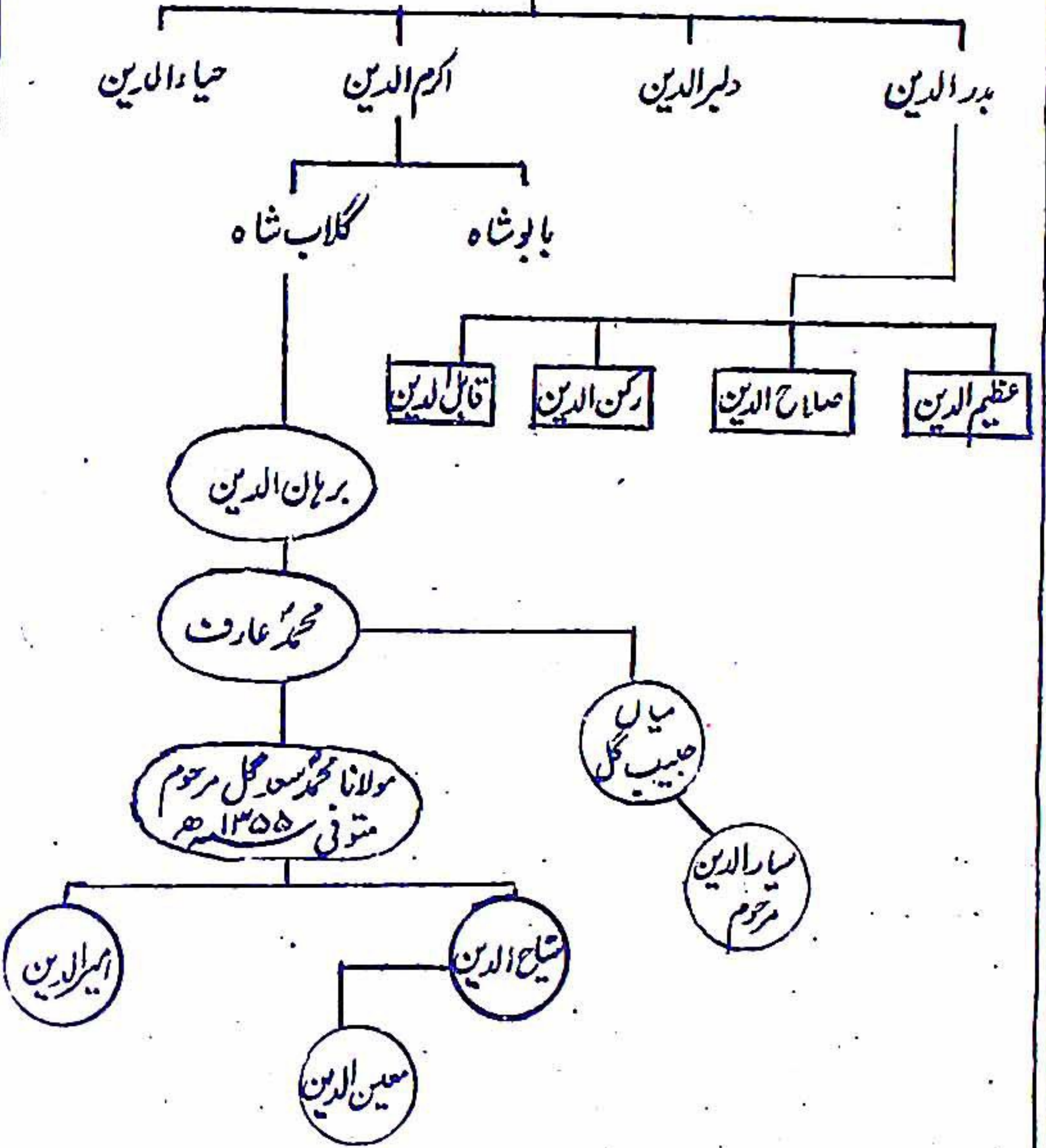
بزرگ گل بابا



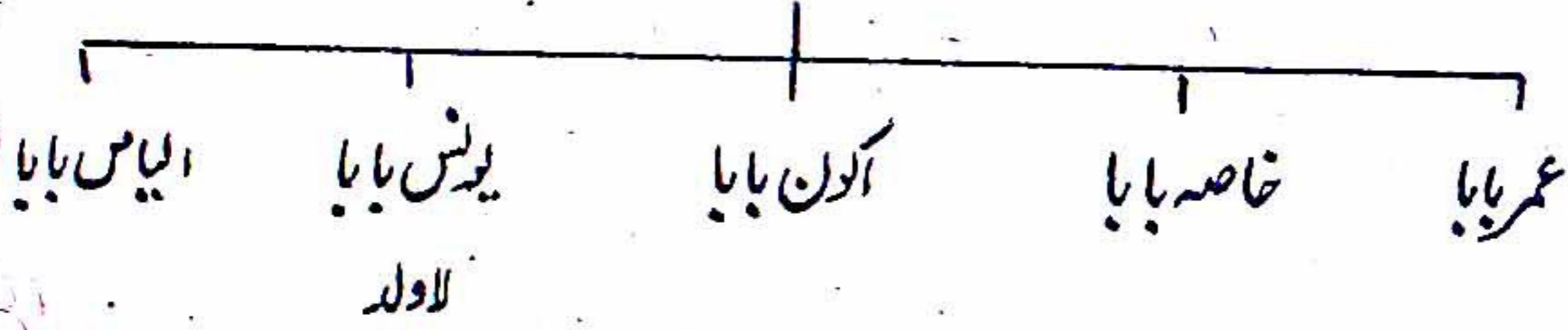
# قیاس الدین بابا



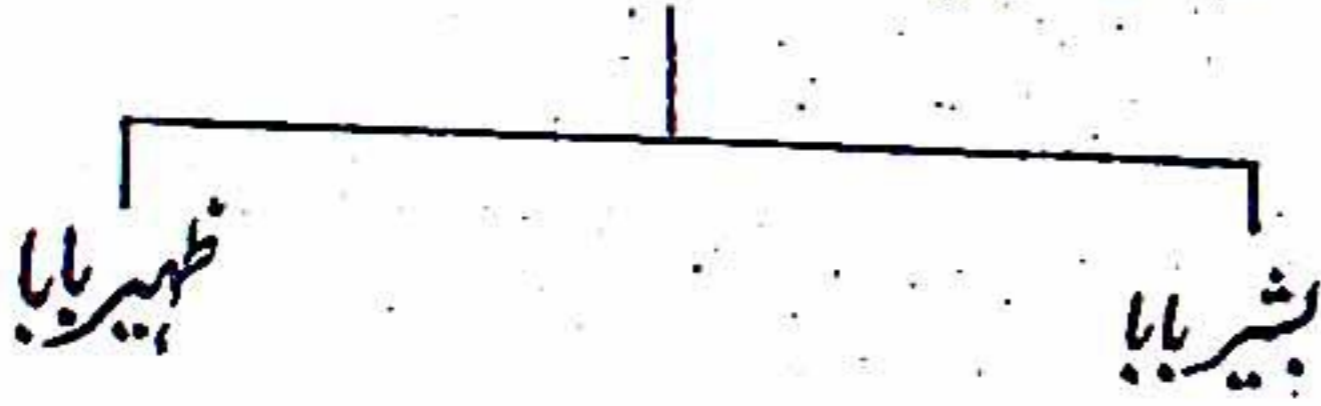
# نخبات الدین بابا معروف بہ کاجی بابا



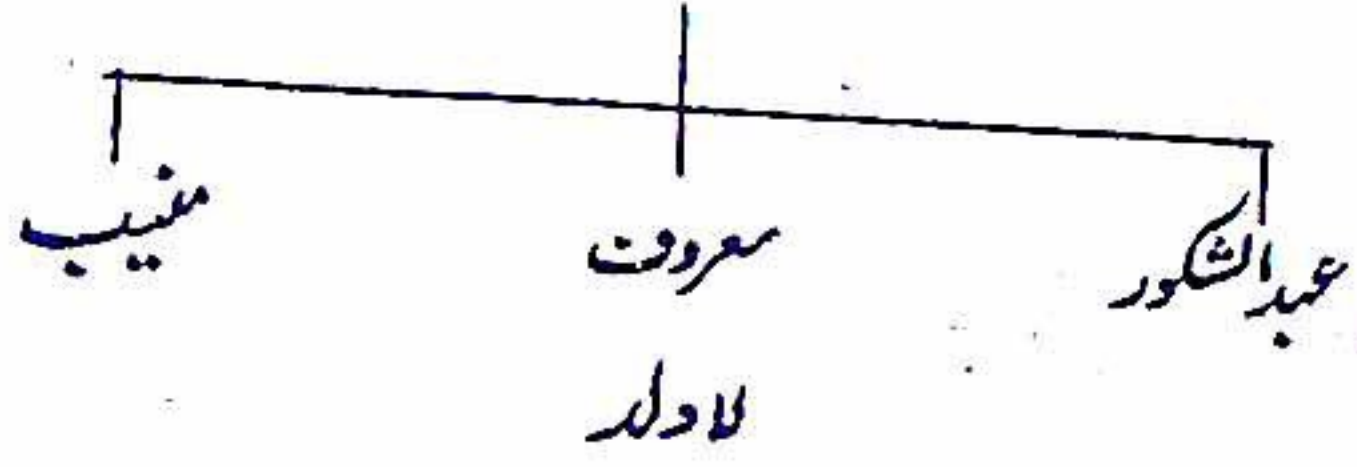
## نخوت بابا جده بابا خلیل



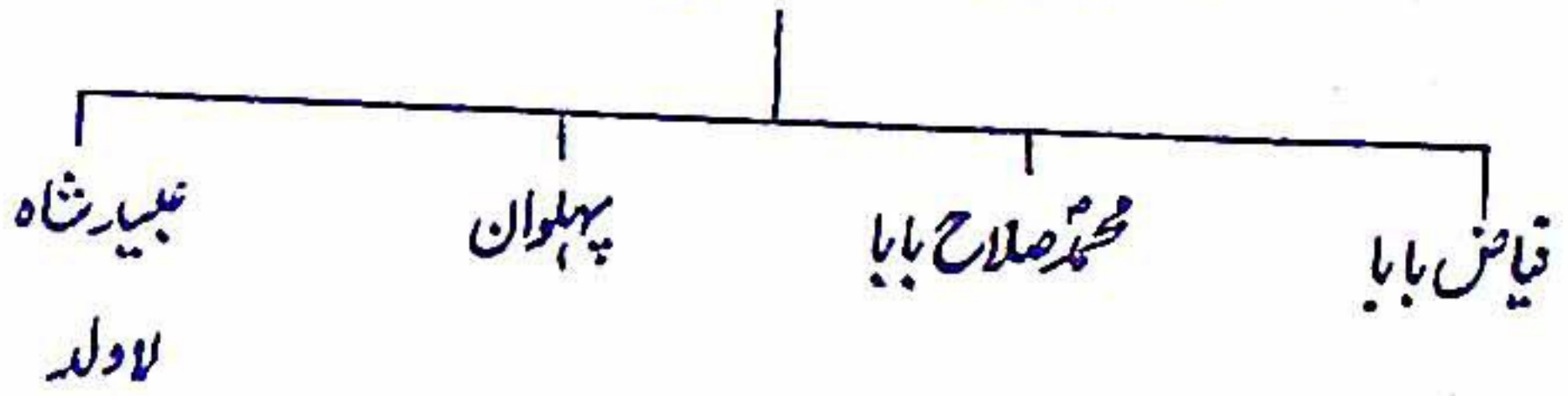
## خان جان بابا جدمیر کلاتی میاں گال



## سیر الدین بابا



## اسرار گل بابا جید نسواریاں مہیاں گال



# عیاض بابا جد خاندان ششہ مہیاں گان

عیاض گل بابا      عزیز گل بابا

# انور بابا جد قبیلہ خیل

حسین بابا

محمد بابا

سرور

قبر

صنوبر

غریب شاہ

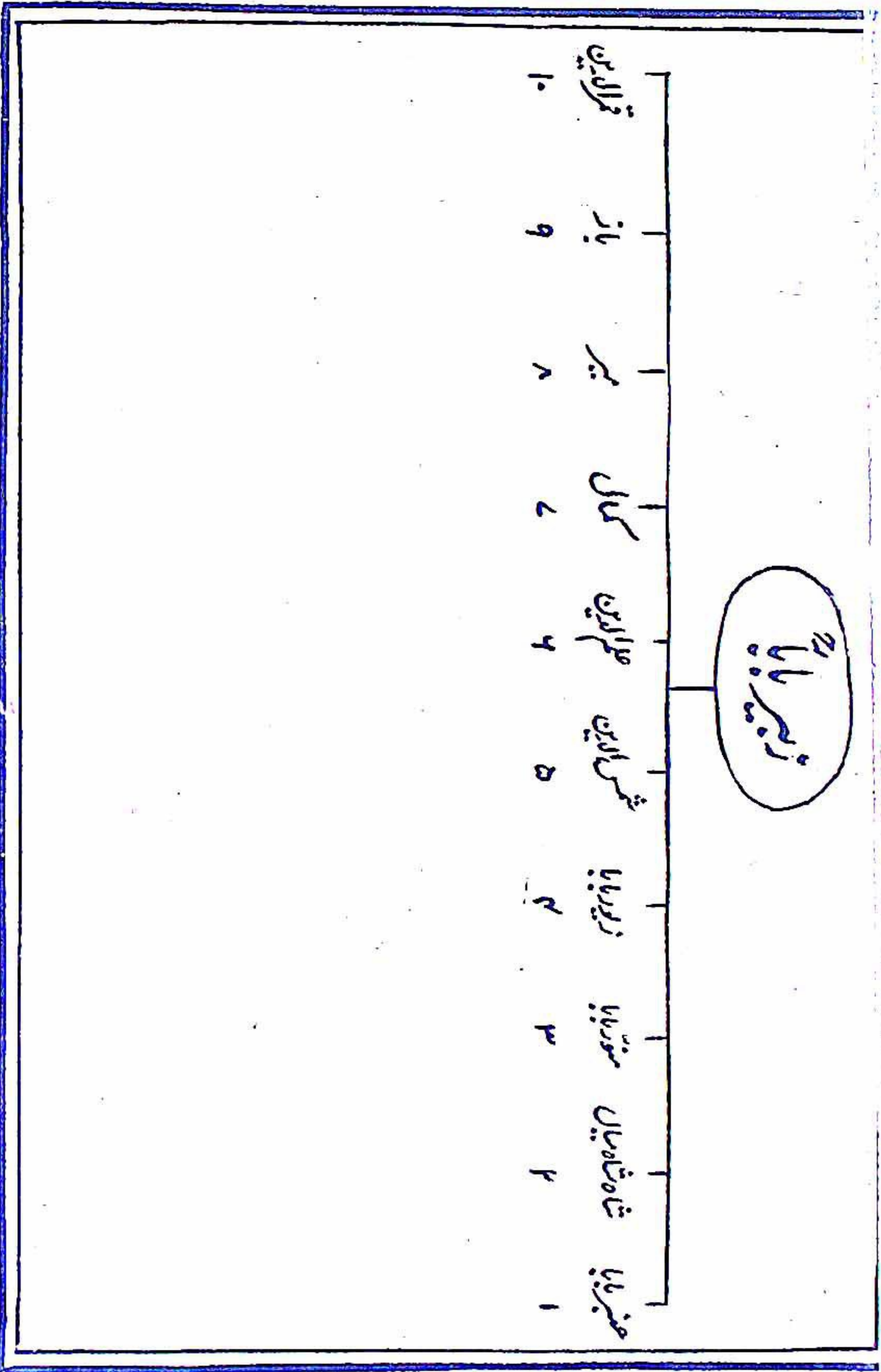
مصور شاہ

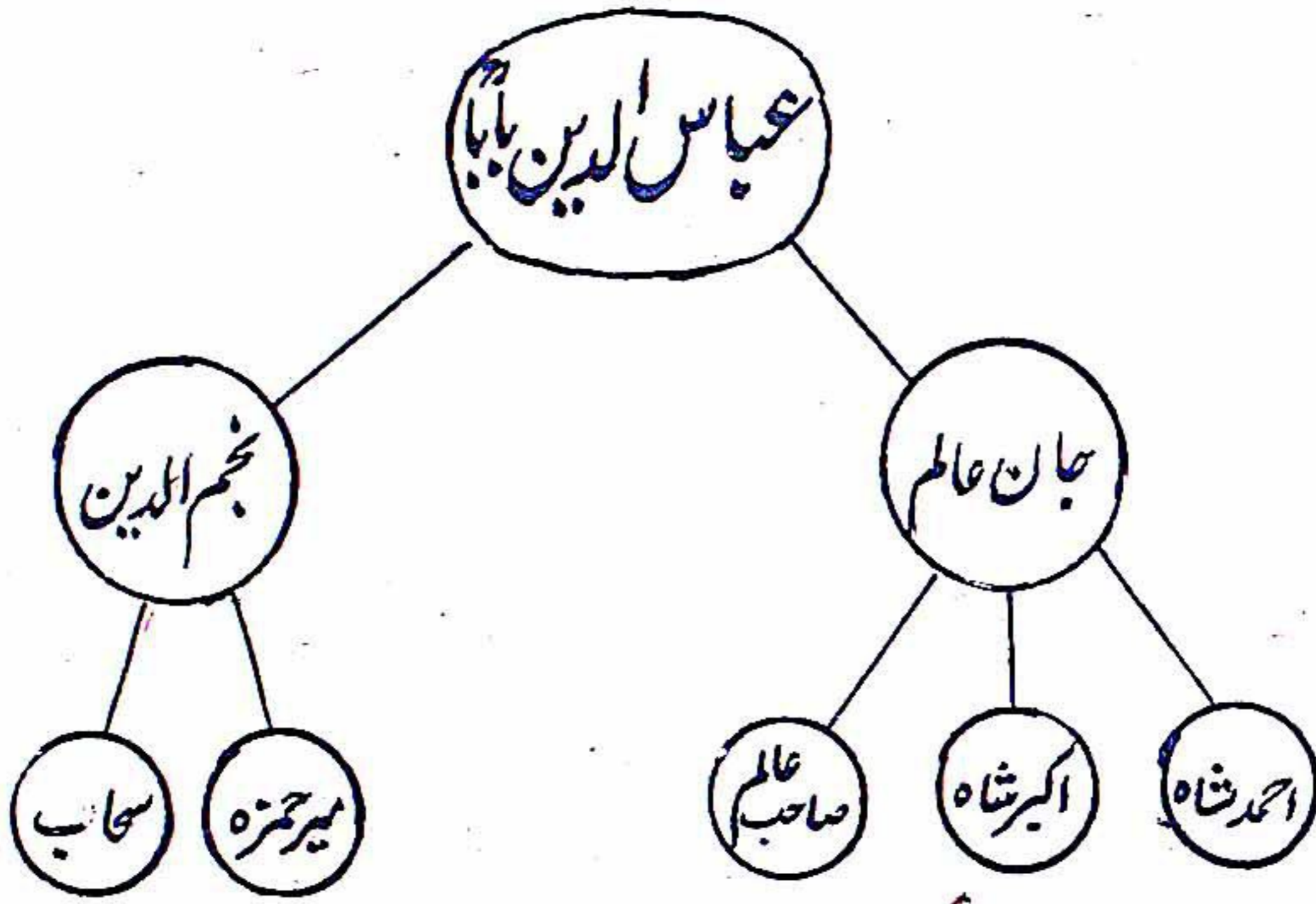
مقصر شاہ

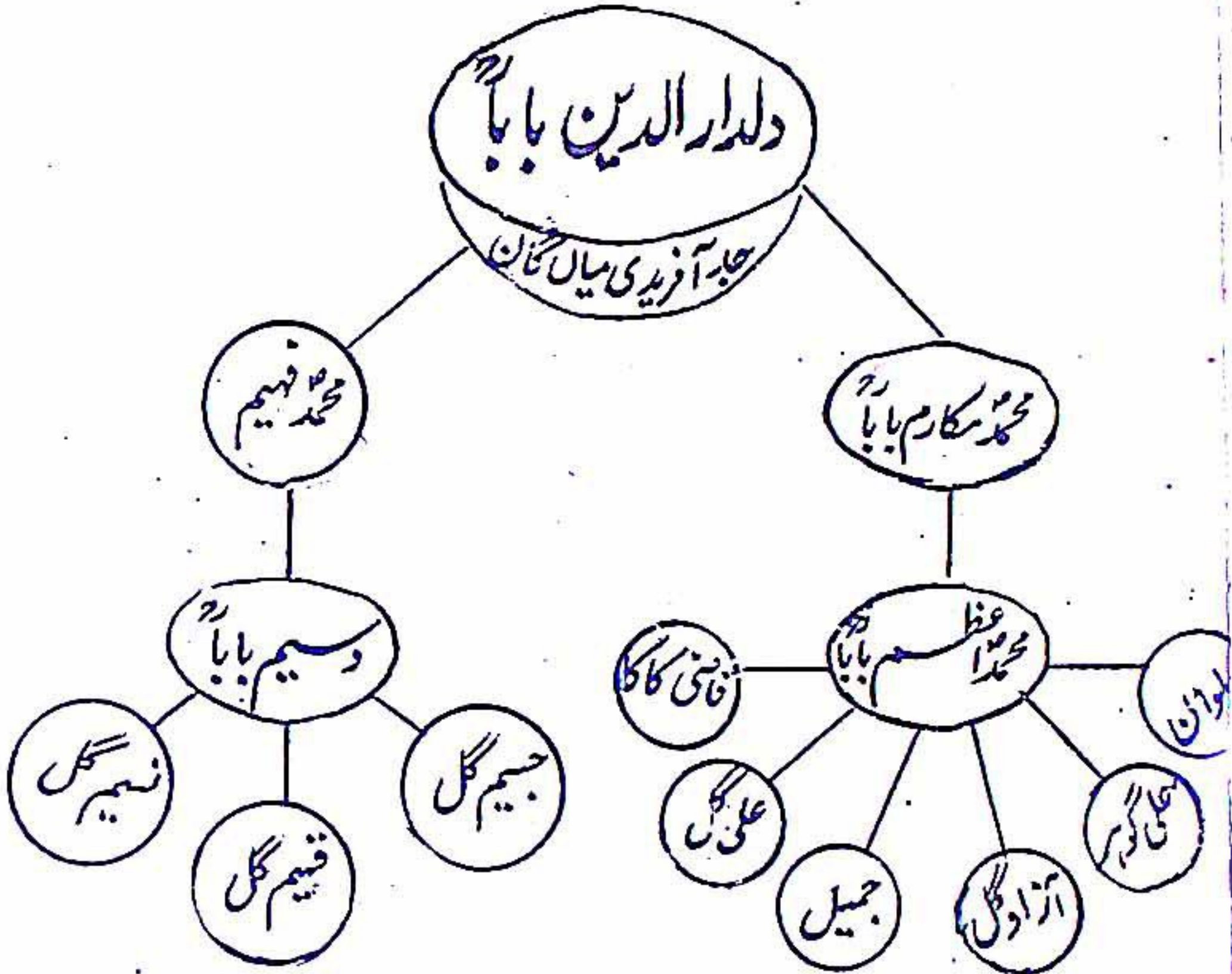
مقدر شاہ

فقیر شاہ









محمد گل صاحب فرزند دوم حضرت شیخ محمد کاکہ

احمد گل صاحب

بہرہ مند  
صاحب

زیور نیاں

خلیل گل صاحب فرزند سوم حضرت شیخ محمد کاکہ در لونی اٹمان خیل

گوگومیاں  
لا اولد

میاں بھٹی صاحب

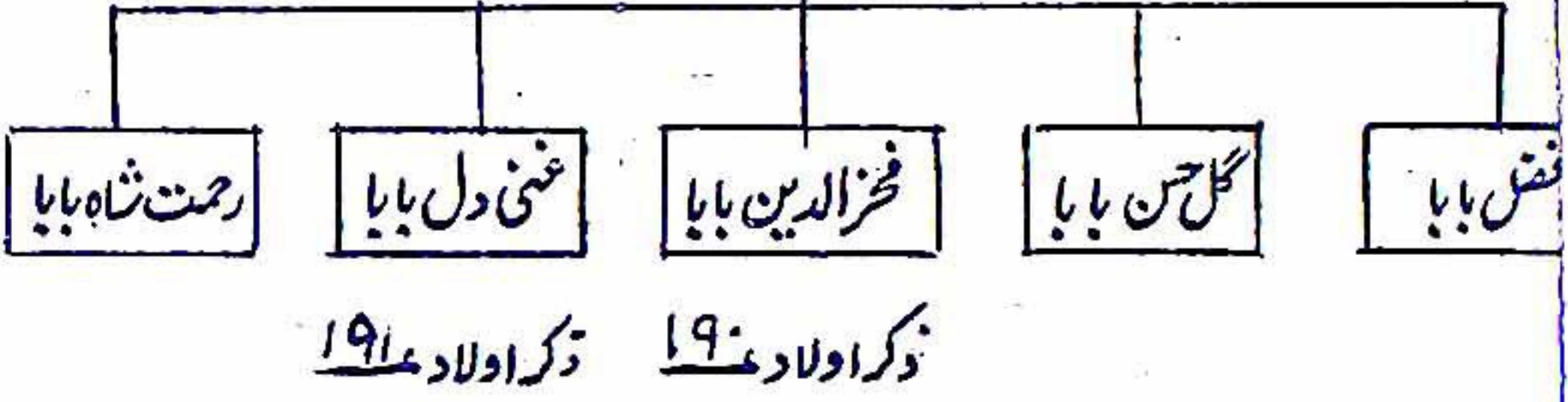
محمد سعید  
صاحب

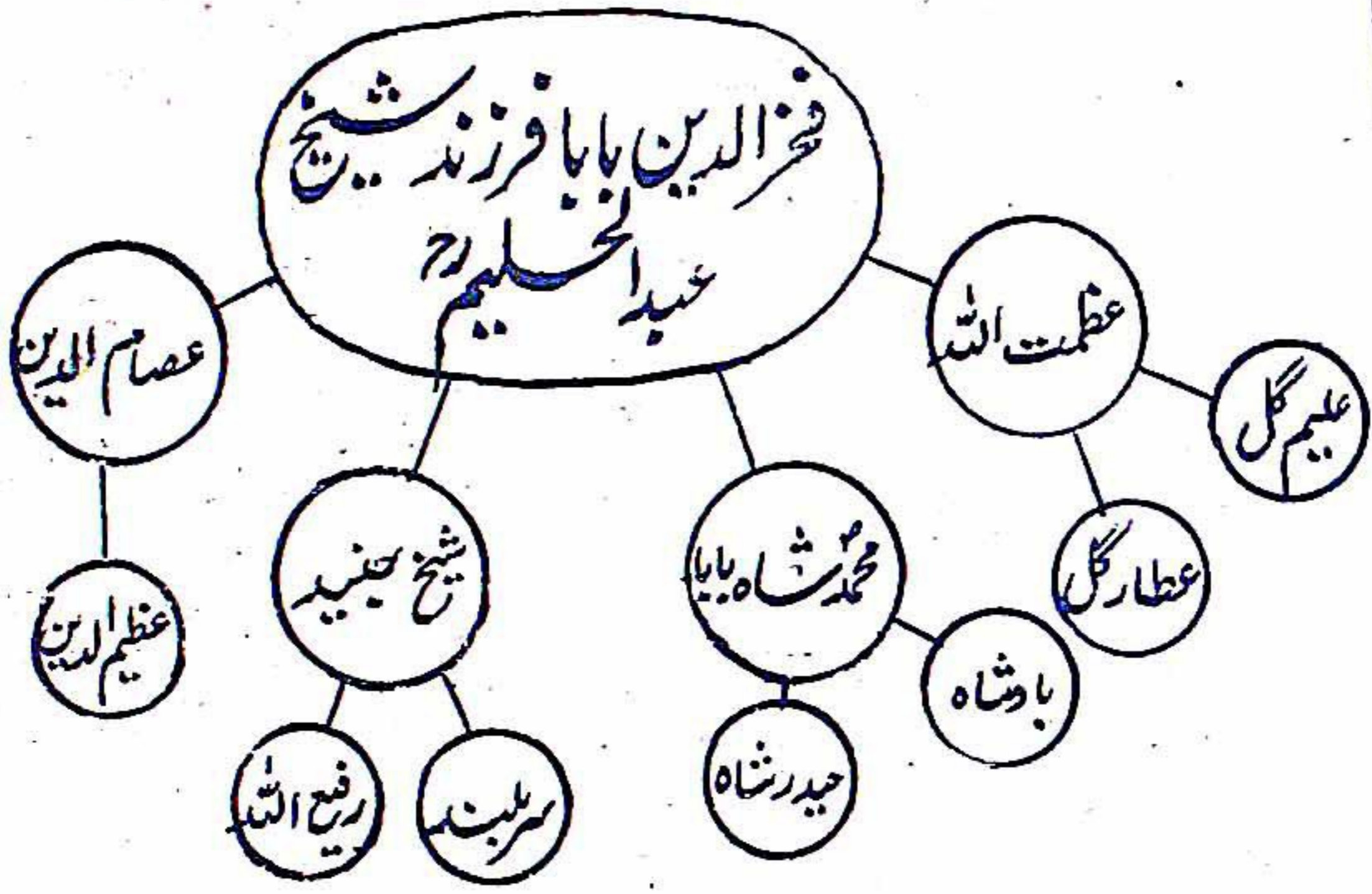
چند نریاں

محمد عوث  
صاحب

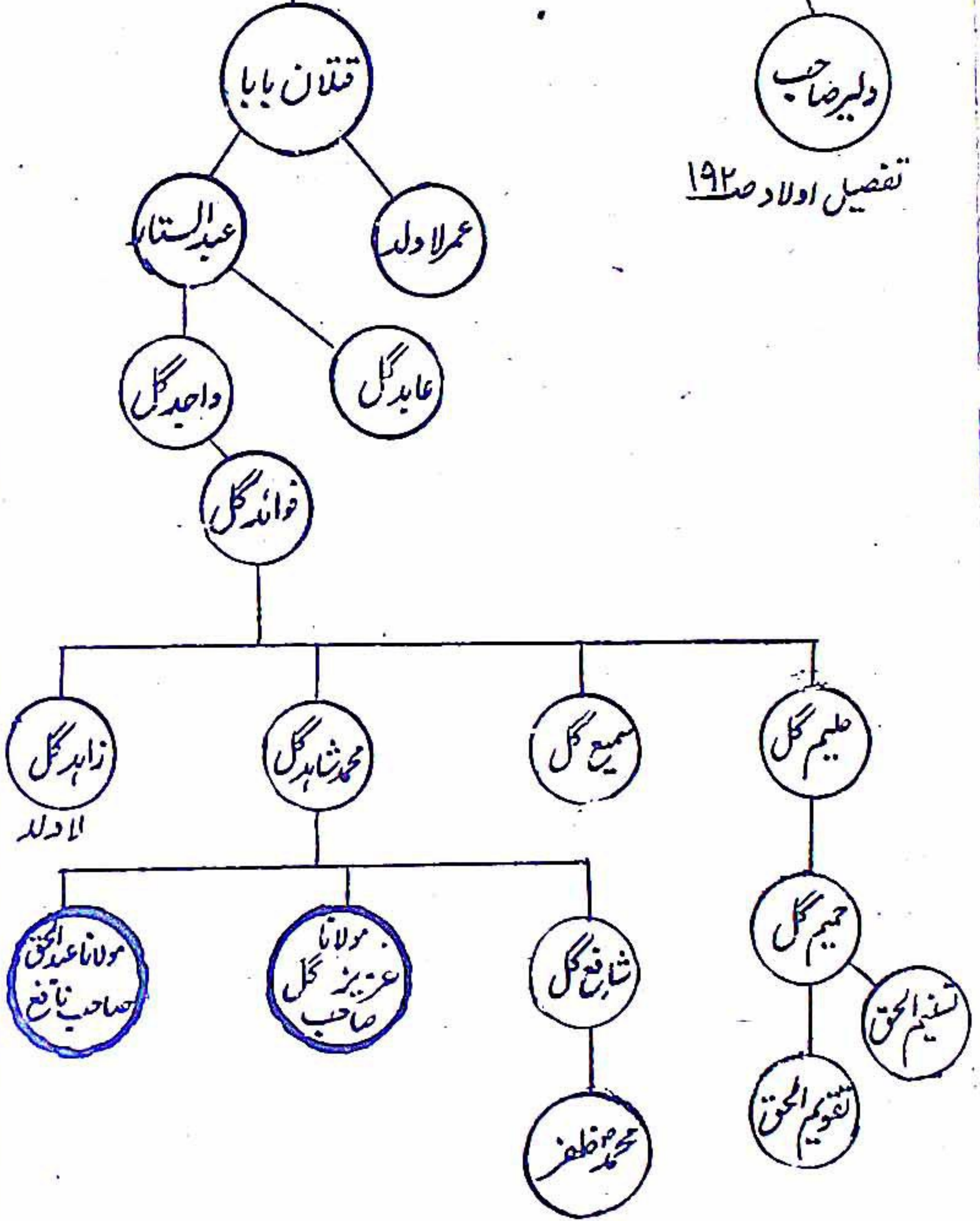
میاں  
رعہ گل

حضرت شیخ عبدالحلیم صاحب  
 زرنہ چہارم شیخ رحمہ اللہ





غنی دل بابا فرزند حضرت شیخ عبدالحلیم صاحب



ولیر صاحب فرزند غنی دل صاحب  
شغلہ ص ۱۹۱

حبیب اللہ

شرف اللہ

لطیف اللہ

عجب اللہ

شرف کاکا

معز کاکا